وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ
سرفراز وطن
شہید پاکستان ڈاکٹر مفتی
محمد سرفراز نعیمی
کا سفر حیات
کرمانؒ والا بک شاپ

13

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

لحد میں عشق رخِ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

شہیدِ پاکستان ڈاکٹر مفتی
محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
کا سفرِ حیات

مصنف

ابو حمزہ مفتی ظفر جبار چشتی

کرماں والا بک شاپ

دکان نمبر ۲۔
دربار مارکیٹ
لاہور

Voice: 042-7249515
0300-4306876 0307-4132690

شمس العارفین سراج السالکین قطب الاقطاب، پیر طریقت، رہبر شریعت،
حضرت پیر سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
المعروف حضرت کرماں والے ۔ آستانہ عالیہ حضرت کرماں والا شریف (اوکاڑہ)
84723
حضرت سید میر طیب علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
صمصام علی شاہ بخاری
کرماں والا شریف
میر طیب علی شاہ بخاری
الحاج صوفی
برکت علی
الحاج انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی
خلیفہ مجاز حضرت کرماں والا شریف
سمیع اللہ برکت
جملہ حقوق محفوظ ہیں
قیمت 280 روپے
اشاعت مورخہ 12 جون 2010
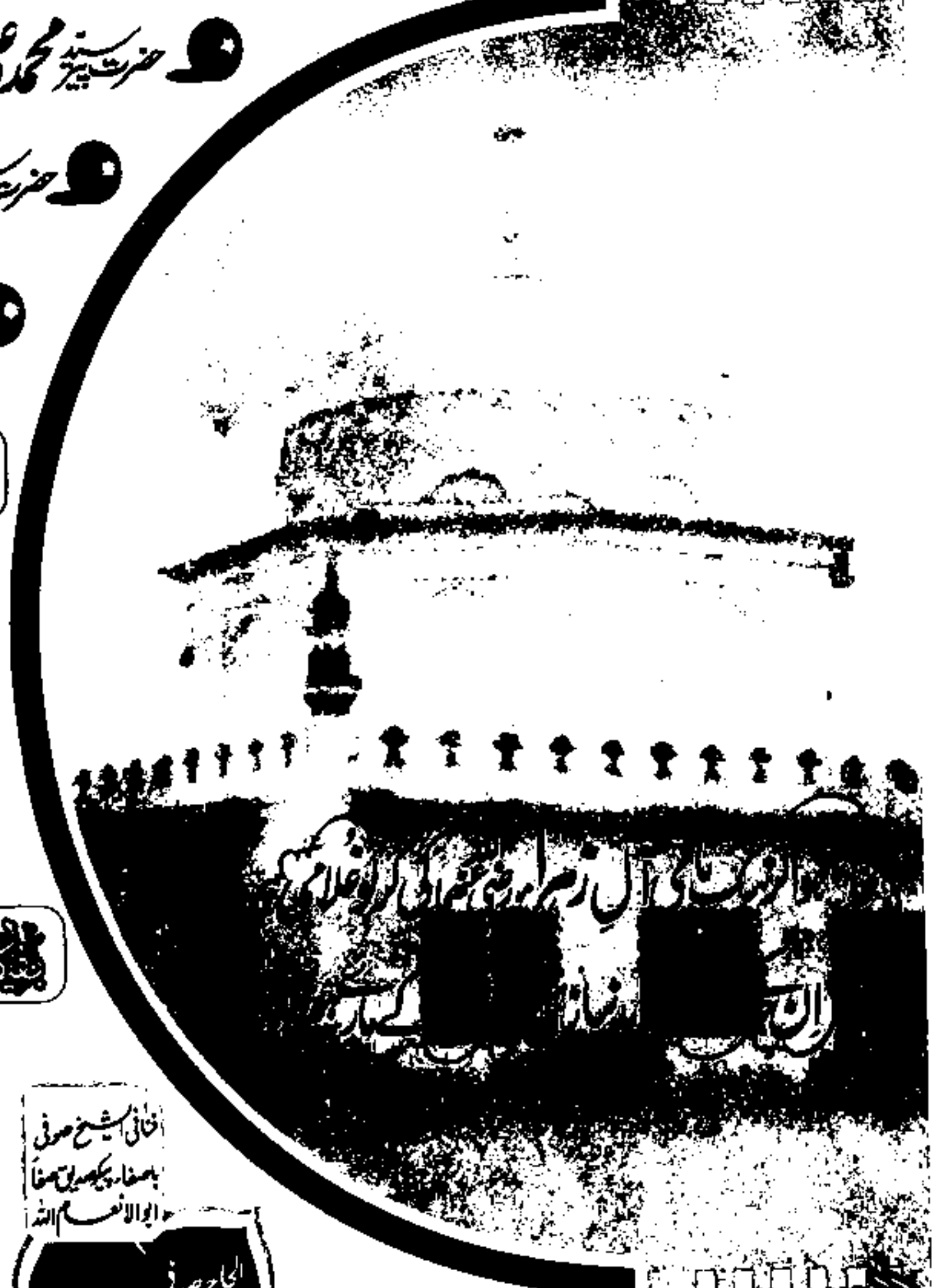
انتساب

اجالوں کے نقیب، سفیرِ محبت، صاحبِ کمال اور صاحبِ جمال

حضرت خواجہ غلام قطب الدین فریدی

(سجادہ نشین دربار حضرت خواجہ محمد یار فریدی گڑھی شریف ضلع رحیم یار خان)

کے نام

(مفتی ظفر جبار چشتی)

خصوصی شکریہ

- ❀ حضرت پیر سیّد محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی (سجادہ نشین چورہ شریف)
- ❀ محققِ عصر حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری
- ❀ علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی
- ❀ حضرت علامہ قاری محمد زوار بہادر
- ❀ حضرت علامہ محمد منشا تابش قصوری
- ❀ حضرت پیر محمد اطہر القادری
- ❀ حضرت علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی
- ❀ صاحبزادہ سیّد محمد صفدر شاہ گیلانی
- ❀ علامہ محمد قاسم علوی
- ❀ محمد نواز کھرل
- ❀ مولانا قاری محمد خان قادری
- ❀ علامہ محمد طاہر تبسم قادری
- ❀ علامہ نعیم جاوید نوری
- ❀ محمد نعیم طاہر رضوی
- ❀ صاحبزادہ سیّد شاہد گردیزی
- ❀ محمد ضیاء الحق نقشبندی
- ❀ مولانا مجاہد عبد الرسول
- ❀ سیّد خرم ریاض قادری رضوی

اِن کرم فرما اور مہربان شخصیات نے زیرِ نظر کتاب کی ترتیب و تدوین کے سفر میں آغاز سے تکمیل تک قدم قدم پر مجھے مفید مشورے دیئے، ہر ہر مرحلے پر تعاون کیا اور حوصلہ افزائی اور دعاؤں سے نوازا۔ میں دل کی گہرائیوں سے اہلسنّت کی اِن متحرک اور فعال شخصیات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(مولف)

دھنک

شہیدِ پاکستان اہلِ نظر کی نظر میں

﴿اہم شخصیات کے تاثرات﴾

شہیدِ پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کی نظر میں

تعزیت نامے

اشتراکِ درد

شہیدِ پاکستان......اہل صحافت کی نظر میں

باتوں سے خوشبو آئے

(ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے انٹرویوز)

حرفِ آغاز

(عرضِ مولف)

ابدی بشارتوں کی آخری کتابِ ہدایت قرآن مجید' فرقان حمید میں ربّ کریم نے اعلان کیا ہے کہ ''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں مگر تم ان کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے''۔ حق کی خاطر جان دے کر ہمیشہ زندہ رہنے والوں کی کہکشاں پر ''ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ'' کا نام بھی جگمگا رہا ہے۔ جو تقریباً چھ دہائیوں تک بھرپور' بامقصد' متحرک اور فعال زندگی گزارنے کے بعد 12 جون 2009ء کو اچانک ہم سے جدا ہوئے تو یوں لگا جیسے محنت' استقامت اور ذہانت کی ایک مضبوط زنجیر دولخت ہو کر زمین پر گر پڑی ہے۔ ان کی شہادت کی خبر سُنی تو میرے دل میں ایک دیوار سی گری اور ملبہ دور دور تک پھیل گیا۔ اپنے بھیانک چہرے اسلام کے نقاب میں چھپا کر دہشتگردی کا بازار گرم کرنے والے کرائے کے قاتلوں اور انتہا پسند جنونیوں نے آبروئے حلقۂ منبر و محراب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کو شہید کر کے دراصل علم' عمل' شرافت' دیانت' امید' سادگی' سچائی اور دانش کو قتل کیا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید مجموعۂ محاسن تھے۔ انہوں نے اپنے علم و عمل سے بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کے آوازۂ سخن نے ایک غلغلہ برپا کیے رکھا۔ ان کی طبیعت میں موجود جذبہ اور ولولہ ایک ایسا مثالی جوہر تھا جس کی جولانیوں سے ان کی زندگی کا ہر لمحہ مشغول و مصروف رہا۔ ان کے حُسنِ اخلاق نے انہیں مقبولیت عامہ سے نوازا۔ عجز و انکسار ان کے محاسن کا طرۂ امتیاز تھا۔ مراکزِ دینیہ سے والہانہ محبت اور ان کے لئے سربلندی و سرفرازی کے راستے تلاش کرنا ان کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ وہ بہتے ہوئے شفاف پانیوں جیسے تھے...... وہ خیر اور خوشبو کے پیکر تھے...... وہ وجاہت اور وقار کی تصویر تھے...... وہ امن کے سفیر تھے...... وہ صحرا کے موذّن تھے...... وہ سحر کے نقیب تھے...... وہ عظمت کے مینار تھے...... وہ چلتا پھرتا پاکستان تھے...... وہ حبّ الوطنی کی علامت تھے......

وہ پاکستان اور اسلام دشمنوں کیلئے ننگی تلوار تھے...... وہ روایت شکن اور روایت ساز تھے...... وہ مردِ جُہد آزما تھے...... وہ دیدہ ور تھے...... وہ راہ نوردِ شوق تھے...... وہ خود ساز اور عہد ساز تھے...... ان کا دامن دودھ کی طرح سفید تھا۔ ان کے لہجے میں نرمی' بات میں صداقت' شخصیت میں وقار' مزاج میں عاجزی' رویے میں شفقت' سراپے میں سادگی' گفتگو میں ٹھہراؤ' آنکھ میں خوفِ خدا کی نمی' دل میں عشق رسولؐ کی سرشاری' ارادوں میں پہاڑوں جیسی مضبوطی اور عزائم میں پختگی تھی...... فروغ دین کے پیغمبرانہ مشن کے علمبردار ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ دلوں کے مکیں' دلوں کے فاتح اور دلوں کے حکمران تھے...... انہوں نے حُسنِ تکلم اور جمالِ گفتار سے دلوں کی لاتعداد دنیائیں فتح کیں۔ انہیں دیکھ کر پتہ چلا کہ انکسار میں کتنا وقار ہوتا ہے۔ ان سے جب بھی ملاقات ہوئی تو یوں لگا کہ دوزخ بنتی ہوئی اس زمین پر جنت کے باشندے کو دیکھ لیا ہے۔ ان کی سادگی' اسلام پرستی' انسان دوستی' بے تکلفی اور بے ساختگی نے ان کو ہر دلعزیز بنا دیا تھا۔ وہ تعلقات کے نازک دھاگے کو ٹوٹنے نہیں دیتے تھے۔ شہیدؒ سے میرا ذاتی تعلق برسوں پر محیط ہے۔ یاد نہیں پڑتا کہ ان سے پہلی ملاقات کب' کہاں اور کیوں ہوئی تھی۔ تاہم یہ ضرور یاد ہے کہ ہماری آخری ملاقات کبھی نہیں ہوئی کیونکہ شہید کی ہر بات اور ملاقات کی یاد دل کے آنگن میں ٹھہر گئی ہے۔ نفیس رویوں' بھیگے دل اور اجلے من والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ نے مجھے زندگی بھر جس قدر محبتوں اور شفقتوں سے نوازا' اس کے بیان کیلئے میں لفظوں کے قحط کا شکار ہو رہا ہوں۔ مادر وطن پر قربان ہونے والے' مہکتی چھاؤں جیسے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ میرے محسن ہیں کیونکہ اس وفا اور عطا کے پیکر نے مجھے زندگی کے کٹھن سفر میں قدم قدم پر مشوروں اور حوصلہ افزائی سے نوازا۔ ان کی بے پایاں محبتوں اور شفقتوں کا قرض اتارنے کیلئے میں نے زیرِ نظر کتاب ترتیب دینے کا فیصلہ کیا۔ یہ کتاب دراصل ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے ایک بے مایہ انسان کی طرف سے اپنے عہد کے ایک بڑے اور عظیم فرد کے ساتھ اظہارِ عقیدت کا معمولی سا اظہار ہے۔ میں نے یہ کتاب مرتب کر کے اپنے دیس کے ایک قابلِ فخر سپوت کی عظمتوں کو سلام پیش کرنے کا فریضہ ادا کیا ہے۔ یہ کتاب اپنے

قائد کی جدائی میں روتے، بلکتے اور تڑپتے دینی کارکنوں کے زخمی دلوں کیلئے ایک معمولی مرہم کے سوا کچھ نہیں۔ یہ کتاب سوگوار تحریروں کا سلگتا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں شامل مضامین میں نامور اہلِ قلم اور اہلِ دانش نے شہیدِ پاکستان کو قلمی خراج تحسین پیش کیا ہے۔ قائدین اور اکابرین نے اپنے تاثرات میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے جوش جنوں اور سوزِ دروں کا والہانہ تذکرہ کیا ہے۔ اس کتاب میں کڑے نظم وضبط کے ساتھ ایک خوبصورت، قابل رشک، باوقار اور جدوجہد سے بھری ہوئی زندگی گزارنے والے شہیدِ پاکستان کے 64 سالہ سفرِ حیات کی ششدر کر دینے والی حیران کن کہانی بیان کی گئی ہے۔ جس کے مطالعہ سے ہماری نوجوان نسل کی ٹوٹی ہوئی امیدوں کو سہارا ملے گا اور ان کے دلوں میں جلتی امید کی لو الاؤ بن کر ان کے من میں کچھ کر گزرنے کی تڑپ بیدار کرے گی۔

قارئین کرام! ''سرفراز وطن'' خاک اوڑھ کر کب کے سو چکے لیکن دل نے ان کا جانا اب بھی نہیں مانا۔ کیا وہ قلب ونظر میں اس قدر اتر گئے ہوئے تھے؟ ہاں! اس کیفیت کا حال ایک شاعر کتنی خوبصورتی سے کہہ گیا ہے۔

رخصت ہوا تو آنکھ ملا کر نہیں گیا
وہ کیوں گیا ہے یہ بھی بتا کر نہیں گیا
یوں لگ رہا ہے جیسے ابھی لوٹ آئے گا
جاتے ہوئے چراغ بجھا کر نہیں گیا

اور حرف آخر یہ کہ

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اِس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

والسلام علیکم
ابوحمزہ مفتی ظفر جبار چشتی
(4 جون 2010ء)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری

زندگی نامہ

(تاریخ پیدائش: 16 فروری 1948ء تاریخ وفات: 12 جون 2009ء)

خاندانی پس منظر:

آپ کے والد محترم مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ بانی جامعہ نعیمیہ لاہور سنبھل، مراد آباد (یوپی) ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ تحریک پاکستان میں آل انڈیا سنّی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے قیام پاکستان کی جدوجہد میں اپنے استاذ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کی قیادت میں عملاً شریک رہے۔

تعلیمی کوائف:

حفظ القرآن	جامعہ نعیمیہ، چوک دالگراں لاہور
تجوید و قراءت	جامعہ کریمیہ، لاہور
فاضل درس نظامی	جامعہ نعیمیہ، لاہور
فاضل علوم اسلامیہ	جامعہ الازہر (مصر)
ایم اسلامیات و عربی، ایم۔او۔ایل (عربی)	جامعہ پنجاب
ایل۔ایل۔بی، پی۔ایچ۔ڈی (عربی)	جامعہ پنجاب
فاضل عربی (گولڈ میڈلسٹ)	لاہور بورڈ
التخصص فی العلوم العربیہ والاسلامیہ	علماء اکیڈمی (اوقاف) لاہور

سپیشلائزیشن

قرآن وحدیث‘ اصول فقہ‘ اسلامک قوانین‘ عربی ادب

زبانوں پر مہارت

عربی‘ فارسی‘ اردو‘ انگلش

39 سال علومِ اسلامیہ کی تدریس سے وابستہ رہے۔ علوم دینیہ کے ماہر اور مستند استاد تھے۔ عربی ادب اور اصولِ فقہ میں خصوصی مہارت رکھتے تھے۔

آپ جامعہ کے ''ماہنامہ عرفات'' کے مدیر اعلیٰ بھی تھے۔ ایک عرصہ تک روزنامہ جنگ میں کالم لکھتے رہے جو کہ بعنوان ''نشانِ راہ'' کتابی صورت میں منظر عام پر آ چکے ہیں۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل میں بطور ممبر خدمات سرانجام دیتے رہے ہیں۔

اعزازات

گولڈ میڈلسٹ فاضل عربی

گولڈ میڈلسٹ پاکستان انٹلیکچوئل فورم

تنظیمی وقومی خدمات

ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان

ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور

سرپرست اعلیٰ نعیمین ایسوسی ایشن پاکستان

صدر تحفظ ناموسِ رسالت محاذ پاکستان

جنرل سیکرٹری اتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ

سابق ممبر اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

سابق ممبر اتحاد بین المسلمین کمیٹی پنجاب

سابق ممبر متحدہ علماء بورڈ‘ گورنمنٹ آف پنجاب (کی حیثیت سے

60 سے زیادہ فرقہ وارانہ کتب پر پابندی لگوائی)

غیر ملکی دورے

مصر، سعودی عرب، ہندوستان، ایران، چاڈ، لیبیا، ساؤتھ افریقہ، مالٹا، متحدہ عرب امارات، انگلینڈ

مقالہ جات

● خالصة الحقائق لما فيه من اساليب والدقائق (برائے پی ایچ ڈی پنجاب یونیورسٹی لاہور، صفحات 1522)

● ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی علمی وادبی خدمات (اردو)

ترجمہ: ''اکتساب فی رزق المستطاب امام محمد بن حسن شیبانی''

● مختلف علمی وفکری موضوعات پر لکھے گئے مقالات ملکی، قومی اور عالمی کانفرنسوں میں پڑھے گئے۔

● 14 فروری 2006ء کو عالمی اخبارات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف تحفظ ناموس رسالت کیلئے ریلی کی قیادت کرنے پر 3 ماہ تک لاہور جیل میں پابندِ سلاسل رہے۔

● افغانستان پر امریکی حملوں کے خلاف موثر آواز بلند کرنے پر محکمہ اوقاف کی ملازمت سے برطرف کیے گئے۔

● ملک میں فرقہ واریت ودہشت گردی میں ملوث اور عالمی طاقتوں کے گماشتہ نام نہاد طالبان کی اسلام کی غلط تعبیر اور دہشت گردی پر مبنی طرز عمل کیخلاف ہر میدان میں قائدانہ کردار ادا کیا۔

پسماندگان

آپ کے پسماندگان میں لاکھوں عقیدت مندوں، ہزاروں تلامذہ کے علاوہ آپ

کی ایک بیوہ، چار بیٹیوں کے علاوہ ایک صاحبزادہ علامہ محمد راغب حسین نعیمی (پی ایچ ڈی اسکالر) ہیں جو جامعہ نعیمیہ اور آپ کی دیگر علمی وراثت کے ذمہ دار اور جانشین ہیں۔

آپ کے سب سے بڑے بھائی پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی (جامعہ سراجیہ نعیمیہ برائے طالبات کے ناظم اعلیٰ ہیں جس میں سینکڑوں طالبات زیر تعمیر ہیں) تاجور نعیمی (جو اپنے کاروبار سے منسلک ہیں) مولانا محمد عارف نعیمی (جامعہ نعیمیہ للبنات چائنہ سکیم لاہور سے منسلک ہیں)

نمازِ جنازہ اور تدفین کا منظر نامہ

شہیدِ پاکستان کا سفرِ آخرت

(لمحہ بہ لمحہ رپورٹ)

محمد نواز کھرل.............................

یہ 13 جون (2009ء) کی اداس صبح ہے۔ شہرِ لاہور کی فضا میں غیر معمولی افسردگی کے آثار نمایاں ہیں۔ 11 بج چکے ہیں لیکن شہر میں سناٹا ہے۔ ہر طرف ہو کا عالم ہے۔ ورکنگ ڈے ہے لیکن بازار' مارکیٹیں' دکانیں' سکول' کالج' دفتر سب بند ہیں۔ سارے شہر کی دیواروں پہ اداسی بال کھولے سو رہی ہے۔ شاہدرہ سے ٹاؤن شپ اور واہگہ سے ٹھوکر نیاز بیگ تک پھیلا ہوا شہرِ لاہور سائیں سائیں کر رہا ہے۔ سڑکیں خالی اور ویران ہیں۔ یہی منظر نامہ آج پورے پاکستان کا ہے۔ کراچی سے خیبر تک مکمل شٹر ڈاؤن اور بے مثال ہڑتال کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں۔ چہار سو سوگ اور روگ کا عالم ہے۔ کیونکہ ایک روز پہلے قدیم اور عظیم دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ لاہور میں نمازِ جمعہ کے فوراً بعد ایک خودکش حملے میں سفیرِ عشقِ رسول ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو شہید کر دیا گیا۔ شہید کی نمازِ جنازہ میں شرکت کے لئے ملک بھر سے ماتم گسار ہوائی جہازوں' ریلوں' کاروں' بسوں اور ویگنوں کے ذریعے داتاؒ کی نگری میں پہنچ رہے ہیں۔ دلوں میں شہید کی محبت لئے لاتعداد دیوان گانِ شوق قطار در قطار' قافلہ در قافلہ اور کارواں در کارواں تاریخی ناصر باغ کا رُخ کر رہے ہیں۔ اس موقع پر سکیورٹی کے فول پروف انتظامات کئے گئے ہیں۔ مال روڈ' لوئر مال اور ناصر باغ کے چاروں اطراف سڑکوں کو بیریئر لگا کر بند کر دیا گیا ہے۔ تمام داخلی راستوں پر سکیورٹی ہائی الرٹ ہے۔ واک تھرو

گیٹ لگا کر نمازِ جنازہ میں آنے والوں کی چیکنگ کی جا رہی ہے۔ شہیدِ پاکستان سے محبت کرنے والے جوان اور بوڑھے، طلباء اور اساتذہ، تاجر اور مزدور، وکلا اور ڈاکٹرز، شہری اور کسان ایڑیوں تک پسینہ بہاتی گرمی میں دُور دُور سے پیدل چل کر ناصر باغ پہنچ رہے ہیں۔ ناصر باغ کے چاروں طرف پولیس کے جوان پہرہ دے رہے ہیں۔ دوپہر ڈھل رہی ہے اور لوگوں کی آمد کا سلسلہ تیز ہو گیا ہے۔ یوں لگتا ہے آج ہر راستہ ناصر باغ کی طرف آ رہا ہے۔ آنے والوں کے دلوں میں دکھ، غم، الم، درد اور افسوس کے کئی چراغ جل رہے ہیں، نوجوانوں کی آنکھوں میں شعلے رقصاں ہیں۔ ناصر باغ کے ہر کونے اور شہرِ لاہور کے ہر چوک چوراہے میں ''نعیمی تیرے خون سے انقلاب آئے گا'' ...... ''خون رنگ لائے گا، انقلاب آئے گا'' ...... ''نعیمی تیرے جانثار بے شمار بے شمار'' جیسے نعروں کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ شہرِ داتاؒ کے ہر گلی کوچے سے لوگ اُمڈے چلے آ رہے ہیں۔ ہر آنکھ میں آنسو اور ہر زبان پر یارسول اللہ ﷺ کا ورد ہے۔ ہر دل میں شہید کے لئے محبت اور ہر دماغ میں طالبان کے خلاف نفرت ہے۔ ناصر باغ میں جمع ہونے والے فرزندانِ اسلام بہت دور چلے جانے والے کے حضور آہوں اور اشکوں کا خراج پیش کر رہے ہیں۔ ظہر کے بعد تقاریر کا سلسلہ جاری ہے۔ رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور تنظیم المدارس اہلسنّت کے سربراہ حضرت مفتی منیب الرحمٰن کہہ رہے ہیں ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے اپنی زندگی دفاعِ پاکستان، استحکامِ پاکستان اور تحفظِ ناموسِ رسالت کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ دشمن انہیں شہید کر کے اپنے مشن میں کامیاب نہیں ہوئے کیونکہ نعیمی شہید کی شہادت سے اب ہزاروں چراغ جلیں گے اور لاتعداد دلوں میں شوقِ شہادت بیدار ہو گا''۔ انہوں نے کہا: ''نعیمی شہید کا مشن جاری رکھا جائے گا''۔ مفتی منیب الرحمٰن نے کارکنوں کو پُرامن رہنے کی تلقین کی''۔ مفتی منیب الرحمٰن تاریخی ناصر باغ کے لوئر مال کی طرف کھلنے والے بڑے دروازے کے چبوترے پر کھڑے تقریر کر رہے ہیں اور ان کے سامنے وسیع و عریض باغ کا دامن نعیمی شہیدؒ کو الوداع کہنے کے لئے آنے والوں سے بھر

چکا ہے۔ ہر طرف اِدھر اُدھر یہاں وہاں سر ہی سر دکھائی دے رہے ہیں۔ پورا ماحول ماتمی سکوت میں ڈوبا ہوا ہے ...... کہیں کہیں ضبط کے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں تو آہوں اور سسکیوں کا غبار دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیتا ہے۔ اسی سوگوار اداس اور جذباتی فضا میں جگر گوشۂ محدثِ اعظم صاحبزادہ حاجی محمد فضلِ کریم نے بھیگی پلکوں لرزتے لبوں اور رندھے لہجے میں تقریر شروع کی تو دور تک سروں پر ہاتھوں کی فصل لہلہانے لگ گئی اور ماحول میں ارتعاش پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا کہ ''میں پوری قوم کی طرف سے نعیمی شہید کی باطل شکن جرأت کو سلام کرتا ہوں وہ حریّتِ فکر کے مجاہد تھے۔ انہوں نے اپنی جان قربان کر کے پوری قوم کو دہشت گردی کے خلاف متحد اور یکسو کر دیا ہے''۔ قومی اسمبلی کے رکن اور مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ صاحبزادہ حاجی فضل کریم نے مزید کہا کہ ''طالبان ہمارے داخلی اور امریکہ ہمارا خارجی دشمن ہے ہمیں اپنے ملک میں قیامِ امن کے لئے دونوں سے نجات حاصل کرنا ہوگی''۔ عالمی تنظیم اہلسنّت کے شیر دل امیر پیر محمد افضل قادری نے کہا کہ ''حکومت جلد از جلد نعیمی شہید کے قاتلوں کو بے نقاب کرے''۔ انہوں نے کہا کہ ''ایک مخصوص مکتبۂ فکر ہر طرح کی دہشت گردی میں ملوث ہے۔ حکومت دہشت گردی کے اڈوں پر کریک ڈاؤن کرے''۔ تقاریر کا سلسلہ جاری تھا کہ صوبائی دارالحکومت کی فضاؤں میں ایک ہیلی کاپٹر نمودار ہوا اسی ہیلی کاپٹر میں زندگی بھر روشنیاں بانٹنے اور اجالے بونے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کا جسدِ خاکی پورے سرکاری اعزاز اور پروٹوکول کے ساتھ میو ہسپتال سے ناصر باغ لایا جا رہا ہے۔ ہیلی کاپٹر کو دیکھ کر ناصر باغ کی وسعتوں میں موجود غمزدہ ہجوم کی آنکھیں بے اختیار آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ لوگ اپنے محبوب رہنما کی میت کی آخری جھلک دیکھنے کے لئے بے چین تھے۔ ہیلی کاپٹر ناصر باغ سے ملحقہ جنوبی ایشیاء کی معروف ترین درس گاہ گورنمنٹ کالج یونیورسٹی کی گراؤنڈ میں اترا اور وہاں سے ایمبولینس کے ذریعے شہید کا جسد خاکی جو بادامی رنگ کے چوبی تابوت میں بند تھا ناصر باغ کے سامنے لوئر مال پر لایا گیا۔

اس موقع پر پنجاب پولیس کے چاق و چوبند دستے نے شہیدؒ کو گارڈ آف آنر پیش کیا۔ اوراب گھنٹوں چلچلاتی دھوپ میں جنازے کا انتظار کرنے والے ہزاروں سوگوار نمازِ جنازہ کے لئے صف بستہ ہونے لگے۔ ناصر باغ کا کشادہ دامن لوگوں کے انبوہِ کثیر کے سامنے تنگ دامن نظر آرہا ہے۔ شہید کے بیٹے' عزم و ہمت کے کوہِ گراں علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی اپنے شہید باپ کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے امامت کے مصلیٰ پر استقامت کے پہاڑ بن کر کھڑے ہیں۔ اللہ اکبر کی سرمدی صدا بلند ہوتی ہے اور ہر طرف خاموشی کی چادر تن جاتی ہے۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد حضرت علامہ عبدالعلیم سیالوی نے دعا کروائی۔ دعا کے بعد لوگوں کا بے قابو ہجوم ایمبولینس کی طرف لپکا لیکن ایمبولینس شہید کا جسدِ خاکی لے کر روانہ ہو جاتی ہے کیونکہ اتنے بڑے ہجوم کو شہید کا آخری دیدار کروانا ممکن نہیں۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد ہزاروں افراد نے لوئر مال پر دھرنا دیا۔ اس موقع پر جماعتِ اہلسنّت پاکستان کے ناظمِ اعلیٰ مفکرِ اسلام مفسرِ قرآن علامہ سیّد ریاض حسین شاہ جوش و جذبے سے بھرے ہزاروں افراد کے مشتعل ہجوم سے مخاطب ہیں۔ روحانی روشنیوں میں لپٹے شاہ جی فرما رہے ہیں کہ ''سرفراز نعیمی شہیدؒ کی شہادت سے دہشت گردوں کی کمر ٹوٹے گی اور امن کی نئی سحر طلوع ہوگی''۔ سیّد زادے نے کہا کہ ''نعیمی شہید کی شہادت حق پرستوں کے دلوں کو گرماتی رہے گی۔ صاحبِ فکر و نظر سیّد ریاض حسین شاہ نے اعلان کیا کہ سنّی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ حاجی فضلِ کریم جس لائحہ عمل کا اعلان کریں گے ہم اُس پر عمل کریں گے۔ سیّد صاحب کے ولولہ انگیز خطاب کے بعد علامتی دھرنا ختم کر دیا گیا اور ہجوم جامعہ نعیمیہ روانہ ہو گیا جہاں شہیدِ پاکستان کی تدفین جاری تھی۔ شام کے سائے آنگنوں میں اتر آئے تھے جب شہیدِ پاکستان کو ان کے عظیم والدِ گرامی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا جا رہا تھا۔ شہید کی مرقد پر کھڑے لوگ پھولوں اور آنسوؤں کے نذرانے نچھاور کر رہے ہیں۔ شہید کی مرقد پر مٹی ڈالی جا رہی ہے۔ یہ منظر ہر دیکھتی آنکھ کو جھیل بنا گیا ہے۔

نمازِ جنازہ کے اہم شرکاء کے اسمائے گرامی

علامہ پیر سیّد ریاض حسین شاہ' صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم' علامہ سیّد حسین الدین شاہ' الحاج محمد حنیف طیبؔ' مفتی منیب الرحمٰن' پیر محمد افضل قادری' پیر محمد امین الحسنات شاہ' پیر سیّد محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی' صاحبزادہ عتیق الرحمٰن فیض پوری' قاری محمد زوار بہادر' انجینئر ثروت اعجاز قادری' مفتی محمد خان قادری' صاحبزادہ محمد محبّ اللہ نوری' علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی' خواجہ غلام قطب الدین فریدی' پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی' مولانا غلام محمد سیالوی' صاحبزادہ عبدالمصطفٰی ہزاروی' پیر میاں عبدالخالق' صاحبزادہ حامد رضا' صاحبزادہ سیّد ارشد سعید کاظمی' رانا ثناء اللہ (صوبائی وزیر)' پیر سیّد محمد محفوظ مشہدی' علامہ سیّد شبیر حسین شاہ حافظ آبادی' مولانا عبدالعلیم سیالوی' صاحبزادہ سیّد محمد صفدر شاہ گیلانی' صاحبزادہ رضا ثاقب مصطفائی' علامہ احمد علی قصوری' صاحبزادہ سیّد مصطفٰی اشرف رضوی' انجینئر سلیم اللہ خان' محمد اسلم سلیمی (جماعتِ اسلامی)' حمیدالدین المشرقی (خاکسار تحریک)' اعجاز چوہدری (تحریکِ انصاف)' مجتبٰی شجاع الرحمٰن (مسلم لیگ ن)' علامہ خادم حسین رضوی' پیر سیّد شمس الدین بخاری' مفتی محمد اقبال چشتی' خواجہ نورالزمان اویسی' مجیب الرحمٰن شامی' صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی' صاحبزادہ رضائے مصطفٰی نقشبندی' سردار ایاز صادق (ایم این اے)' صاحبزادہ عبدالمالک' مسکین فیض الرحمٰن' پیر میاں محمد حنفی سیفی' چوہدری محمد اصغر گجر (پی پی پی)' پیر سیّد آصف گیلانی' میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ' پیر سیّد خلیل الرحمٰن چشتی' صاحبزادہ سیّد مختار اشرف رضوی' میاں سلیم اللہ اویسی' علامہ محمد قاسم علوی' شاداب رضا' علامہ مقصود احمد قادری' مفتی سعادت علی قادری' علامہ محمد صدیق ہزاروی' کرنل محمد سرفراز سیفی' زاہد حبیب قادری' پروفیسر راؤ ارتضٰی حسین اشرفی' محمد نواز کھرل' صاحبزادہ سیّد شاہد گردیزی' علامہ طاہر تبسم' مفتی ظفر جبار چشتی' حافظ عبدالشکور سیالوی' انعام اللہ نیازی' مولانا محمد حسین آزاد' پیر سیّد ہارون گیلانی'

پروفیسر محمد احمد اعوان' چوہدری رحمت الٰہی (جماعتِ اسلامی)' خواجہ احمد حسان (مسلم لیگ ن)' علامہ نعیم جاوید نوری' محمد ضیاء الحق نقشبندی' محمد نعیم طاہر رضوی' علامہ محمد علی رضوی' علامہ رانا محمد ارشد رضوی' مولانا محمد اعظم نورانی' مولانا حافظ غلام علی' قاری محمد خان قادری' منصور الرحمٰن خان آفریدی ایڈووکیٹ' مولانا محمد بخش کرمی' محمد اکبر جتوئی' پیر سیّد محمد اجمل گیلانی' سلمان چوہدری (اے ٹی آئی)' رانا محمد عرفان' مولانا محمد اکبر نقشبندی' صاحبزادہ محمد داؤد رضوی' علامہ رضاء الدین صدیقی' احسان الحق صدیقی' حافظ افتخار احمد جٹ' علامہ ارشد اقبال' مفتی محمد حسیب قادری' علامہ نواز بشیر جلالی' ملک محبوب الرسول قادری' مولانا قاری مختار احمد صدیقی۔

سارا ماحول سوگوار- ہر آنکھ پُرنم- ہر دل غمزدہ- ہر شخص اداس

شہیدِ پاکستان کا ختمِ قل

لامحدود دکھ میں ڈوبے اور بے پناہ غم میں بھیگے اداس لمحوں کی روئیداد

............................محمد نواز کھرل

14 جون......2009ء کا ایک گرم ترین دن......اس روز سید ہجویر داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ' حضرت میاں میر رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ جمال رحمۃ اللہ علیہ' حضرت میراں حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ' حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ' حضرت پیر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور سید ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر صوفیوں کے شہر لاہور کے قلب میں بروئے کار قدیم اور عظیم دانش گاہ جامعہ نعیمیہ میں اپنی قوم کیلئے نشانِ عظمت بن جانے والے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کے ختمِ قل کا اہتمام ہوا۔ اس روز پورا ماحول سوگوار...... ہر آنکھ پرنم...... ہر دل غمزدہ اور ہر شخص اداس اداس دکھائی دے رہا تھا ...... جامعہ کے در و دیوار سے آنسو ٹپکتے محسوس ہو رہے تھے......سارا منظر لامحدود دکھ میں ڈوبا ہوا تھا...... دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء غم کی تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ غم' یہ دکھ' یہ اداسی' یہ درد' یہ اضطراب اس لئے تھا کہ جامعہ نعیمیہ میں ہونیوالی تقریبات کے موقع پر ہمیشہ جامعہ کے صدر دروازے پر کھڑے ہو کر مسکراتے چہرے کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کرنے والے درویش منش ڈاکٹر سرفراز نعیمی آج کسی کو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

ایک عظیم مقصد کیلئے شہادت کا تاج زیبِ سر کر لینے والے کشتۂ حرمتِ مصطفیٰ ڈاکٹر

سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی کے رنج والم میں بھیگی اداس اداس فضا میں قرآن خوانی کا آغاز ہوا۔ دو گھنٹوں پر محیط قرآن خوانی کے بعد ختم قل کی محفل شروع ہوئی۔ جامعہ نعیمیہ کی خوبصورت جامع مسجد کی پرشکوہ عمارت کے سامنے بنائے گئے کشادہ سٹیج پر نورِ ایمان سے چمکتے چہروں والے علماء ومشائخ تشریف فرما تھے اور سٹیج کے سامنے جامعہ کا وسیع صحن شہیدِ وطن سے ٹوٹ کر محبت کرنے والوں سے بھرا ہوا تھا۔ جامعہ کے برآمدے اور راہداریاں بھی سوگواروں سے اٹی پڑی تھیں۔ یہ سارا منظر نامہ ڈاکٹر شہید کے ساتھ والہانہ محبتوں اور عقیدتوں کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دیرینہ رفیقِ سفر پیکرِ اخلاص علامہ محمد قاسم علوی نے نظامت کے فرائض سنبھالے اور تلاوت ونعت کے بعد ملتان سے تشریف لائے ہوئے علامہ حفیظ اللہ نقشبندی کو اظہار خیال کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ''میں شریعت کے نام نہاد علمبرداروں سے پوچھتا ہوں کہ قرآن کے حافظوں کو شہید کرنا' لاشوں کو قبروں سے نکال کر درختوں سے لٹکانا اور سکولوں کو جلانا کہاں کی شریعت ہے''۔ بعدازاں انجمن اساتذۂ پاکستان کے رہنما صاحب بصیرت پروفیسر محمد احمد اعوان نے شہید کی یادوں اور باتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی سادگی اور سچائی کا پیکر تھے۔ وہ تکلفات' پروٹوکول اور نمود ونمائش پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹوں اور کارکنوں کا خیال رکھنا ان کا شیوہ تھا۔ ہمیں شہید کے راستے پر چلتے ہوئے کانگریسی فکر کا خاتمہ کرنا ہوگا'' اور اب اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ''کسی بھی عالم دین کیلئے تکبر تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی ذات تکبر اور غرور سے پاک تھی۔ وہ کھرے اور بیباک انسان تھے۔ ان میں منافقت نہیں تھی۔ وہ خدمت کے جذبے سے سرشار تھے۔ علامہ محمد صدیق ہزاروی کے بعد شہید پاکستان کے استاد گرامی ڈاکٹر ظہور احمد اظہر سامعین سے مخاطب ہوئے۔ ان کا کہنا تھا کہ ''میری ساری زندگی تدریس میں گزری ہے اور میرے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے لیکن ان

میں سے مجھے ڈاکٹر سرفراز نعیمی سب سے زیادہ عزیز تھے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے گولی کے ذریعے شریعت نافذ کرنے کی روش کے خلاف بغاوت کا اعلان کیا۔اسی جرم کی پاداش میں انہیں شہید کیا گیا''۔ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے انتہائی جذباتی لب و لہجے میں کہا کہ ''لوگو! آؤ آج ہم سب شہید کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور عہد کرتے ہیں کہ ہم ان کا مشن جاری رکھیں گے۔قربانیاں دیں گے اور وطن کی سالمیت پر آنچ نہیں آنے دیں گے''۔اب باری تھی، نوجوان قانون دان اور شہید پاکستان کے دیرینہ ساتھی عارف اعوان ایڈووکیٹ کی۔انہوں نے اپنے ولولہ انگیز خطاب میں کہا کہ ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے ہمیشہ کی طرح اپنے الفاظ کی سچائی اپنے عمل سے ثابت کردی ہے۔اب ہمیں آگے بڑھ کر ان کے مشن کا جھنڈا تھامنا ہوگا''۔عارف اعوان ایڈووکیٹ نے بتایا کہ ''جب شہید'' پر جھوٹے مقدمات قائم کردیئے گئے تو انہوں نے ضمانت قبل از گرفتاری کرانے سے انکار کردیا تھا اور جب میں نے ان سے کہا کہ انہیں عدالت میں پیشیوں سے مستثنیٰ قرار دلوایا جاسکتا ہے تو انہوں نے یہ کہہ کر اس سہولت سے فائدہ اٹھانے سے انکار کردیا کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میرے ساتھی عدالتوں میں پیش ہوتے رہیں اور میں گھر بیٹھا رہوں۔وہ ہر تاریخ پر عدالت میں سب سے پہلے پہنچتے تھے''۔جواں سال اور جواں عزم عارف اعوان ایڈووکیٹ نے جوش و جذبے سے لبریز تقریر کرتے ہوئے مزید کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے قاتلو! تم کتنے نعیمی مارو گے' اہلسنّت کا بچہ بچہ شوق شہادت سے سرشار ہے۔اب ہر گھر' ہر مدرسے اور ہر خانقاہ سے سرفراز نعیمی کفن باندھ کر نکلیں گے'' عارف اعوان ایڈووکیٹ نے اپنی تقریر کے آخر میں انتہائی دلسوزی کے ساتھ کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اتحادِ اہلسنّت کیلئے مخلصانہ کوششیں کرتے رہے۔آج ضرورت ہے کہ ہمارے قائدین متحد ہوکر شہید کا خواب پورا کریں۔جناب عارف اعوان ایڈووکیٹ کی شعلہ نوائی کا ارتعاش ابھی باقی تھا کہ ماہنامہ منہاج القرآن کے مدیر صاحبِ دانش ڈاکٹر علی اکبر الازہری مائیک پر آئے اور اپنی گفتگو کا آغاز اس شعر سے کیا

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نان شعیر پر ہے مدار قوتِ حیدری

انہوں نے مزید کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام اور پاکستان کے لئے اپنا خون نچھاور کر کے ہمیں بیدار کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب ہمیں سستیوں، کاہلیوں اور مصلحتوں کی چادر کو اتارنا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ شہید پاکستان بے نفسی کی عمدہ مثال تھے۔ ان کی شخصیت پر ریاکاری کا کوئی دھبہ نہ تھا۔ بصیر پور شریف کے سجادہ نشیں اور ماہنامہ نور الحبیب کے مدیر اعلیٰ سفیرِ محبت صاحبزادہ محب اللہ نوری نے اپنی مختصر تقریر میں کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اسم بامسمّٰی تھے۔ ان کی دلآویز شخصیت سادگی، عاجزی، اخلاص اور درد کے رنگوں سے سجی ہوئی تھی۔ جامعہ نعیمیہ کے فارغ التحصیل ہزاروں علماء کی نمائندہ تنظیم ''نعیمین ایسوسی ایشن'' کے بلند عزم صدر مفتی محمد حسیب قادری نے اپنے تڑپتے جذبوں کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے رہنما، ہمارے قائد، ہمارے استاد ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنی زندگی میں پروٹوکول کے قائل نہیں تھے لیکن اللہ نے ان کو شہادت کے بعد جو پروٹوکول دیا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ جامعہ نعیمیہ کے اولڈ سٹوڈنٹس کے قائد نے آتش فشانی لہجے میں کہا کہ شہید پاکستان کے بے رحم قاتلو! سن لو، ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد ولولے ختم نہ ہوں گے، آوازیں مدھم نہ ہوں گی، جذبے ماند نہ پڑیں گے ہم اپنے شہید قائد کے لہو کی عظمت کی قسم کھا کر اعلان کرتے ہیں کہ طالبانائزیشن کی مزاحمت کا مشن جاری رہے گا۔ ہم اپنے شہید قائد کے جانشیں راغب حسین نعیمی کے دست و بازو بنیں گے اور ان کی ہر آواز پر سر بکف ہو کر لبیک کہیں گے۔ مفتی حسیب قادری کی پر جوش تقریر سن کر بلند ہونے والے نعروں کی آواز تھمی تو ڈائس سے ادارہ صراط مستقیم کے بانی، آبروئے حلقۂ منبر و محراب، سر بلند جذبوں والے علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی کی مجاہدانہ آواز ابھری۔ انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز اپنے اشعار سے کرتے ہوئے کہا

عزم و ہمت کی چٹانوں کا ہمالہ سرفراز
پاک دھرتی کی فضاؤں کا اُجالا سرفراز
تاابد لکھا رہے گا سینۂ تاریخ پر
کربلائی ولولوں کا اک حوالہ سرفراز

آسمان خطابت پر چاند بن کر چمکنے والے کنز العلماء علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی نے جوشِ بیان کی منڈیروں پر جوشِ خطابت کے دیپ روشن کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا ہم سے جدا ہونا ایک المیہ ہے۔ آج جانے والے کے غم میں ہر طرف آنسو ہیں' آہیں ہیں اور نالے ہیں اس لئے کہ بچھڑنے والا کارکن بھی تھا' قائد بھی تھا۔ وہ دنیا میں آیا تو والدین نے ''سرفراز'' کہا وہ گیا تو ساری کائنات نے کہا سرفراز' سرفراز ہو گیا۔ وہ مردِ حق پرست تھا' وہ صداقت شعار تھا' وہ صاحبِ جنوں تھا' وہ شہادت کا تمنائی تھا' جہاں دھواں اٹھا' وہ وہاں پہنچا۔ جہاں اضطراب پیدا ہوا' وہ وہاں گیا' جہاں درد محسوس ہوا' وہ وہاں موجود پایا گیا۔ وہ نہ ایوارڈ کا خواہش مند تھا اور نہ گارڈ کا۔ وہ جیل کی سفاک تاریکیوں میں بھی کلمۂ حق بلند کرتا رہا۔ راہ نوردِ شوق علامہ جلالی نے اپنی تقریر کے آخر میں مجاہدانہ لہجے میں باطل کو للکارتے ہوئے کہا کہ ''آج فتنہ اور شر پگڑیوں اور داڑھیوں کے نیچے چھپ چکا ہے۔ آج فسادی جہادی بن کر دھوکہ دے رہے ہیں لیکن اہلِ حق اہلسنّت کسی کی خانہ ساز شریعت کو نافذ نہیں ہونے دیں گے''۔

قارئین کرام! ختم قل کی محفل اختتام کی طرف بڑھ رہی تھی۔ نماز ظہر کا وقت قریب آ پہنچا تھا جب عہد ساز علمی شخصیت غزالی زماں رازیٔ دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے قابلِ فخر بیٹے' چمکتی ہوئی روشنی جیسے صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی (وفاقی وزیر مذہبی امور) کا نام خطاب کیلئے پکارا گیا۔ انہوں نے انتہائی دلنشیں لب و لہجے میں اپنی گفتگو کا آغاز اس شعر سے کیا:

مرنے کیلئے جینا یہ کیسی حماقت ہے
جینے کیلئے مرنا یہ کیسی سعادت ہے

جگر گوشہ غزالی زماں کا کہنا تھا کہ ''سرفرازی کی سرفرازی کی گواہی ساری دنیا دے رہی ہے کیونکہ وہ بارود کی نہیں دُرود کی بات کرتے تھے۔ وہ گولی پر نہیں بولی پر یقین رکھتے تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ جوش میں بھی ہوش کا دامن نہیں چھوڑتے تھے۔ وہ دھیمے مزاج کے شائستہ آدمی تھے۔ وہ آگ لگانے والے نہیں آگ بجھانے والے تھے۔ صاحبزادہ حامد سعید کاظمی نے مزید کہا کہ عسکریت پسند اسلام اور پاکستان کے دشمن ہیں۔ وہ فوج، پولیس اور رینجرز پر حملے کر کے پاکستان کو ناکام ریاست ثابت کرنا چاہتے ہیں اور مسجدوں میں دھماکے کر کے مسلمانوں کا مسجد سے رشتہ توڑنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اہلسنّت نے جنازے اٹھانے کے باوجود انتقام، تخریب اور بدامنی کا راستہ اختیار نہ کر کے پاکستان کے ساتھ وفاداری ثابت کر دی ہے''۔ صاحبزادہ سید حامد سعید کاظمی کے بعد نظام مصطفیٰ پارٹی کے سربراہ، سابق وفاقی وزیر اور المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹیز کے ملک گیر نیٹ ورک کے روح رواں الحاج محمد حنیف طیب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے اپنی جان وطن پر نثار کر کے ہمیں ''شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے'' کا مفہوم سمجھا دیا ہے۔ ان کی شہادت نے دہشت گردی کیخلاف پوری قوم کو متحد اور اہلسنّت کو بیدار کر دیا ہے۔ اگر ہماری قیادت اس بیداری سے فائدہ نہ اٹھا سکی تو یہ بہت بڑا المیہ ہوگا''۔ اہلسنّت کے گمشدہ وقار کی بحالی کیلئے مخلصانہ جدوجہد کرنے والے محمد حنیف طیب نے مزید کہا کہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ نے مواقع ملنے کے باوجود زر پرستی کا شوق نہیں پالا بلکہ انہوں نے فقیروں جیسی درویشانہ زندگی گزاری۔

محسنِ اہلسنّت الحاج محمد حنیف طیب نے اپنی فکر انگیز تقریر کے آخر میں کہا کہ ''عسکریت پسند پاکستان کو ناکام ریاست ثابت کرنا چاہتے ہیں لیکن پاکستان بنانے

والے مشائخ کے فکری وارثین اس ناپاک سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے''۔
انہوں نے کہا کہ ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ ہمیں پیغام دے گئے ہیں کہ جیو تو اس انداز سے جیو کہ گولیاں چلتی رہیں، لاٹھیاں برستی رہیں، رگوں کا خون نچڑتا رہے، سروں کی فصل کٹتی رہے لیکن نبی رحمت کے دین کا پرچم کبھی سرنگوں نہ ہونے پائے اور تحفظ پاکستان کی جدوجہد جاری رہے''۔ بے پناہ دینی خدمات کا اثاثہ رکھنے والے حاجی حنیف طیب کی تقریر کے بعد شریعت اور جہاد کے نام پر دہشتگردی کرنے والے موت کے سوداگروں کو دلیرانہ اور شیرانہ انداز میں للکارنے والے مردِ جرّی صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کے خطاب کا اعلان ہوا تو جامعہ نعیمیہ کے وسیع اور کشادہ احاطے میں موجود ہزاروں عاشقانِ رسول ﷺ نے پرجوش نعرے لگا کر اپنے قائد کا استقبال کیا۔ جگر گوشۂ محدثِ اعظم نے جذبے، ولولے اور غیرت سے بھرپور کڑک دار طوفانی تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج پورا ملک ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کے غم میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ شہادت بہت بڑا قومی المیہ ہے۔ ہم پرامن ضرور ہیں لیکن ہم سرفراز نعیمی شہید کا خون رائیگاں نہیں جانے دیں گے۔

دہشت کے بت کدوں میں اذانِ حق بلند کرنے والے صاحبزادہ فضل کریم نے مزید کہا کہ نشتر پارک میں اہلسنّت کی ساٹھ سے زائد لاشیں گریں لیکن حکومتیں بے حس رہیں۔ ہم ظلم سہتے رہے لیکن ہم نے حکمت، تدبر اور امن کے راستے کو نہ چھوڑا کیونکہ ہم پاکستان بنانے والے ہیں۔ آج ہماری حکومتوں کو غور کرنا ہوگا کہ اس ملک میں عسکریت کو ہوا کس نے دی۔ حکومت سیاسی مصلحتوں سے بالاتر ہو کر ان نام نہاد دینی اور سیاسی رہنماؤں کے چہرے بے نقاب کرے جو آج بھی پاک فوج سے لڑنے والے طالبان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

سُنّی اتحاد کونسل کے سربراہ صاحبزادہ فضل کریم نے کہا کہ ہم ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی شہادت کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم سرفراز نعیمی شہید کے بے رحم قاتلوں کو قانون کے کٹہرے میں لانے تک چین سے نہیں بیٹھیں گے اور پاکستان کی سلامتی سے کھیلنے والوں

سے جنگ لڑتے رہیں گے۔ صاحبزادہ فضل کریم کی ولولہ انگیز تقریر کے بعد معروف روحانی شخصیت پیر سید خلیل الرحمٰن چشتی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہر شخص کو اتنی محبت دیتے تھے کہ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ ڈاکٹر صاحب سب سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ پنجاب اسمبلی کے سابق رکن پیر سید خلیل الرحمٰن چشتی نے بتایا کہ ان کا نعیمی خاندان کے ساتھ بہت پرانا تعلق ہے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمیؒ اور میں جنرل ضیاء الحق کے دور میں بننے والی مجلس شوریٰ میں اکٹھے تھے۔ختمِ قل کی محفل کے اختتامی لمحوں میں رویت ہلال کمیٹی کے چیئرمین اور تنظیم المدارس اہلسنّت کے امیر عزت مآب حضرت مفتی منیب الرحمٰن کو اظہار خیال کی دعوت دی گئی۔

جبینِ وقت پر جھومر بن کر چمکنے والے مفتی منیب الرحمٰن نے اپنی تقریر کا آغاز کرتے ہوئے کہا:

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم
جو چلے تو جاں سے گزر گئے

انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ جسامت میں کم اور علم میں کوہِ ہمالیہ تھے۔ شہادت کے بعد جس اعزاز' اکرام اور شان وشوکت کے ساتھ ان کی نماز جنازہ اور تدفین ہوئی' اس کی مثال نہیں ملتی۔اس منظر کو دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا
وہ شان سلامت رہتی ہے

مفتی منیب الرحمٰن نے اس مرحلے پر فیض احمد فیض کے اشعار بھی پڑے:

کرو کج جبیں پہ سر کفن
مرے دشمنوں کو گماں نہ ہو
وہ غرورِ عشق کا بانکپن
پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

مفتی منیب الرحمٰن نے مزید کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے ایثار اور وفا کے عہد کو نبھا دیا اور اپنی شہادت سے ایسا چراغ روشن کیا ہے جس سے کئی چراغ جلیں گے۔ اہلسنّت کے گلِ سرسبد مفتی منیب الرحمٰن نے کہا کہ ہم اسٹیبلشمنٹ کی گود میں کبھی بیٹھے تھے، نہ بیٹھیں گے۔ ان کی گود میں وہی بیٹھے ہیں جو دہشتگردوں کے سرپرست ہیں۔ پاکستان بچاؤ تحریک رواں دواں رہے گی۔ ڈاکٹر شہیدؒ کا مشن جاری رہے گا کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ موت کا ایک وقت متعین ہے۔ اس وقت سے نہ ایک لحہ پہلے اور نہ ایک لحہ بعد موت آ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنرل مشرف نے ڈالروں کے عوض ارض وطن کے مفادات کا سودا کیا۔ مشرف نے جو فصل بوئی تھی آج کے حکمران وہ کاٹ رہے ہیں۔ ہم کل کی طرح آج بھی پاکستان، اسلام اور نظام مصطفیٰؐ کی بات کرتے رہیں گے۔ انہوں نے ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کے صاحبزادے راغب حسین نعیمی کو یقین دلایا کہ ملک بھر کے اہلسنّت ان کے ساتھ ہیں۔ مفتی منیب الرحمٰن کی روح پرور تقریر کے بعد لاہور سے قومی اسمبلی کے رکن سردار ایاز صادق نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نعیمی خاندان عظیم روایات کا حامل خاندان ہے۔ اس خاندان کے افراد باطل کے سامنے سر جھکا کر جینے والوں میں سے نہیں ہیں بلکہ اس خاندان کے لوگ سر اٹھا کے اور آنکھیں جھکا کے چلتے ہیں۔

ختمِ قل کے آخر میں علامہ راغب حسین نعیمی کی اختتامی تقریر سے پہلے وفاقی وزیر زکوٰۃ وعشر اور لنڈی کوتل میں مقیم عظیم روحانی پیشوا حضرت شیخ گل جی کے لخت جگر صاحبزادہ نورالحق قادری نے عزم ویقین سے لبریز مضبوط اور توانا لہجے میں خطاب کرتے ہوئے کہا: ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت نے نعیمیوں کی تاریخ کو لہو رنگ بنا دیا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شخصیت تعصبات سے بالاتر تھی۔ وہ معتدل، میانہ رو، صلح جو انسان تھے۔ وہ زندگی بھر مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کیلئے کوشاں رہے''۔ وجاہت اور وقار کی تصویر صاحبزادہ نورالحق قادری نے اس مرحلے پر شعر پڑھا کہ

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

صوبہ سرحد میں طالبانائزیشن کی مزاحمت کرتے ہوئے اپنے خانوادے کے چھ افراد کی شہادت کا غم سہنے والے عالی جناب اپنے دل میں لئے صاحبزادہ نورالحق قادری کہہ رہے تھے: ''ہم آج جس شہید کی یاد میں جمع ہوئے ہیں وہ زندگی میں بھی سرفراز تھے اور شہید ہو کر بھی سرفراز' دہشتگرد ہمیں طیش میں لانا چاہتے ہیں مگر ہم ہر حال میں پرامن رہیں گے کیونکہ ہم صوفیاء کے ماننے والے ہیں۔ ہم بدترین حالات کا بھی صبر سے مقابلہ کریں گے۔ بہترین انتقام یہ ہے کہ ہم ڈاکٹر نعیمی شہید کا مشن جاری رکھیں۔

ختم قل میں شریک ہر فرد صاحبزادہ نورالحق قادری کے خطاب کی دلآویزی اور اثر آفرینی کے سحر میں ڈوبا دکھائی دے رہا تھا۔ اسی کیفیت کے دوران جونہی آبِ رواں جیسی زندگی گزارنے والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کے لختِ جگر اور جانشین جناب علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کے اختتامی خطاب کا اعلان ہوا تو فضا ایک بار پھر نعروں سے گونج اٹھی۔ ہر طرف نعرے ہی نعرے اور ولولے ہی ولولے تھے۔ تلاطم جذبات کا بحرِ بیکراں ہر طرف موجزن تھا۔ ہزاروں بازو فضا میں لہرا رہے تھے۔ شہیدِ پاکستان کے وارث' ان کے باصلاحیت بیٹے کی باطل کے ایوانوں میں زلزلہ بپا کردینے والی آواز بلند ہوئی تو نعرے تھم گئے اور حاضرین ہمہ تن گوش ہوگئے۔ علامہ راغب حسین نعیمی نے پُروقار تمکنت کے ساتھ گفتگو کا آغاز کیا اور کہا کہ میرے دادا مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے قیامِ پاکستان کے لئے قائداعظم کا ساتھ دیا اور میرے والدِ گرامی نے تحفظِ پاکستان کے لئے اپنی جان قربان کی۔ شہیدِ پاکستان کانٹوں بھرے پُرخطر راستے کے راہی تھے۔ اُس مردِ کامل نے مردانہ وار سازشوں اور رکاوٹوں کا مقابلہ کیا۔ 2005ء کے زلزلہ سے متاثر ہونے والوں کی بحالی اور امداد کے لئے میرے والدِ گرامی نے تنظیم المدارس کے پلیٹ فارم پر گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ وہ جنرل مشرف کے عہدِ ستم میں حکومتی ظلم و جبر کے

سامنے چٹان کی طرح ڈٹے رہے''۔ مجمع کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے علامہ راغب حسین نعیمی نے مزید کہا کہ ''پاکستان کو ایک ایسی جنگ کی طرف دھکیل دیا گیا جو ہماری جنگ نہ تھی۔ پاکستان کی بہادر فوج نے دہشت گردوں کے خلاف جو آپریشن شروع کر رکھا ہے' ہر محبِ وطن اس کی حمایت کر رہا ہے۔ میرے والدِ گرامی کو تحفظِ پاکستان کا نعرہ بلند کرنے کی سزا دی گئی ہے' میں پوچھتا ہوں کیا تحفظِ پاکستان کی بات کرنا جرم ہے''۔ علامہ راغب حسین نعیمی دردمندانہ اور جرأت مندانہ اسلوب میں خطاب کر رہے تھے اور ان کی آواز میں درد و گداز کا راز چاروں طرف نکھر نکھر کے بکھرتا رہا۔ ان کے الفاظ غم زدہ سامعین کے دلوں کی زمین پر گر رہے تھے۔ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی نے کہا کہ ''آج بھی بعض مذہبی جماعتیں گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہیں لیکن اہلسنّت کا بچہ بچہ مجاہد بن کر میدان میں نکلے گا اور پاکستان بچاؤ تحریک دہشت گردی کے ناسور کے خاتمے تک جاری رہے گی۔ اس مرحلے پر ڈاکٹر راغب نعیمی نے اعلان کیا کہ اہلسنّت اپنی ہر مسجد' ہر خانقاہ' ہر مدرسے اور ہر گھر پر پاکستانی پرچم لہرائیں تاکہ پاکستانیت کے جذبے عام ہوں''۔ شہید کے جواں عزم بیٹے نے کہا کہ ''آج کا دن عہد کا دن ہے' آج پیمان کا دن ہے' آیئے آج ہم سب شہید پاکستان کی روح کو گواہ بنا کر عہد کریں کہ ہم اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کی مزاحمت جاری رکھیں گے۔ میں بھی آپ سے عہد کرتا ہوں کہ جو ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے' میں اُسے نبھا کر دکھاؤں گا لیکن مجھے زندگی کے آئندہ سفر میں ہر قدم پر اپنے چچا جان محفوظ الرحمٰن نعیمی اور محمد عارف نعیمی کے علاوہ حضرت علامہ عبدالعلیم سیالوی کی سرپرستی کی ضرورت رہے گی''۔ اپنی تقریر کے آخر میں علامہ راغب حسین نعیمی نے اعلان کیا کہ ''عراق' افغانستان اور فلسطین سمیت تمام عالمی اور ملکی ایشوز پر جامعہ نعیمیہ کی پالیسی وہی رہے گی جو ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی تھی۔ ہم مسلمانوں کے ساتھ ہیں' کفر کے ساتھ نہیں۔ علامہ راغب حسین نعیمی کا لاجواب خطاب اپنے اختتام کو پہنچا تو اہلِ شوق کی ذوقِ سماعت کی تشنگی ابھی تک برقرار تھی۔ درود و سلام سے مہکتی فضاؤں میں یہ محفلِ قل اختتام پذیر ہوگئی۔

میں بھی حاضر تھا وہاں

شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کا چہلم

﴿آنکھوں دیکھا حال﴾

تحریر: حافظ خورشید احمد قادری (ایم فل علوم اسلامیہ)

شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی بے مثال شہادت کو 19 جولائی 2009ء بروز اتوار کو پورے اڑتیس دن گزر چکے تھے لیکن لاہور کی شاہراہوں' گلیوں' بازاروں' مساجد اور تعلیمی اداروں پہ اداسی کی کیفیت اسی طرح موجود تھی جس طرح 12 جون 2009ء بروز جمعۃ المبارک کو آپ کی شہادت کی خبر سن کر طاری ہوئی تھی۔ آپ کی شخصیت' علمی خدمات' تدریسی طریقہ کار' انتظامی صلاحیت' سیاسی نقطہ نظر اور سب سے بڑھ کر کسر نفسی اور عدیم النظیر سادگی کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے نہ صرف وطن عزیز کے چاروں کونوں بلکہ ہمسایہ ملک بھارت' موریشس اور مغربی ملکوں ڈنمارک سے بھی آپ کے عقیدت مند جوق در جوق جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کا رخ کر رہے تھے۔ لاہور کی انتظامیہ نے ایک عالم دین' ایک ماہر تعلیم' ایک دانشور' ایک مدبر اور ایک شہید وطن کے شایان شان خوب انتظامات کر رکھے تھے۔ شہید پاکستان چوک (بتی چوک گڑھی شاہو) سے بوہڑ والا چوک تک ایک کلومیٹر سے زیادہ علاقے کو ہر قسم کی ٹریفک کیلئے صبح نو بجے سے پہلے ہی بند کر دیا گیا تھا۔ علامہ اقبال روڈ کا یہ حصہ جامعہ نعیمیہ کی عمارت اور اس سے ملحقہ ایک طرح سے جلسہ گاہ بن گیا تھا۔ شہید پاکستان چوک سے بوہڑ والا چوک تک

شرکاء کی گاڑیاں' موٹر سائیکلیں' سائیکلیں اور الیکٹرانک میڈیا کی گاڑیاں براہ راست نشریات کیلئے اپنے تمام ساز وسامان سمیت کھڑی تھیں۔ پنجاب پولیس کا کڑا پہرا عالم' عامی' صحافی اور میڈیا مین کو تحفظ کا احساس دلا رہا تھا۔ نعیمین ایسوسی ایشن کے نوجوان عہدہ داران پنڈال اور پنڈال سے باہر شرکاء کی رہنمائی اور سہولت کیلئے موجود تھے۔

صبح دس بجے کے بعد جامعہ نعیمیہ کی مسجد اور مدرسہ کے مشترکہ صحن میں ڈاکٹر نعیمیؒ صاحب (2009 -1948) کی شہادت کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اجلاس شروع ہوا تو گرمی اپنے جوبن پر تھی۔ کھلے صحن پر تنبو کی چھت تان دی گئی تھی۔ اس صحن کے مغرب میں مسجد کا مرکزی ہال' شمالاً جنوباً برآمدے' پہلی اور دوسری منزل کے کمرے اور راہ داریاں لوگوں سے بھری ہوئی تھیں۔ صحن کا مشرقی کنارہ (جامعہ کے دفتر یعنی ڈاکٹر صاحب کی جائے شہادت کے بالکل سامنے کا حصہ) میڈیا والوں کیلئے مخصوص تھا۔ وہ سٹیج سے تقریباً پینتیس قدم کے فاصلے سے تمام کارروائی کے ابلاغ (Coverage) اور ریکارڈنگ میں مصروف تھے۔ حاضرین کی بہت بڑی تعداد' پنڈال سے باہر چلچلاتی دھوپ اور درجہ حرارت نے تو کسی کو بے چین نہیں کیا لیکن دن تقریباً ساڑھے بارہ بجے موسم کچھ ابر آلود ہو گیا۔ ہوا چونکہ بند تھی اس لیے حبس کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ نعیمین ایسوسی ایشن کے نوجوانوں نے پروفیسر وارث علی شاہین صاحب کی قیادت میں صحن پر تنے ہوئے تنبو کے مخالف سمت کے ایک ایک کونے کو ہٹا دیا جس سے پنڈال کے اندر حبس کی کیفیت کو کم کرنے میں مدد ملی۔

MAKRO CASH AND CARRY STAR MIXER کمپنی نے اپنے مشروب MIXER: QUALITY INSTANT & DRINK کے ذریعے ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے دن سے چہلم کے دن تک قبر مبارک کے زائرین اور تعزیت کرنے کیلئے آنے والے مہمانوں کی پیاس بجھانے کا ذمہ اپنے سر لے لیا۔ جلسہ چہلم کے اتنے بڑے اجتماع میں بھی کمپنی کے نوجوان کارکن پوری جلسہ گاہ میں

جگ اور کاغذ کے گلاس (Disposable Glass) لئے گھومتے رہے تاکہ جلسہ میں شریک کسی فرد کو پیاس بجھانے کیلئے اپنی جگہ سے نہ اٹھنا پڑے۔

جامعہ نعیمیہ کے دو نوجوان فاضل مفتی محمد حسیب قادری اور حافظ محمد ارشد اقبال نعیمی باری باری نقابت کے فرائض کی بجا آوری کیلئے مستعد تھے۔ جلسہ کی کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام مجید سے ہوا۔ جامعہ نعیمیہ کے شعبہ تجوید و قرات کے ہردل عزیز استاذ قاری محمد رفیق نقشبندی صاحب نے نہایت خوش الحانی سے چند آیات قرآنی تلاوت فرمائیں۔ نعت کیلئے جناب حسن رضا صاحب کو دعوت دی گئی۔ یہ نوجوان جامعہ نعیمیہ کا ایک محنتی طالبعلم ہونے کے ساتھ ساتھ شعبہ ابلاغیات جامعہ پنجاب کا بھی ایک ہونہار سکالر ہے۔ مفتی محمد سلطان خوشتر فیضی صاحب کو ڈائس پر بلایا گیا تو آپ نے ڈاکٹر نعیمیؒ شہید کی شان میں ایک منقبت پڑھی۔ منہاج القرآن علماء ومشائخ ونگ کے ناظم علامہ محمد حسین آزاد صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں ڈاکٹر صاحب کی علمی، انتظامی اور سیاسی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

تنظیم المدارس بلوچستان کے صدر مولانا وزیر القادری نے ڈاکٹر صاحب کی شہادت کو ایک عظیم نقصان قرار دیا اور فرمایا: ''ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسی دوسری شخصیت کو دیکھنے کیلئے آنکھوں کو نہ جانے کتنا انتظار کرنا پڑے''۔ بحر ہند کے جزیرہ موریشئس سے تشریف لانے والے علامہ شمیم نعیمی صاحب نے فرانسیسی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا اور ڈاکٹر صاحب کی مسلکی، ملکی اور ملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا۔ حافظ ظفر اقبال نعیمی فاضل جامعہ نعیمیہ نے اپنے خیالات کا اظہار انگریزی زبان میں کرتے ہوئے فرمایا:

"Dr.Sarfraz Naeemi was married with his four students just due to the fact that he spoke the truth."

بلوچستان سے ڈسٹرکٹ جج مولانا محمد قاسم بلوچ صاحب نے خطبہ کے بعد مفتی

محمد حسین نعیمیؒ (1923-1998) صاحب کی بیان کردہ مقصد کے ساتھ سچی لگن کے حوالہ سے ایک حکایت سے بات شروع کی:

''ایک شکاری نے جال بچھایا اور گندم کے دانے وہاں بکھیر دیئے۔ بہت سی چڑیاں، فاختائیں اور کبوتر جال میں پھنس گئے۔ شام ڈھلنے سے پہلے شکاری نے سب پرندوں کو آزاد کر دیا۔ اگلے دن اسی طرح جال پھیلایا اور گندم کے دانے بکھیر دیئے۔ شام ڈھلنے سے پہلے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ جب تیسرے دن بھی اس نے اسی عمل کو دہرایا تو ایک مشاہد نے پوچھا: میاں کیوں غلہ ضائع کر رہے ہو؟ شکار تم پکڑتے نہیں ہو۔ شکاری نے جواب دیا: میں بلا مقصد جال نہیں پھیلاتا اور نہ ہی گندم کے دانے ضائع کرنے کیلئے بکھیرتا ہوں میرا مقصد چڑیاں، فاختائیں اور کبوتر پکڑنا نہیں بلکہ عقاب کو قابو میں لانا چاہتا ہوں۔ اگر شاہین کے حصول کیلئے مجھے ساری عمر بھی جال بچھانا اور دانے بکھیرنے پڑے تو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا کیونکہ مقصد کیلئے ایک زندگی کی جدوجہد کوئی معنی نہیں رکھتی''۔

ایک ساتھی سلیم صاحب اور میں مخاطب تھے۔ مفتی صاحب نے فرمایا: کاکا! اگر تم جامعہ نعیمیہ کے سب طلباء میں سے ایک بھی شاہین پیدا ہو گیا تو میں سمجھوں گا کہ میری نصف صدی کی جدوجہد کا حاصل مجھے مل گیا۔ مولانا قاسم بلوچ صاحب نے فرمایا کہ میری رائے کے مطابق مفتی محمد حسین نعیمیؒ صاحب کے وہ مطلوبہ شاہین، شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ ہی تھے۔ حافظ غلام دستگیر اور ہم نواؤں نے ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب کی لکھی ایک منقبت ترنم سے پیش کی۔

عزم و ہمت کی چٹانوں کا ہمالہ سرفراز
پاک دھرتی کی فضاؤں کا اجالا سرفراز
تا ابد لکھا رہے گا سینۂ تاریخ پر
کربلائی ولولوں کا اک حوالہ سرفراز

نعیمی تیرے جاں نثار...... بے شمار بے شمار کے نعروں کی گونج میں ادارہ منہاج الحسین کے پرنسپل علامہ محمد حسین اکبر ڈائس پر آئے۔ آپ نے "موت العالم موت العالم" سے بات شروع کی اور فرمایا: ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے تحفظ ناموس رسالت کیلئے انتھک کام کیا۔ آپ وحدت امت کے علمبردار تھے۔ حالات کی سنگینی کے پیش نظر بڑے بڑے جید علماء اور قائدین دہشت گردوں کے خلاف بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ ڈاکٹر نعیمی نے نہ صرف دہشت گردوں اور مجاہدین کے درمیان خط امتیاز کھینچا بلکہ نام نہاد مجاہدین کے خلاف فتویٰ بھی جاری کیا۔ آپ کی کوششیں صرف فتویٰ نویسی تک محدود نہ رہیں۔ آپ نے لاقانونیت کی اس آندھی کے خلاف عملی جدوجہد میں صف اول کی جگہ کو منتخب کیا۔ آپ قائدانہ کردار ادا کرتے ہوئے دنیائے فانی سے عالم بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ 12 جون بروز جمعۃ المبارک کو عباس انصاری صاحب میرے پاس آئے ہوتے تھے۔ ڈاکٹر نعیمی بھی مدعو تھے لیکن وہ دنیا کی سرفرازی کے بعد آخرت کی سرفرازی کے سفر پر روانہ ہو گئے۔ اب ہمیں ان کے مشن کو آگے بڑھانا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں سیکھنا ہے کہ دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کیسے کی جاتی ہے۔

علامہ اکبر صاحب کے زور بیان پر حاضرین نے: نعرہ تحقیق...... حق چار یار کا نعرہ لگا کر داد دی۔ آپ نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ڈاکٹر نعیمی صرف شہید اہلسنّت نہیں شہید پاکستان ہیں۔ وہ تمام فرقوں کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ وہ فرقہ واریت سے بلند تھے۔ ان کے تلامذہ کو چاہئے کہ ہر قسم کی تنگ نظریوں سے بالا ہو کر سوچیں۔ ڈاکٹر صاحب میرے ساتھ کئی ایک میٹنگز میں شریک رہے۔ سب سن لیں کہ ہمارے درمیان وحدت کے پہلو زیادہ اور اختلاف کے پہلو کم ہیں اس لیے اگر ہم متحد ہو جائیں تو دشمن ہمارے درمیان سوئی جتنا راستہ نہیں بنا سکتا۔ میں نے مفتی محمد حسین نعیمیؒ صاحب کے ساتھ بھی کام کیا اور لاہور کو امن کا گہوارہ بنا دیا۔ ہم عزیزم راغب حسین نعیمی کے بھی ساتھ ہیں۔ ان جذبات کا اظہار کر کے ہم کسی پر احسان نہیں کر رہے بلکہ ایک عالم دین کی

حیثیت سے یہ ہمارا فرض ہے۔ من قطعنی وصلنی جو مجھ سے ٹوٹے گا میں خود اس کے ساتھ اتحاد کروں گا۔ دشمن شیعہ یا سنّی کا نہیں وہ تو مسلمان کا دشمن ہے۔ علامہ اکبر صاحب نے اپنی بات یوں ختم کی کہ ڈاکٹر صاحب کا متبادل نہیں مل سکتا۔

ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر الازہری (صدر جمعیت علمائے پاکستان) نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر نعیمی ہر طبقہ فکر میں اس قدر مقبول تھے کہ ہر دل افسردہ اور ہر آنکھ اشکبار ہے۔ نعیمی صاحب عالم اسلام کی قدیم ترین اور عظیم درسگاہ جامعۃ الازہر میں میرے کلاس بیچ فیلو (Badge Fellow) تھے۔ وہ بے مثال شخصیت کے مالک تھے۔ اخلاق مصطفوی کا پیکر تھے۔ انکسار ان کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو تھا۔ عام علماء اور مقررین کے علی الرغم ...... پاکستان کے کسی بھی شہر' گاؤں یا قصبہ میں پہنچنے کیلئے ...... وہ نہ کرایہ مانگتے' نہ گاڑی طلب فرماتے' بے تکلف بس پر تشریف لے جاتے۔ آپ جیسے ہر دلعزیز عالم دین کی شہادت ملت پاکستان کے خلاف ایک سازش ہے۔ آپ پاک دھرتی کو فرقہ واریت سے پاک کرنے کیلئے بنائی گئی آل پارٹیز کانفرنس کے کمیٹی کے ایک متحرک رکن تھے۔

دین اسلام کا اعزاز ...... سرفراز سرفراز کے نعرے گونج رہے تھے کہ اسی دوران ادارہ منہاج القرآن کے امیر مسکین فیض الرحمان صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور انہوں نے "لیبلوکم ایکم احسن عملا" (الملک:۲) کو اپنا موضوع قرار دیا اور سورۃ البقرہ کی یہ آیات تلاوت کیں۔ "یا ایھا الذین امنوا استعینو با الصبر و الصلوۃ ان اللہ مع الصابرین ولا تقولوالمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیآء ولکن لاتشعرون "(البقرہ:۱۵۲'۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ

نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں (ان کی زندگی کا) شعور نہیں۔

دینی لوگ بارگاہ رب سے سند یافتہ (Qualified) ہوتے ہیں اس لیے انہیں "یا ایھا الناس" نہیں "یا ایھا الذین امنوا" کے الفاظ سے پکارا جاتا ہے۔ ایمان والوں کے طبقات میں اولیاء، علماء اور شہداء زیادہ نمایاں ہیں۔ سو ڈاکٹر نعیمی صاحب کی شہادت پر انہیں ہدیہ تبریک پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ نصوص قرآنی کے مطابق شہید زندہ ہوتے ہیں اس لیے میرا یقین ہے کہ ان کی روح اور جسد پاک ہماری باتیں سن رہے ہیں۔ (سٹیج کی ادائیں جانب ڈاکٹر صاحب آسودہ خاک ہیں) امیر تحریک تحریک منہاج القرآن نے یہ اطلاع دیتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کی کہ! "تحریک منہاج القرآن کے 90 ممالک کے اندر قائم مراکز میں ڈاکٹر نعیمی صاحب کی یاد میں تقاریب کا انعقاد ہو رہا ہے جن میں آپ کی ذات اور خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا جا رہا ہے"۔

نقیب محفل مفتی محمد حسیب قادری صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے شہادت کا سفر اختیار کیا تو ان کے چار تلامذہ نے بھی ان کی ہم سفری کا اعزاز پایا۔ ۱- حافظ عبدالرحمٰن شہید (2009 -1984ء) آپ کا تعلق ضلع خوشاب کے قصبے قائد آباد سے تھا۔ ایف اے، بی اے کی تعلیم جامعہ نعیمیہ سے مکمل کی۔ ماس کمیونیکیشن ڈیپارٹمنٹ پنجاب یونیورسٹی کے طالبعلم تھے۔ جامعہ نعیمیہ کے میڈیا کوآرڈینیٹر اور نعیمین ایسوسی ایشن پاکستان کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔

۲- حافظ محمد اکمل شہید (ش 2009ء)

۳- حافظ محمد راشد شہید (ش 2009ء)

۴- حافظ محمد اسماعیل شہید (ش 2009ء) آپ کا تعلق تحصیل سوہاوہ ضلع جہلم کے گاؤں ڈھوک بابا سلطان سے تھا۔ آپ نے حفظ القرآن کریم کی دولت جامعہ شمسیہ ضیاء القرآن کھوکھا شریف ضلع جہلم سے شیخ المجد دین قاری محمد یوسف سیالوی صاحب (پ 1947ء) کے زیر سایہ حاصل کی۔ دو سال درس نظامی کے اسباق پڑھنے کے بعد

آپ نے لاہور بورڈ سے جماعت نہم کا امتحان دیا اور شعبہ تجوید و قراءت کے پہلے سال کی کلاس میں داخلہ لے لیا۔

ان شہدائے راہ وفا کے ورثاء جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو علامہ راغب حسین نعیمی صاحب اور سٹیج پر موجود دوسرے علماء نے بھیگی آنکھوں اور پر عزم چہروں سے شہداء کے لواحقین کا استقبال کیا۔

سٹیج سے جامعہ نظامیہ رضویہ کے شیخ الحدیث علامہ حافظ عبدالستار سعیدی صاحب کو دعوت اظہار ملی۔ خطبہ مسنونہ کے بعد آپ نے آیۃ مبارکہ "فاذ کرونی اذکر کم" (البقرہ:۱۵۲) تلاوت کی۔ پھر فرمایا: جو رب کا ذکر بلند کرتا ہے۔ رب اس کا ذکر بلند کرتا ہے۔ "فاذ کرونی" کا مظاہرہ ڈاکٹر نعیمی کی قیادت میں ان کے چار تلامذہ نے کیا۔ "اذکر کم" کا مظاہرہ آپ اس پنڈال میں دیکھ رہے ہیں۔ وہ سب کے پیارے تھے اس لیے ہر کوئی ایک دوسرے سے تعزیت کا اظہار کر رہا ہے۔ سعیدی صاحب نے اپنی بات کو یوں سمیٹا۔ ڈاکٹر صاحب نے سنتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شان دار زندگی بسر کی۔ رب العزت نے انہیں عظمت والی موت سے نوازا۔

ڈاکٹر علی اکبر الازہری آلہ مکبر الصوت پر تشریف لائے اور فرمایا: میں شاعر نہیں ہوں، شہید کی روح کا معجزہ ہے کہ مجھ سے نظم لکھی گئی۔ پہلی مرتبہ یہ منظوم کلام منہاج القرآن علماء کونسل کی طرف سے 23 جون 2009ء کو مرکزی سیکرٹریٹ کانفرنس ہال میں منعقدہ تعزیتی ریفرنس میں پیش کیا گیا ہے۔

شہید آبروئے وطن سرفراز وفاؤں کا ہے ایک چمن سرفراز
وہ اسیر ناموس رسالت بھی ہے غیرت دین کا نقش کہن سرفراز
ابن زہراء کے جذبوں کا امین بھی بوبکر وعمر کی کرن سرفراز

جمعیت علمائے پاکستان آزاد کشمیر کے جنرل سیکرٹری علامہ امتیاز صدیقی صاحب روسٹرم پر آئے۔ خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: میں اہلیان آزاد کشمیر کی طرف سے ڈاکٹر نعیمی

صاحب کوخراج عقیدت پیش کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔آپ تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے امین بنے تو وابستہ مدارس کی تعداد سینکڑوں میں تھی' جب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا تو تنظیم المدارس کے جھنڈے تلے ہزاروں مدارس موجود ہیں۔میری رائے تو یہ ہے کہ مولانا شاہ احمد نورانی صاحب (1926-2003ء) کے بعد ڈاکٹر صاحب کی صورت میں ہمیں ایک سچا لیڈر ملا جسے ظالموں نے ہم سے چھین لیا۔

سید محمد نقوی صاحب نے ابتدائی کلمات کے بعد حاضرین کو بتایا کہ ڈاکٹر نعیمی صاحب ایسی مرنجاں مرنج طبیعت کے مالک تھے کہ آپ کی شہادت کے بعد ہمارے کچھ وفود ایران گئے تو ملاقات کے دوران سابق صدر اسلامی جمہوریہ ایران جناب علی اکبر ہاشمی (پ 1934) رفسنجانی اور ایران کے روحانی پیشوا علی خامنائی نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو بہت قابل تعریف شخصیت قرار دیا۔

پروفیسر ظفر عادل صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر صاحب ہمارے درمیان سے اٹھ گئے ہیں تو دور دور تک ان جیسی بے مثال شخصیت نظر نہیں آتی۔موت کے تصور سے بڑے بڑے پہلوانوں کا پتہ پانی ہو جاتا ہے۔شہید چونکہ اپنی جان کی قیمت پر ایک تصور کو اپنے ہم وطنوں کے ذہنوں میں زندہ کرتا ہے اور قوم کو نئی زندگی بخشنے کا باعث بنتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہے: شہید کی جو موت ہے...... وہ قوم کی حیات ہے۔ڈاکٹر نعیمی صاحب کی شہادت نے طالبان کے حوالہ سے تقسیم شدہ قوم کو متحد کر دیا ہے۔رب کریم نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○

(فصلت:۳۰۔۴۱)

ترجمہ:''یقیناً وہ لوگ جنہوں نے شہادت دی کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت قدم رہے۔نازل ہوتے ہیں ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور خوش

ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا''۔ اس آیہ مبارکہ کی روشنی میں بس یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ کی شہادت پر اہلِ وطن نے فرشتے اترتے ہوئے نہیں دیکھے۔

اس موقع پر ٹخنوں تک لمبا عربی کرتہ زیب تن کیے سیاہ رنگ کی نفیس رام پوری ٹوپی سر پر سجائے اور گلے میں کلیجی رنگ کا رومال لٹکائے تیکھے نقش نین اور سانولی رنگت کے ایک نوجوان محمد شہاب الدین رضوی صاحب مائیک پر آئے۔ حسن ملیح کے اس شاہ کار نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ میں اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خانؒ بریلوی (1856-1921ء) کے دربار شریف کا ایک خادم ہوں۔ دربار عالیہ بریلی شریف کے نمائندہ کی حیثیت سے یہاں حاضر ہوا ہوں۔ ناظم اجلاس کی قید کے مطابق تین منٹ میں اپنی بات ختم کرنے کی کوشش کروں گا۔ بھارت میں بسنے والے تیس کروڑ مسلمانوں کی نمائندگی کیلئے تین افراد پر مشتمل ایک وفد اس جلسہ میں شرکت کر رہا ہے۔ ہمارے وفد کی قیادت ''رضا اکیڈمی'' ممبئی کے چیئر مین جناب محمد سعید نوری صاحب فرما رہے ہیں۔ اس قافلہ کے تیسرے معزز رکن ''افکار رضا'' ممبئی کے ایڈیٹر جناب محمد زبیر قادری صاحب ہیں۔ آپ نے فرمایا: بریلی شریف کا رشتہ مراد آباد کے واسطے سے جامعہ نعیمیہ سے بہت گہرا اور بہت پرانا ہے۔ 1992ء میں مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے بریلی شریف قدم رنجہ فرمایا تو میں جماعت سوم کا طالبعلم تھا۔ مفتی صاحب نے بڑی شفقت اور دیر تک میرے لہجے میں مجھ سے ہم کلام رہے۔

بھارت سے آئے ہوئے اس مہمان کی تقریر کے دوران میرے وطن کے عظیم عالم دین محقق شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب کی آمد ہوئی۔ آپ سادگی سے سٹیج پر ایک جانب ہو کر بیٹھ گئے۔ شہاب صاحب کی تقریر ختم ہوئی تو ''جہان رضا'' لاہور کے ایڈیٹر پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب (پ 1927ء) جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو مولانا شہاب الدین رضوی صاحب نے آگے بڑھ کر فاروقی صاحب کا استقبال کیا

اور بڑی عقیدت سے درخواست کی کہ وہ سٹیج پر تشریف فرما ہوں۔ راقم نے اس عقیدت کا مشاہدہ کیا تو فوراً اس نتیجے پر پہنچا کہ اس عقیدت کی وجہ ''ماہنامہ افکار رضا'' ماہنامہ جہان رضا اور بریلی شریف کی پاک سرزمین ہے۔

جماعت اہلسنّت پاکستان کے رہنما شمس العلماء سید شمس الدین بخاری صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد ایک مختصر لیکن سچے کی بات فرمائی! ''جس کا عقیدہ درست ہو موت اس کیلئے تحفہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب ہم سے جدا تو ہو گئے ہیں لیکن عقیدتوں کے خراج ہمیشہ حاصل کرتے رہیں گے'' حافظ مشتاق سلطان صاحب نے آیت کریمہ تلاوت کی! ''من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیاۃ طیبۃ'' (النحل) ترجمہ: ''جو کوئی کرے گا نیک عمل خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ضرور بسر کرائیں گے ہم اسے (دنیا میں) اچھی زندگی''۔ آپ نے پنجابی زبان کو ذریعہ اظہار بنایا اور یوں گویا ہوئے! حلقہ یاران عشق و مستی! جامعہ نعیمیہ کے مئے خانے سے جام پی کر ہزاروں علماء حق وطن عزیز اور دنیا کے مختلف کونوں میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خیرات تقسیم کر رہے ہیں۔ ہماری بنیاد فلسفہ اور منطق نہیں بلکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس دولت کے حصول کے بعد ہم تردد کا شکار نہیں ہوتے بلکہ عاجزی وانکساری ہمارے تن بدن میں سرایت کر جاتی ہے۔ آپ نے اس شعر پر اپنی بات مکمل کی۔

جیو تو ایسے جیو کہ ہر شخص احترام کرے
مرو تو ایسے مرو کہ دنیا تمہیں سلام کرے

جامعہ نعیمیہ کے سابق ناظم تعلیمات سید محمد اشرف صاحب ناروے سے ڈاکٹر نعیمی صاحب کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے اس محفل میں شرکت کیلئے تشریف لائے۔ آپ نے اس آیت کو اپنا موضوع بنایا۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ O (الصف:۸) ترجمہ: ''یہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کا نور اپنے منہ کی پھونکوں

سے (اور یہ فیصلہ ہے اللہ کا کہ وہ پورا پھیلا کر رہے گا اپنے نور کو خواہ کتنا ہی ناگوار ہو کافروں کو"۔ جب ناروے میں ڈاکٹر نعیمی صاحب کی شہادت کی خبر پہنچی تو آپ اندازہ نہیں کرسکتے کہ لوگوں کے غم واندوہ کا کیا عالم تھا۔ جب لوگ اس سانحے سے آگاہ ہوئے تو دنیا کے اس حصے میں نماز جمعہ کا وقت نہیں ہوا تھا۔ خطیب حضرات نے جمعۃ المبارک کی باجماعت نماز سے پہلے اپنی گفتگو کیلئے موضوعات سوچ رکھے تھے لیکن جب اس اندوہناک حادثے کی اطلاع عام ہوئی تو ہر مسجد کے خطیب کا ایک ہی موضوع تھا: "ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی دردناک شہادت" ڈاکٹر صاحب کے نام کے ساتھ بہت سے القابات لگائے جارہے ہیں جیسے شہید ناموس رسالت، شہید اہلِ محبت، شہیدِ اہلسنّت، شہید اہلِ دین، شہید پاکستان، شہید اسلام، شہید ملت وغیرہ، لیکن میری رائے میں آپ کی شخصیت کے لئے سب القابات چھوٹے ہیں کہ آپ شہادت کے رتبے پر سرفراز ہوگئے ہیں۔

یہاں سید محمد اشرف صاحب نے اس بات کی طرف اشارہ کیا جس سے زیادہ لوگ واقف نہیں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کا نام مفتی صاحب نے "ملحوظ الرحمٰن" رکھا لیکن یہ نام خاندان اوراحباب میں مقبول نہ ہوسکا۔ دنیا اور آخرت کی کامیابیوں کو پایاب کرنے والا سرفراز کے نام سے ہی موسوم ہوا۔ اصل اہلِ اسلام ہم اہلسنّت و جماعت ہیں۔ یہ لوگوں کی جانوں سے کھیلنے والے مسلمان کی تعریف پر پورے ہی نہیں اترتے کہ مسلمان سے تو اہلِ جہان سلامتی میں رہتے ہیں۔

دہشت گردی کی تاریخ سے پردہ اٹھاتے ہوئے آپ نے فرمایا::

قابیل نے ہابیل کو مارا تو یہ اس زمین پر پہلی دہشت گردی تھی۔ آقائے دوجہان صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دینے کی کوشش کی گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو مصلیٰ امامت پر دہشت گردی کا نشانہ بنادیا گیا۔ حضرت عثمان بن عفان ذوالنورین کو تلاوت کلام مجید کرتے ہوئے شہید کردیا گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی مسجد میں جام شہادت پلا دیا گیا۔ نواسۂ رسول حضرت حسنؓ کو خوراک میں زہر دے دیا گیا جگر گوشہ خاتون جنت حضرت

حسینؓ کو کربلا کی خاک میں تڑپا دیا گیا۔ اس سلسلہ شہادت کی آخری کڑی یہ ہے کہ ڈاکٹر نعیمی کو خودکش حملہ آور کا نشانہ بنا دیا گیا۔

نیویارک امریکہ سے جناب یوسف مبشر صاحب نے اپنی مختصر گفتگو کو اس دعا پر ختم کیا! ''اے رحمان و رحیم رب ڈاکٹر نعیمی کے پاکیزہ خون کو میری ارض پاک میں امن و سلامتی کی ضمانت بنا دے''۔ آمین

جماعت اسلامی پاکستان کے رہنما فرید احمد پراچہ صاحب جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو سنورے ہوئے بال ان کے سر کی زینت تھے لیکن ڈائس پر آنے سے پہلے آپ ایک سفید ٹوپی زیبِ سر کر چکے تھے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا کہ ڈاکٹر نعیمی نے سعادت کی، علم و تقویٰ کی، حلم و تدبر کی زندگی بسر کی۔ آپ کی زندگی ایسی تھی کہ جس پر رشک آئے اور آپ کی موت ایسی کہ جس پر مر مٹنے کو جی چاہے۔ مدنی تاجدار، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق شہید کے خون کا قطرہ زمین پر نہیں پہنچتا کہ اس کی روح علیین میں مقام پا لیتی ہے۔ وہ اتحاد اُمت کے نقیب اور علم کے سمندر تھے۔ دہشت گرد یا تخریب کار ہمارے دشمنوں میں سے جس کے بھی ایجنٹ ہوں وہ سب نیست و نابود ہو جائیں گے اور محبت وطن کا درس دینے والے علماء اور قائدین سرفراز ہوں گے کیونکہ رب العزت کا فرمان ہے۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس:۱۰)

ترجمہ: یاد رکھو! بے شک جو دوست ہیں اللہ کے نہیں ہے کوئی خوف ان کیلئے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔ سرفراز ولی اللہ تھے۔ يَاۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (الفجر:۸۹) کے مخاطب تھے۔ ایسی شخصیات کا استقبال رب تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ پراچہ صاحب نے عقیدت سے لبریز اپنی تقریر کا اختتام اس شعر پر کیا۔

رکے تو چاند چلے تو ہواؤں جیسا تھا
وہ شخص دھوپ میں بھی چھاؤں جیسا تھا

نوجوان طالبعلم رہنما اے ٹی آئی کے صدر سید جوادالحسن کاظمی نے ڈاکٹر صاحب کی عملی زندگی کو تین شعروں میں سمیٹنے کی کوشش کی۔

دورطالب علمی!

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوزوسازرومی کبھی پیچ و تاب رازی

تحفظ ناموس رسالت کیلیۓ اور دہشت گردی کیخلاف جدوجہد

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مجاہد میں اسی لیے نمازی

جمعۃ المبارک 12 جون 2009ء بعدازنماز جمعہ آپ کی شہادت

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی تین خوبیاں نمایاں تھیں۔

عاجزی، صبروتحمل اور بردباری

ATI کے ساتھ یا نوجوانان ملت کے ساتھ آپ کی محبت اتنی اتھاہ تھی کہ وقت کی حدود وقیود میں اس کو بیان ہی نہیں کیا جاسکتا۔ وہ رضی اللہ عنہ و رضوا عنہ (البینہ: ۹۸) کے مقام رفیع پر فائز تھے۔

''افکار رضا ممبئی'' کے ایڈیٹر جناب زبیر احمد قادری صاحب کو مائیک پر آنے کی دعوت دی گئی۔ آپ نمودار نہ ہوئے تو ''رضا اکیڈمی ممبئی'' کے صدر جناب محمد سعید نوری صاحب کو ڈائس پر بلایا گیا۔ آپ بھی روسٹرم کی زینت نہ بنے اور ایک مرتبہ پھر یوپی کے نمکین حُسن اور مردانہ وجاہت کے امین مولانا شہاب الدین صاحب ڈائس پر آئے اور حاضرین کو بتایا کہ زبیر احمد قادری صاحب اور محمد سعید نوری صاحب کو حکومت ہند نے اس شرط پر ویزہ دیا تھا کہ آپ پاکستان میں کسی پبلک میٹنگ میں خطاب نہیں فرمائیں

گے۔ چونکہ یہ دونوں اصحاب زباں بندی کی شرط پر یہاں آئے ہیں اس لیے ان کے آنے کو ہی کافی سمجھا جائے۔

تنظیم المدارس کے ناظم امتحانات مولانا غلام محمد سیالوی صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیۃ کریمہ تلاوت فرمائی۔ لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّۃِط اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ O (الحشر:۲۰) پھر فرمایا: زبان خلق نقارۂ خدا است

قوم نے جس شخص کو شہید ناموس رسالت' شہید پاکستان اور شہید اسلام جیسے خطاب ہائے بلند سے نوازا' آسمان پر اس کا ذکر اس سے کہیں زیادہ رفیع ہوگا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''سید القوم خادمھم'' ڈاکٹر نعیمی اس ارشاد کی عملی تفسیر تھے۔ اہلِ جبہ وقبہ کو تبلیغ دین کیلئے کہیں آنے کو کہا جائے تو وہ اپنا اور کم از کم ایک خادم کا کرایہ پہلے مانگتے ہیں اور آنے کی حامی بعد میں بھرتے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب نے کبھی کسی سے کرایہ نہیں مانگا۔ کوئی آگے بڑھ کر زادراہ یا اس نوعیت کی کوئی خدمت کرنا چاہتا تو اسے منع کر دیتے۔ ڈاکٹر نعیمی جسمانی قد و قامت میں چھوٹے تھے لیکن کردار کی عظمت کے بحر بے کراں تھے۔ وہ ایک فرد نہیں ایک مجسم تحریک تھے۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ اہلسنّت کو ان جیسے مخلص قائدین کے زیر سایہ ایک سیاسی قوت بننے کیلئے سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ حکومت وقت کو مخاطب کرتے ہوئے' الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کی موجودگی میں آپ نے پرزور مطالبہ کیا کہ ہم تحریک پاکستان میں برابر کے شریک تھے۔ قیام پاکستان میں برابر کے پارٹنر ہیں' ہمیں ہمارا حق دیا جائے مولانا سیالوی نے اس اہم بات پر اپنی گفتگو ختم کی! ''جس ملک کو علماء و مشائخ نے جدوجہد سے بنایا اس میں آئندہ الیکشن میں سنّیت کے نام پر حصہ لیں اور اپنے نمائندوں کو کامیاب کرائیں'' اس مرحلے پر پوڈیم سے اعلان کیا گیا کہ رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے چیئرمین مولانا مفتی منیب الرحمٰن صاحب اور مولانا جمیل احمد نعیمی صاحب اس لیے اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکے کہ کراچی میں بارش کی وجہ سے ایئرپورٹ جانے والے تمام

راستے بند ہیں۔ سڑکوں پر پانی کھڑا ہے اور راستے کا ایک پل بھی زمین بوس ہو چکا ہے۔ دونوں معززین ائیر پورٹ ہی نہ پہنچ سکے کہ لاہور کی پرواز سے یہاں پہنچ پاتے۔

محمد قاسم علوی صاحب کچھ قراردادیں پیش کرنے کیلئے مائک پر آئے۔

۱۔ حکومت پاکستان امریکہ سے برابری اور باہمی احترام کی بنیاد پر تعلقات استوار کرے۔

۲۔ امریکہ' عراق اور افغانستان سے فی الفور اپنی فوجیں واپس بلانے کا اعلان کرے اور ٹائم فریم دے۔

۳۔ امن عامہ کی بحالی کیلئے فوری اقدامات کیے جائیں۔

۴۔ لوڈ شیڈنگ کو جلد از جلد ختم کیا جائے۔

اس موقع پر جماعت اسلامی پاکستان کے جنرل سیکرٹری جناب لیاقت بلوچ صاحب ڈائس پر آئے۔ آپ نے بھی تقریب کے رنگ کے پیش نظر مائیک پر آنے سے پہلے ٹوپی کو سر کی زینت بنا لیا تھا۔ آپ قدرتی طور پر جہیر الصوت ہیں۔ بہت گرج دار آواز میں تقریر کا آغاز یوں کیا۔ جہلم کی اس تقریب میں علماء' مشائخ' سیاسی رہنماؤں' کارکنوں' اساتذہ اور طلباء کی اتنی بڑی تعداد کا یہاں جمع ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ڈاکٹر نعیمی ان تمام طبقات میں برابر مقبول تھے۔ اس مرحلہ پر جلسہ میں شریک نوجوانوں کے اس نعرہ کی گونج نے

''طالبان کا جو یار ہے...... غدار ہے' غدار ہے''۔ بلوچ صاحب کی آواز میں گھن گرج کے باوجود اسے دبا سا دیا تھا۔ آپ نے مختصراً بات یوں ختم کی۔ ''شہادت اہلِ ایمان کی معراج ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے جس کی ہر مسلمان تمنا کرتا ہے۔ ڈاکٹر نعیمی اس تمنا کے حصول میں کامیاب رہے اس لیے وہ ہم سب کے سروں کے تاج ہیں''۔

عالمی تنظیم اہلسنّت کے صدر پیر محمد افضل قادری صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: عموماً علماء و مشائخ کی اولادیں ناخلف ثابت ہوتی ہیں لیکن مفتی راغب حسین نعیمی

خلف الرشید ہیں۔ ہماری شہادتوں کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ قیام پاکستان کے بعد کے ابتدائی شہیدوں میں اکرم رضوی شہید' حافظ محمد صدیق شہید اور سید سمیع اللہ شہید کے نام تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے لکھے ہیں۔

پیر صاحب ایک جہاں دیدہ بزرگ ہیں۔ تحریک ختم نبوت ہو یا ایوب خان کا استبداد' مشرقی پاکستان کی علیحدگی ہو یا بھٹو کا عروج' تحریک نظام مصطفیٰ ہو یا اس کے بعد کے واقعات' آپ نے یہ کسی کتاب سے نہیں پڑھے بلکہ آپ نے بچشم خود انہیں ہوتے دیکھا ہے اس لیے آپ کی بات کو کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ہو سکتی۔

اس کے بعد نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مائیک حافظ محمد رفیق نقشبندی صاحب کے حوالے کیا گیا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا شہکار نعتیہ کلام تمام حاضرین کو ساتھ ملا کر پڑھنا شروع کر دیا۔

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی ......سب سے بالا و اعلیٰ ہمارا نبی

حاضرین اس کلام' اس کی طرز اور اس میں شرکت کی لذت سے سرور لے رہے تھے کہ ڈائس پر بلند قامت اور بلند آہنگ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب تشریف لے آئے۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد یہ آیۃ مبارکہ تلاوت فرمائی۔ وان دار الاخرۃ لھی الحوان (العنکبوت:۲۹) ترجمہ: آخرت کا گھر ہی حقیقی زندگی ہے۔

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی نے جگر گوشہ شہید پاکستان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: میدان حشر میں شہید کے خون کی خوشبو کستوری جیسی ہوگی ہر شخص پہچان لے گا کہ اس مخصوص خوشبو کے حامل' شہدائے راہِ حق ہیں۔ ایمان والوں کے نزدیک موت ایک انعام ہے۔

امام بیضاوی نے لکھا ہے: ''موت حقیقی زندگی کیلئے ایک پل ہے'' حیات فانی فتح ہوتی ہے تو حیات ابدی شروع ہو جاتی ہے۔ شہادت کے مرتبے پر کوئی اتفاقاً فائز نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے جو بندے شہادت کی شدید تمنا اپنے دلوں میں لیے ہوئے ہیں ان

میں سے بھی چند کو ہی یہ اعزاز نصیب ہوتا ہے۔ہم نے یہ وطن عزیز دس لاکھ جانوں کا نذرانہ دے کر حاصل کیا۔اب اس کی حفاظت کیلئے جتنی جانیں درکار ہوں گی ہم پیش کریں گے۔

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے تیرا آئینہ ہے وہ آئینہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے:اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۹) ترجمہ: بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں جنت کے بدلے میں خرید لی ہیں۔ جنت بے قیمت ہے لیکن رب ذوالجلال نے مومن کی جان کو اس کی قیمت قرار دے دیا۔ یہ جان اپنی کب ہے یہ تو رب کے ہاں بیچی ہوئی ہے۔ڈاکٹر نعیمی کی قامت چھوٹی لیکن استقامت زیادہ تھی۔ وہ بولتے کم تولتے زیادہ تھے۔پاک سرزمین پر آپ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے خودکش حملوں کو حرام قرار دینے کیلئے فتویٰ دیا۔ڈاکٹر جلالی نے اپنا پر اثر خطاب یوں ختم کیا۔اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں بریلوی (1856- 1921) نعیم الدین مراد آبادی' شاہ احمد نورانی (1926- 2003) عبدالستار نیازی (1915- 2001) ہماری سرفرازی کی تاریخ کا یہ سلسلہ مکمل نہیں ہوتا جب تک ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا نام اس میں شامل نہ کیا جائے۔

علامہ میاں سلیم اللہ اویسی صاحب نے فرمایا: میں ڈاکٹر صاحب کی بہت سی خلوتوں اور جلوتوں کا امین ہوں۔ وہ وقت کی نبض پر ہاتھ رکھنے اور اسے محسوس کرنے والے رہنما تھے۔ہم اپنے باطن کو پاک کر لیں تو ظاہر خود بخود پاک ہو جائے گا۔وہ خواہ مخواہ اتنے بلند مناصب پر فائز نہیں ہو گئے تھے۔ان کا باطن پاک تھا۔وہ اتحاد امت کے داعی تھی۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلک سے تعلق کمزور کر لیں یا ختم کر لیں۔موجودہ حالات میں اپنوں سے وفاداری یہ ہے کہ شہید کے نقش قدم پر چلا جائے۔

تحفظ ناموس رسالت محاذ کے رہنما قاری خان محمد قادری صاحب نے وطن عزیز

میں پیش آنے والے کچھ دردناک واقعات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ نام نہاد طالبان نے اپنے زیراثر علاقے میں پیر سمیع اللہ کی لاش کو قبر سے نکال کر درخت سے لٹکا دیا اور اس بے جان جسم پر گولیاں چلا کر اس کی بے حرمتی کی گئی۔ اذان سے پہلے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درودوسلام کا تحفہ بھیجنے والے مسلمان کو ذبح کر کے اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے یہ چٹ آویزاں کر دی گئی۔

''جو اذان سے قبل یا بعد درودوسلام پڑھے گا' اس کا یہی حال ہوگا''۔

قاری خان محمد قادری نے اپنے عجز کے اظہار کو یہاں ضروری خیال کیا اور فرمایا:

''مجھے تقریر کرنی نہیں آتی۔ میں ڈاکٹر صاحب کا بھی خادم تھا میں راغب صاحب کا بھی خادم ہوں اور درددل سے عرض کرتا ہوں کہ پاکستان کے تحفظ کیلئے ہمیں انہی آخری حد تک جانا چاہئے۔ پاکستان ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت ہمارے پاس ہوگی''۔

قاری صاحب نے اپنی بات کو یوں سمیٹا! ہمارے اکابر اعلیٰ وادنیٰ سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے۔ شاہ احمد نورانی صاحب (2003 -1926ء) سے کسی نے پوچھا کہ آپ پارلیمنٹ کے اجلاس میں شرکت کیلئے پیدل کیوں جاتے ہیں؟ فرمایا تاکہ راستے میں پیدل چلنے والے لوگوں سے درخواستیں لے سکوں۔

علامہ سیّد شبیر حسین شاہ حافظ آبادی نے خطبہ مسنونہ کے بعد آیۃ مبارکہ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ" (آل عمران: 185) تلاوت کی۔ پھر ہلکے پھلکے انداز میں فرمایا: ماحول کے وقار کا رعب ہے کہ میں اپنی تقریر بھول گیا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی جان دی ہے تحفظ ناموس رسالت کیلئے اور پاکستان کی بقاء کیلئے لیکن جان وہ بھی دیتے ہیں جو اپنے جسم کو زوردار دھماکے سے اڑا کر وطن عزیز کی سالمیت کو بھی لرزہ براندام کر دیتے ہیں۔ اب آپ ہی فیصلہ کریں کون غدار ہے؟ اور کون حب دار؟ کون ہیں جو قیام پاکستان کے مخالف رہے؟ کون ہیں جو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے؟ آج

اس بات کو بھی نمایاں کرنے کی ضرورت ہے کہ مملکت خداداد کو کس سے بچانا ہے؟

بانی پاکستان کے لشکر کے نمایاں سالاروں میں پیر سید جماعت علی شاہؒ شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدینؒ سیالوی (1981 -1906ء) اور پیر سید مہر علی شاہؒ گولڑوی (پ 1859) کے اسمائے گرامی آتے ہیں۔ اس لیے ہمارا یہ دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے کہ پاکستان ہمارے بزرگوں کی کوششوں کا ثمر ہے۔ اس لیے ہم اس کے حقیقی وارث ہیں۔ یہ نام نہاد طالبان اور ان کے پشتی بان غیر ملکی سرمائے کے بل بوتے پر پاکستان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتے ہیں لیکن سلام ڈاکٹر نعیمی کی روح پر جس نے اپنی جان کا نذرانہ دے کر وطن دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنا دیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب جیسی شخصیات کیلئے ہی اقبال نے کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لیکن حضرات ذی وقار! ہمارا ایک المیہ ہے کہ ہم قبروں کو مانتے ہیں زندوں کو نہیں۔ ہم میں سے ہر کوئی بڑا بنا ہوا ہے کوئی کسی کو بڑا ماننے کیلئے تیار نہیں۔

علامہ راغب حسین نعیمی صاحب نے خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا:

ہمارا مدرسہ مسلمانوں کے تمام مسالک میں محترم رہا ہے۔ یہاں وہی لوگ مدعو تھے جدِ امجد مفتی محمد حسین نعیمیؒ (1998 -1923ء) اور والد گرامی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید (2009 -1948ء) کے ساتھ محبت' عقیدت اور مودت کا جذبہ رکھتے تھے۔

میں جامعہ نعیمیہ کے مہتمم کی حیثیت سے اور ذاتی طور پر آپ تمام حضرات کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے اتنی بڑی تعداد میں اس تعزیتی جلسہ میں شرکت کر کے میرے لیے' والد گرامی کیلئے' جد امجد کیلئے اور ادارہ جامعہ نعیمیہ کیلئے اپنی بے پایاں محبت کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر صاحب شہید وہ شخصیت تھے جنہوں نے 295 سی کو ختم کرنے کی کوششوں کے خلاف جہاد کیا۔ حقوقِ نسواں ایکٹ کے خلاف جدوجہد کی۔ ڈنمارک میں

چھپنے والے دل آزار خاکوں کے خلاف ریلی کی قیادت کی۔ترغیب وتحریص کو آپ نے ہمیشہ جوتے کی نوک پر رکھا۔آپ کی متحرک قیادت کی بدولت تنظیم المدارس سے وابستہ مدارس کی تعداد چودہ سو سے چھ ہزار تک پہنچ گئی۔آپ مدارس کو نظریہ اسلام کے تحفظ کے قلعے جانتے تھے۔ وہ پاکستان کو اپنے وجود کا حصہ سمجھتے تھے۔ شہادت سے چند دن قبل برائن ڈی ہنٹ سے کہا: کیا آپ لوگوں کو طالبان بناتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب کی ان گنت خدمات کے تذکرے کرنے کے دوران راغب صاحب نے حاضرین کو بتایا کہ والد صاحب اکثر شہادت کیلئے اپنے عزم صمیم کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ جذبہ وراثت میں ملا ہے اور مجھے اس جذبے کے وارث ہونے پر فخر ہے۔

یہاں جامعہ نعیمیہ کے موجودہ مہتمم نے چند فکر انگیز سوالات اٹھائے۔

ا- ملک میں ہونیوالی ہر دہشت گردی میں ملوث افراد کا تعلق ایک ہی خاص مذہبی گروہ سے کیوں نکلتا ہے؟

۲-لندن 7/7 کے دھماکوں کے ملزم کی وابستگی مذکورہ بالا گروہ کے مدرسے سے ہی بیان کی جاتی ہے' کیوں؟

۳-سری لنکن کرکٹ ٹیم پر حملہ آور گروہ کے افراد بھی اسی مسلک کی نمائندگی کرنے والے لاہور کے ایک معتبر مدرسہ سے نماز فجر ادا کر کے مشن پر نکلے تھے۔

۴-خودکش حملوں کا ماسٹر ٹرینر فداء اللہ اسی مذہبی جماعت کے سابقہ ایم این اے کے ہاں سے پکڑا جاتا ہے۔

۵-شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا قاتل بھی اسی گروہ کے کراچی و لاہور کے مدارس کا طالبعلم نکلتا ہے۔

٦-چند روز قبل ڈی جی خان کے مدرسہ عثمانیہ سے اسلحے کا ذخیرہ برآمد ہوا۔ یہ مدرسہ کس مسلک کا ہے؟ سبھی جانتے ہیں۔

۷-میاں چنوں کے جس مدرسہ میں غیر محفوظ اسلحہ پھٹ گیا۔ وہ اسی مسلک کے

پیروکاروں کا تھا۔

سوالات کی صورت میں کچھ حقائق کو پیش کرنے کے بعد ناظم جامعہ نعیمیہ نے بجا طور پر حکومت وقت سے مطالبہ کیا کہ دہشت گردوں کی ان نرسریوں کو فی الفور بند کیا جائے۔

جناب راغب صاحب نے اپنی تقریر اس خوش کن اعلان پر ختم کی کہ شاہ کمال روڈ مغل پورہ میں جامعہ سراجیہ نعیمیہ للبنات کئی سالوں سے قوم کی بیٹیوں کی تعلیم و تربیت میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔ اب اس مدرسہ سے متصل پانچ کنال کا رقبہ حاصل کر لیا گیا ہے۔ اس قطعہ اراضی پر نعیمیہ پوسٹ گریجوایٹ گرلز کالج کے قیام کا منصوبہ ہے جو جلد منصہ شہود پر آ جائے گا۔ انشاء اللہ

آخر میں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا خصوصی شکریہ ادا کیا گیا۔ شہید پاکستان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کا یہ جلسہ ختم ہوا تو اذان ظہر دی گئی۔ اعلان کیا گیا کہ نماز کے فوراً بعد تمام شرکاء کیلئے ظہرانے کی عام دعوت ہے۔

راہِ شہادت کا مقدس مسافر

مفکرِ اسلام، مفسرِ قرآن علامہ سیّد ریاض حسین شاہ
(مرکزی ناظمِ اعلیٰ جماعتِ اہلِ سنّت پاکستان)

عالم اسلام کے نئے ابصار اور پاکستان کی حفاظت کیلئے ہمہ دم برسر پیکار ڈاکٹر سرفراز نعیمی منصبِ شہادت پر سرفراز ہو گئے۔ مولانا سرفراز نعیمی جمعۃ المبارک کو نماز ادا کرنے کے بعد اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ناپاک ارادوں کے تعفن میں ایک خودکش حملہ آور نے انہیں جامعہ کے چار طلبہ اور ان کے معتمد خاص کے ساتھ شہید کر دیا۔

واضح رہے کہ تنظیم المدارس پاکستان کے جنرل سیکرٹری اور جامعہ نعیمیہ کے مہتمم مولانا نعیمی خودکش حملوں کے مخالف اور سوات آپریشن کے حامی تھے۔ وہ اہلسنّت کی طرف سے استحکامِ پاکستان کیلئے عوام میں بیداری کی لہر پیدا کرنے والے قائدین میں پیش پیش تھے۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کے بدن میں سیماب صفت روح تھی۔ وہ اقدارِ عالیہ کے پائمال ہونے پر ہر وقت تڑپتے رہتے تھے۔ اتحادِ امت کے درد نے انہیں مرنجاں مرنج بنا دیا تھا۔ تعجب ناک امر یہ ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے روابط تمام مسالک کے رہنماؤں سے برابر استوار تھے۔ لگتا ہے کہ ارضِ وطن میں شخصیات کے شکاری مذہبی تنافر کو ایک ذریعہ کی حیثیت سے استعمال کر رہے ہیں۔ ان کا اصل ہدف ملک کو کمزور کر کے ایٹمی اثاثوں تک رسائی ہے۔ اہلِ عقد و کشا کو وطن کی حفاظت کیلئے اپنی پالیسیوں پر نظرثانی کرنی چاہئے۔ اپنی صفوں کو ترتیب دینے کیلئے محب وطن قیادتوں کو اعتماد میں لینا

چاہئے۔ وہ گرم لہو جو صیہونی اور بھارتی ایجنسیوں کی سازشوں کے ساتھ وطن کو کمزور کرنے کیلئے استعمال کیا جارہا ہے۔اس کا رخ پلٹنے کیلئے واضح، دوررس اور حکمت مآب راستہ اختیار کرنا چاہئے۔اس بات میں بھی شک نہیں کہ اہلسنّت کے علماء اور مشائخ جو پاکستان کے استحکام کے اصل علمبردار ہیں ان کی سکیورٹی کی طرف حکومت نے کبھی توجہ نہیں دی۔ مولانا سرفراز نعیمی شہید پاکستان ہیں۔ان کی روح ہم سب کو درس دیتی ہے کہ ہم اسلام اور پاکستان کی حفاظت کیلئے یکجان اور یک آواز ہو جائیں۔

(ماہنامہ ''دلیلِ راہ'' لاہور جون 2009ء)

......ڈاکٹر سرفراز نعیمی......

ایک غیر محسوس متفقہ قیادت

مولانا مفتی محمد خان قادری
(پرنسپل جامعہ اسلامیہ لاہور)

ڈاکٹر صاحب کی شہادت سے بندہ اپنے عظیم رفیق کار سے محروم ہو گیا ہے۔ عرصہ نو دس سال سے ہم نے ایک ساتھ کام کیا۔ تحریکیں چلائیں مثلاً تحفظ ناموس رسالت محاذ' دفاع اسلام محاذ' پاکستان بچاؤ تحریک' تحفظ آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم' ان تمام تحریکوں میں ہم نے اکٹھے کام کیا۔ تحفظ ناموس رسالت محاذ میں' میں صدر تھا اور ڈاکٹر صاحب ہمارے بنیادی اور اساسی ساتھی تھے۔ بعض اہم مصروفیات کی وجہ سے جب میرے لئے اس عہدے پر کام ممکن نہ رہا تو ڈاکٹر صاحب کو صدر نامزد کر دیا گیا لیکن محاذ کے دیگر احباب نے مجھے محاذ کا سرپرست اعلیٰ بنا دیا۔ محاذ لاہور کی سطح پر ہی نہیں بلکہ پورے ملک میں اس کی خدمات کا اثر ہوا۔ 14 فروری 2006ء کی تاریخ محاذ کے حوالے سے ایک خاص اہمیت کی حامل ہے کہ ڈنمارک اور دیگر مغربی ممالک میں گستاخانہ خاکوں کا سخت نوٹس لیا اور مثالی احتجاج ریکارڈ کرایا۔ محاذ' تنظیمات اہلسنّت کا متفقہ ایک پلیٹ فارم ہے اس کا قائد اور سربراہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی شخصیت پر تمام تنظیمات کو اعتماد و اتفاق تھا اور وہ ایک غیر محسوس متفقہ قیادت تھے۔ محاذ کے دیگر رفقاء کی بھی بے مثال

قربانیاں ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کی انتھک محنت اور جہد مسلسل کی مثال کم ہی ملتی ہے۔ مجھ سے مشورہ کے بعد وہ تمام ذمہ داریاں خود لے لیتے اور انہیں عملاً نبھاتے تھے۔ انہوں نے ناموس رسالت کی خاطر تین ماہ تک جیل کاٹی۔ ان پر دہشت گردیوں کے بے بنیاد مقدمات قائم کئے گئے لیکن جب بھی اس وقت کے وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی سے کوئی وفد ملاقات کیلئے جاتا تو وہ واضح طور پر کہہ دیتے کہ آپ دیگر گرفتار کارکنوں کے بارے میں بے شک بات کریں لیکن میرے حوالے سے ہرگز گفتگو نہ کریں میں ان کیسوں کو عدالت میں لڑوں گا۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے ان کو سرخرو فرمایا ہم نے ان سے مل کر اہلسنّت کو متحد کرنے کی ہمیشہ کوشش کی وہ ہمیشہ رواداری، تحمل اور برداشت کے قائل تھے حتیٰ کہ دیگر مکاتیب فکر کے ہاں ان کا آنا جانا رہتا تھا اور وہ بھی مختلف اجلاسوں میں انہیں بھی بلایا کرتے تھے۔ ''ملی مجلس شرعی'' کے نام سے ایک اجتماعی پلیٹ فارم ہے جس میں تمام مکاتیب فکر کے اہلِ علم و دانش شامل ہیں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید اس کے کنوینئر تھے اور ڈاکٹر محمد امین اس کے جنرل سیکرٹری ہیں ان دنوں بھی اس کے دو اجلاس جامعہ نعیمیہ میں منعقد ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب شہید کی یہ بھی عظمت تھی کہ وہ اختلاف رائے کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔ وہ بڑے چھوٹے سے یکساں رویہ اختیار کرتے تھے۔ سادگی اور قناعت کا پیکر تھے۔ پروٹوکول کے تصور سے ہی مستغنی تھے۔ اپنے پرائے ساتھیوں کی طرف سے زیادتیوں کا گلہ شکوہ بھی کم ہی کرتے تھے۔ کارکنوں کی حوصلہ افزائی اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے ان کے غم اور خوشی میں دور دراز تک پہنچتے تھے۔ معمولی سے معمولی کام کے کرنے میں بھی کسی طرح کی عار نہیں سمجھتے تھے۔ ان کی حرکت برکت سے اہلسنّت کا سر ہمیشہ بلند رہا ان کی شہادت نے قوم کو ''پاکستان بچاؤ تحریک'' پر متحد کر دیا اور مخالفین اس کے بعد نہایت کمزور پڑ گئے حتیٰ کہ ان میں جلوس اور جلسہ تک کرنے کی ہمت بھی نہ ہو سکی۔ مجھے اس وطیرہ سے بھی سخت اختلاف ہے کہ ہم مرنے کے بعد قدر و منزلت کرتے ہیں۔ کاش ہم مرنے سے پہلے بھی کسی کی قدر و منزلت کریں اور انہیں قیمتی اثاثہ

محسوس کریں۔ مثلاً اگر ہم دنیا میں ہی ان کے جیتے جی ان کی قدر و منزلت کرتے کم از کم ان کیلئے سکیورٹی کا انتظام ہی کیا ہوتا تا کہ دشمن انہیں ان کے گھر آ کر تو شہید نہ کرتا۔ اگر کسی جلسہ یا راستے میں ان کی شہادت ہوتی تو شاید اتنا دکھ نہ ہوتا جتنا کہ گھر آ کر دشمن کا شہید کر دینے سے ہوا۔ کاش! کہ تنظیمیں اور ادارے اپنی اس ذمہ داری کا احساس شروع کر دیں یہ تو درست نہیں کہ کوئی آپ کی سربراہی بھی کرے، کام بھی کرے اور اپنی زندگی کو داؤ پر بھی لگائے اور قوم توکل کی نام نہاد جاہلانہ آڑ میں اسے دشمنوں کے حوالے کر دے۔

(ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور، جولائی 2009ء)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی......نفئ ذات کا پیکر

(پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی)

چوں بگذرو نعیمی خونیں کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

میدانِ حشر میں جب علامہ محمد سرفراز نعیمی خونیں کفن پہنے آئیں گے تو ساری مخلوق پکار اٹھے گی کہ انہیں کس گناہ پر شہید کیا گیا ہے؟ اے اللہ! یہ کس سے انصاف مانگتا ہے؟

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقتدر عالم دین اور جامعہ نعیمیہ لاہور کے ناظم اعلیٰ تھے۔ مفتیِ دینِ متین تھے۔ سربراہِ اہلسنّت اور ایک نڈر دینی رہنما تھے۔ آپ دارالعلوم نعیمیہ کے بانی مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے نامور فرزند تھے۔ آپ نے ساری زندگی درس و تدریس میں گزاری اور ہزاروں دینی طلباء کو علومِ دینیہ سے سرفراز کیا۔ تدریسی امور کے ساتھ ساتھ آپ نے اُمتِ مسلمہ کی رہنمائی کے لئے دن رات ایک کر دیا تھا۔ وہ ہر دینی تحریک کی صفِ اوّل میں نظر آتے تھے۔ بے دین قوتوں نے جب پاکستان میں اسلامی شعائر کو مٹانا شروع کیا اور ملک کے اندر فتنے سر اٹھانے لگے تو ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے سینہ تان کر ان کا مقابلہ کیا۔ وہ نہ تو حکمرانوں سے ڈرے نہ دہشت گردوں سے خائف ہوئے۔ وہ اہلسنّت کی ہر تحریک میں پیش پیش رہے۔ اور ہر باطل قوت کے چیلنج کو قبول کرتے ہوئے میدانِ عمل میں نکلے۔ ان کی شہادت سے یوں معلوم ہوا جیسے

اب سنیوں کے ہاتھ سے تلوار گر گئی

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی واقعی اہلسنّت کی تلوارِ بے نیام تھے۔ وہ ہر محاذ پر لڑے، ہر دشمنِ دین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر میدان میں نکلے۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، بے دین قوتوں کا مقابلہ کیا، پھر فوجی آمریت کے مظالم اور دہشت گردوں کی للکار کے سامنے سینہ سپر رہے۔

وہ کہ سوزِ غم کو سانچے میں خوشی کے ڈھال کر
مسکرایا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو اللہ نے شہادت سے سرفراز فرمایا۔ سارا پاکستان ان کی شہادت کے غم میں ڈوب گیا۔ پاکستان کا بچہ بچہ ان کی شہادت پر رویا۔ سارے پاکستان نے آپ کا سوگ منایا۔ خیبر سے لے کر سمندر کے ساحل تک فرزندانِ پاکستان نے دلی دکھ کا اظہار کیا۔ ہر آنکھ نے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کر کے ان کی شہادت کو ہدیہ عقیدت پیش کیا۔ عوام الناس اور اہلسنّت و جماعت کے علاوہ حکومتِ پنجاب نے سرکاری اعزاز کے ساتھ اس شہید دین مصطفٰی کی تجہیز و تکفین میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ پاکستان کے اعیانِ اقتدار نے آپ کی خدمات کو سراہا۔ عالم اسلام کے سربراہوں نے آپ کی شہادت کو دہشت گردی کا بدترین نشانہ قرار دیا۔ میڈیا، اخبارات، مساجد، مدارس اور اجتماعات میں آپ کی خدمات کو ہدیہ تحسین پیش کیا گیا۔ اور آپ کی شہادت کو اُمتِ مسلمہ کی سرفرازی کا پہلا قدم قرار دیا گیا۔

آپ کا جنازہ عوام کے غم والم کا زبردست اجتماع تھا۔ ہم نے حدِ نگاہ تک اشکبار آنکھیں لئے ہوئے ہزاروں افراد کو صف بستہ دیکھا۔ ہم نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا جنازہ کبھی نہیں دیکھا تھا اور اتنے سوگوار کبھی جمع نہیں ہوئے تھے۔

چوں بگذرو نعیمی خونی کفن بہ حشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

علمائے کرام، مشائخ عظام اور عوام نے بڑے بڑے اجتماعات میں شہید اہلسنّت کی

دینی خدمات کو ہدیۂ تحسین پیش کیا۔ وہ اہلسنّت کا سرمایہ تھے۔ وہ سنیّوں کے سُست عناصر کے درمیان ایک متحرک عالمِ دین کا کردار ادا کر رہے تھے۔ وہ سنیّوں کی انتشاری اور افتراقی قوتوں کے درمیان صلح و آشتی کا چراغ لے کر دن رات کام کر رہے تھے وہ بکھرے ہوئے علمائے کرام اور ملتِ اسلامیہ سے کٹے ہوئے پیرزادگان کو یکجا کرنے کے لئے دن رات کوشاں تھے۔ ان کی کوششیں دہشت گردوں اور بے دین طبقوں کے لئے موت کا پیغام تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہی پاکستان دشمن قوتوں کے دہشت گرد عناصر نے انہیں اپنا نشانہ بنایا۔

شہید اہلسنّت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ایک عظیم الشان انسان تھے۔ علماء کرام نے ان کی خدمات کو بجا طور پر ہدیۂ تحسین پیش کیا۔ ہم ذاتی طور پر ''خانوادہ نعیمیہ'' کے ساری زندگی نیاز مند رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کے والدِ محترم مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے چوک دالگراں لاہور میں جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی تو ہم ان کے دستِ راست تھے۔ الحمد للہ! ساری زندگی ان کی نیاز مندی میں گزار دی۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ابھی پانچ سال کے تھے کہ ہم انہیں اپنے کندھوں پر بٹھا کر بازار لے جایا کرتے تھے۔ سردار محمد محفوظ نعیمی ان سے بڑے تھے۔ عزیزی تاجور نعیمی تو بعد میں دنیا میں آئے۔ یہ بات ہمارے قارئین کو کچھ چھوٹی سی لگے گی۔ ہماری عمر اس وقت بیاسی سال ہے اگرچہ یہ بات چھوٹی ہے مگر ہمیں فخر کرنے دو کہ ہم شہید اہلسنّت محمد سرفراز نعیمی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا کرتے تھے۔ لوگو! ہمیں داد دو کہ ہم شہیدِ اہلسنّت کو اپنے کندھوں پر سوار کیا کرتے تھے۔ لوگو! ہمیں مبارک دو۔ ہم نے شہید اہلسنّت کو اپنے کندھوں پر بٹھانے کا شرف حاصل کیا تھا۔ لوگو! ہمارے کندھوں کو محبت سے چومو کہ ہمارے کندھوں پر آپ کا شہید بیٹھا کرتا تھا۔ یہ بات شاید بعض اہل علم کو اچھی نہ لگے مگر ہم نے ایک بہت بڑے جلسے میں جب یہ واقعہ پیش کیا۔ جس کی صدارت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اس وقت کر رہے تھے۔ جب وہ ڈاکٹر تھے' جب وہ مفتی تھے' جب وہ مقتدر عالم دین تھے' جب وہ دار العلوم نعیمیہ کے سربراہ تھے' جب

وہ ایک دینی رہنما تھے' وہ اٹھے اور بھری محفل میں ہمارے دعوے کی تائید کی۔ اور ذرا خیال نہ کیا کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں۔

مجھے رونے دو' میری آنکھوں سے آنسو بہنے دو' میری آنکھوں کو نہ روکو! میرے دل کے زخموں پر مرہم نہ رکھو۔ میرے دل کو جی بھر کر رو لینے دو۔

رو لے اے دل کھول کر بادیدہ خونابہ بار
سامنے تیرے ہے شہیدِ اہلسنّت کا مزار

اور

میرا رونا نہیں' رونا ہے یہ سارے زمانے کا!

آج ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ہمارے درمیان نہیں رہے۔ آج سنّیوں کا رہنما ہم سے چھین لیا گیا۔ آج سنّیوں کو یکجا کرنے کے لئے دن رات ایک کرنے والا جاتا رہا ہے۔ آج ہمارا غم گسار جا چکا ہے۔ پیرزادگان اور بے شمار سنّی موجود تھے۔ ہم ان کی خصوصیت دعوت پر ''ایوانِ اقبال'' میں ہونے والے ''پاکستان بچاؤ کنونشن'' میں شرکت کے لئے گئے' عام لوگوں میں بیٹھ گئے۔ اور جلسہ کے اختتام پر واپس آ گئے دوسرے دن خود تشریف لائے اور ہمارے آنے کا شکریہ ادا کیا۔ ہمارے سٹیج پر نہ آنے پر گلہ کیا۔ ہم خوش ہو گئے۔ ہمارا دل خوش ہو گیا۔ مگر دو دن بعد اللہ نے انہیں شہادت سے سرفراز کر دیا۔

آج جبّہ و قبہ والے مشائخ' طرّہ دار پگڑیوں والے علماء' زرق برق کاروں پر دوڑنے والے صاحبزادوں میں کوئی ایسا ہے؟ جو اپنے نیازمندوں کے گھر پہنچے۔ اپنی موٹر سائیکل پر بلا تکلف' بن بلائے' بغیر دعوتی کارڈ کے ہم جیسوں کے پاس چلا آئے۔

''ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی''

اے موت! تو نے کتنا بڑا آدمی ہم سے چھین لیا۔ تم نے کتنے بڑے سرفراز کو شہادت کی چادر میں لپیٹ لیا۔ اے موت! تو کتنی بے رحم ہے تو نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے پیارے دوست کو ہم سے چھین لیا۔

مقدور ہو تو موت سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے؟

یہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی تھے۔ وہ ہم سے چھوٹے تھے' مگر جب وہ آتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ ہم سے بہت بڑے ہیں۔ ہم سوچتے وہ بڑے ہیں۔ چھوٹے نہیں' مگر جب وہ بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا کہ وہ تو بہت بڑے ہیں۔ ہم نے کئی بار انہیں یاد دلایا کہ آپ کتنے بڑے ہوگئے ہیں۔ ایک زمانہ تھا قائد اہلسنّت الشاہ احمد نورانی ہمارے سر پر ہاتھ رکھنے خود بخود چلے آتے تھے۔ مجاہدِ ملّت مولانا عبدالستار خاں نیازی' بلند کلہ و دستار لئے ہم غریبوں کے سر پر ہاتھ رکھنے آجاتے۔ آج جب ہم اصاغر اہلسنّت کے نو دولتیوں کو اپنی خوبصورت کاروں پر دُھول اُڑاتے سڑکوں پر بھاگتے دیکھتے ہیں تو نورانی یاد آتے ہیں۔ نیازی یاد آتے ہیں' نعیمی یاد آتے ہیں۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے ایصالِ ثواب کے جلسے میں بڑے بڑے علماء کرام اور پیرانِ عظام آئے تھے۔ پاکستان بھر کے سنّی علماء اور پیرزادے اپنے شہید کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لئے جامعہ نعیمیہ میں جمع تھے۔ ایک سے بڑھ کر ایک' ایک سے ایک بھاری بھرکم' ایک سے ایک بڑھ کر گرجنے' چمکنے اور مجمع پر چھا جانے والے' یہ سب کے سب ہماری بجلیاں ہیں آندھیاں ہیں اور طوفان ہیں۔ ان کو دیکھ کر دل خوش ہو ہو جاتا ہے۔

یہ چمکتے ہوئے حسین چہرے
یہ مہکتی ہوئی سیاہ زلفیں
ان کی باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
زندگی کے اصول جھڑتے ہیں
ان کو سورج سلام کرتا ہے
ان سے یزداں کلام کرتا ہے

مجمع میں بیٹھے ہوئے ایک دوست کو ان علماء اور مقررین کی یہ بات پسند نہ آئی کہ

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ دہشت گردوں کو ختم کر دے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہمارے دشمنوں کو کیفر کردار تک پہنچائے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی کی ایک چیئر قائم کر دے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی کے نام کا ایک چوک بنا دے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی کے نام پر ایک سڑک بنا دے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی کی ایک یادگار کھڑی کر دے!

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی کو ''نشانِ حیدر'' دے دے!

یہ مطالبے سن کر میرے دوست کو حیرانی ہوئی کہ یہ علماء کس حکومت کے سامنے فریادیں لے کر کھڑے ہیں آج تک کبھی حکومت نے ان کا کوئی ''مطالبہ'' مانا ہے۔ خواہ مخواہ ایک' بے جان حکومت' کے دروازے پر جھولی پھیلائے مطالبہ کر رہے ہیں۔ جو ''بیچاری حکومت'' اپنی پولیس اپنے تھانوں' اپنے وزیروں' اپنے امیروں' اپنے گھروں کی حفاظت نہیں کر سکتی' اس ''مسکین حکومت'' سے ایسے مطالبے چہ معنی دارند!

تم عظیم سنّی اکثریت کے رہنما ہو' تم نے اس عظیم اکثریت کو ٹولیوں میں تقسیم کر دیا ہے اور اسے اقلیت میں بدل دیا ہے۔ تم نے سنیوں کے شیروں کو لومڑیاں بنا دیا ہے۔ تم نے انتشار اور انانیت کے بتوں کو اپنا خدا بنا کر ملّتِ واحدہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ آج تمہارے انتشار نے سنّی شیروں کو لومڑیاں بنا دیا ہے۔

آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج
انتشار است' انتشار است' انتشار

آج سنّی علماء اور مشائخ کے سامنے ایک ہی راستہ ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے خونی کفن پر ہاتھ رکھ کر ایک ہو جائیں۔ یک جان ہو جائیں' پھر دیکھیں دنیا کی کوئی حکومت' دنیا کا کوئی دہشت گرد' دنیا کی کوئی طاقت انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ اگر یہ اپنی اپنی ٹولیوں کو اپنی اپنی امامت میں لئے رہے' اپنے اپنے درویشوں میں بیٹھے رہے' اپنے اپنے

خوشامدیوں کے حلقوں میں خوش ہوتے رہے۔ اپنے اپنے ٹانگوں پر سوار رہے۔ اپنے اپنے مریل گھوڑے دوڑاتے رہے۔ تو یہ عظیم اکثریت اقلیت میں بدل جائے گی۔ اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے سنّیوں کے اتحاد اور ''پاکستان بچاؤ'' کی جس مہم کا آغاز کیا تھا وہ دم توڑ جائے گی۔

علامہ اقبال نے نظیری نیشاپوری کے ایک شعر کو بڑے اعزاز سے پیش کیا۔

بہ ملک جم ندہم مصرعہ نظیری را
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلہ ما نیست

ہم جمشید اور دارا کے ملک کے بدلے نظیری نیشاپوری کا یہ شعر کسی کو دینے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ مانیست

''جو شہید ہونا نہیں جانتا وہ ہمارے قبیلے سے نہیں''۔ وہ مسلمان نہیں وہ سنّی نہیں۔ آج ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے ہمارے قبیلے اور سنّیوں کی لاج رکھ لی ہے اور شہید ہو کر بتا دیا ہے کہ

کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ مانیست

آؤ! مل کر شہیدِ اہلسنّت کی شہادت کے سامنے سر جھکا دیں۔ آؤ! ہم شہیدِ اہلسنّت کی قبر پر کھڑے ہو کر عہد کریں کہ ہم اپنے اندر کے بت توڑ کر یک جان ہو جائیں گے۔ ہمارا قبیلہ ایک ہوگا۔ ہمارا قبلہ ایک ہوگا۔ ہمارا کعبہ ایک ہوگا۔ ہمارا کارواں ایک ہوگا۔ ہمارا قافلہ ایک ہوگا۔ ہمارا مکہ ایک ہوگا۔ ہمارا مدینہ ایک ہوگا۔

پھر مدینے کی گھٹائیں ہم پر برسیں گی ضرور
پھر مدینے والے کے سائے میں بیٹھیں گے ضرور

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی...... بندۂ درویش

میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ
(سابق ڈپٹی اٹارنی جنرل پاکستان)

لاء کالج کے زمانہ طالبعلمی میں تحریک پاکستان کے عینی شاہد بزرگوں سے واقعات سننے کا شوق تھا جس کیلئے میاں محمد زبیر (یکے از مجاورین حضرت داتا گنج بخشؒ) نے اپنی دکان رضا پبلیکیشنز پر تحریک پاکستان کے کارکن مولانا محمد بخش مسلمؒ سے نشستوں کا اہتمام کر رکھا تھا۔ مولانا محمد بخش مسلمؒ کا سینہ تحریک پاکستان کے واقعات' شخصیات کے کردار اور رازوں کا خزینہ تھا۔ بابا مسلمؒ واقعات سناتے اور ہم انہیں قائل کرنے کی کوشش کرتے کہ وہ ان واقعات کو قلمبند کریں جس پر وہ کبھی راضی نہ ہوئے۔ ایک دن میں نے بابا مسلم سے پوچھا کہ یہ بتایئے کہ قائداعظمؒ میں وہ کون سی خوبی تھی کہ جس نے لوگوں کو ان کا گرویدہ بنا رکھا تھا جواب تھا کہ آج کے دور کے رہنماؤں اور قائداعظم میں یہ فرق تھا کہ قائداعظم کے کوئی جتنا قریب گیا اتنا ہی ان کا فریفتہ ہو گیا۔ جبکہ آج کے لیڈروں کے جتنا کوئی قریب جاتا ہے ان سے متنفر ہو جاتا ہے۔ قائداعظمؒ کی خلوت اور جلوت میں کوئی فرق نہیں تھا قول اور فعل میں کوئی تضاد نہیں تھا۔ عوامی اور نجی زندگی میں کوئی تفاوت نہیں تھا۔ جبکہ آج کے لیڈروں کی زندگی اور معمولات اس کے برعکس ہیں اس وقت سے میں کسی بھی شخصیت کو بابا مسلمؒ کی بتائی ہوئی کسوٹی پر ہی پرکھتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید پاکستان سے میرا تعلق یوں تو کافی پرانا ہے۔ مفتی اعظم

پاکستان حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے زمانہ طالبعلمی سے ATI کی وجہ سے نیازمندی رہی۔اس وقت سے ڈاکٹر صاحبؒ سے بھی اچھی علیک سلیک تھی۔مفتی اعظم پاکستان کی رحلت کے بعد ڈاکٹر صاحب سے علیک سلیک تعلقات میں بدل گئی۔2001ء میں تحفظ ناموس رسالتؐ محاذ کی تشکیل کے بعد تعلقات قربت میں بدل گئے اور 14 فروری 2006ء کے تاریخ ساز جلوس جو ڈنمارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف مال روڈ پر نکالا گیا تھا کے بعد ڈاکٹر صاحب سے تعلق اور قربت دوستی میں بدل گئی۔ربع صدی پر محیط تعلق اور دوستی کے سفر میں زندگی نے کئی نشیب و فراز دیکھے۔ان کا اقتدار سے قربت کا زمانہ بھی دیکھا اور اہلِ اقتدار کے جبر و استبداد کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کا قرینہ بھی سیکھا۔نہ اقتدار کی قربت نے ان کے عجز و انکسار اور سادگی کے پہلو کو گہنایا اور نہ ہی جبر شاہی نے ان کے پائے استقلال کو متزلزل کیا۔ڈاکٹر صاحب کی زندگی ایک پرانی موٹر سائیکل پر ہی رواں دواں رہی۔ان کے ہم عصر اکثر علماء اور مشائخ نے دیکھتے ہی دیکھتے کھٹارہ کاروں سے نئی کاروں اور پھر نئی کاروں سے لینڈ کروزر' چھوٹے گھروں سے کئی کنال کے بنگلوں اور پھر بنگلوں سے ایکڑوں کے فارم ہاؤس تک ترقی کی منازل طے کیں لیکن ''ترقی کے اس تیز تر'' دور میں ڈاکٹر صاحب کے لائف سٹائل میں کوئی فرق نہ آیا اور درویشانہ طرز زندگی ہی آخر دم تک ان کا طرۂ امتیاز رہی سادگی اور درویشی انہیں اپنے والد گرامی مفتی اعظمؒ سے ورثے میں ملی تھی۔ایک دفعہ جناب میاں نواز شریف کے وزارت اعلیٰ کے دور میں ایک اجتماعی مسئلے کیلئے میں حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے پاس جامعہ نعیمیہ گیا اور مفتی صاحب سے گزارش کی کہ اس اجتماعی مسئلہ میں جناب میاں نواز شریف کو فون کریں۔ان دنوں جامعہ کے ایک اضافی حصے کی تعمیر ہو رہی تھی اور مفتی صاحب مزدوروں کے ساتھ خود سیمنٹ کی تگاری اٹھا کر ادھر ادھر لے جاتے تھے۔قبلہ مفتی صاحب نے فون کیا تو فون پر جناب میاں شہباز شریف تھے۔دعا و سلام کے بعد حضرت مفتی صاحب نے کہا کہ شہباز آپ سے

ایک مسئلہ میں ملنا تھا۔ میاں شہباز شریف نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں تو حضرت نے جواب میں کہا کہ میں جامعہ میں ہوں۔ میاں صاحب نے کہا کہ میں خود آ رہا ہوں۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد میاں صاحب اپنے ایک دوست بٹ صاحب کے ہمراہ جامعہ تشریف لے آئے اسی دوران قبلہ مفتی صاحب اپنے کپڑے جھاڑ کر ایک پرانی سی اچکن بغیر استری کئے پہن کر آ گئے۔ میاں صاحب نے اپنے دوست بٹ صاحب سے مفتی صاحب کا تعارف کروایا کہ یہ حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ صاحب ہیں۔ بہت بڑے عالم دین ہیں اور جامعہ نعیمیہ کے سربراہ ہیں۔ میاں صاحب کے دوست بٹ صاحب حیرانگی کے عالم میں دیکھنے لگے گویا انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس دوران حضرت چائے کا کہنے چلے گئے اور میاں صاحب نے وضاحت کرتے ہوئے اپنے دوست کو بتایا کہ آپ حیران کیوں ہو رہے ہیں؟ یہ تو ہماری مہمان داری کیلئے مفتی صاحب کے پاس جو بہترین کپڑے ہونگے وہ پہن کر آئے ہیں۔ شہید پاکستان سے کئی امور پر میرا اختلاف رائے بھی ہوتا تھا لیکن ہر آنے والے دن ہماری باہمی محبت میں اضافہ ہی ہوا۔ 14 فروری 2006ء سے تو ڈاکٹر صاحب مجھے اپنے فیملی ممبر کی حیثیت دیتے تھے۔ ہر معاملہ میں مشاورت کرتے تھے بلکہ اپنے نجی معاملات میں بھی تبادلہ خیال کرتے تھے۔ 14 فروری 2006ء کے ہنگاموں کی آڑ میں حکومت وقت نے ڈاکٹر صاحب پر لاہور کے مختلف تھانوں میں چھ مقدمات درج کر دیئے جن میں سے پانچ مقدمات تعزیرات پاکستان کی دفعات کے ساتھ انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت تھے۔ حکومت وقت نے سیاسی انتقام کی خاطر ڈاکٹر صاحب کے بھائیوں' دامادوں اور بہنوئی کو بھی گرفتار کر لیا۔ انہوں نے مجھے بلایا' گرفتاری دینے کیلئے مشاورت اور حکمت عملی طے کی اور کہا کہ میرے مقدمات بطور وکیل آپ نے لڑنے ہیں میں نے ڈاکٹر صاحب سے درخواست کی کہ میں بنیادی طور پر سول مقدمات کا وکیل ہوں حکومت آپ کو ہر قیمت پر سزا دلوانا چاہے گی۔ اس لئے مناسب ہوگا کہ فوجداری کا کوئی سینئر وکیل کیا

جائے لیکن وہ نہ مانے اور بضد رہے کہ میں ہی ان کے مقدمات کی پیروی کروں اور فرمایا کہ اگر آپ میرے مقدمات نہیں لیتے تو پھر وہ کوئی دوسرا وکیل ہی نہیں کریں گے۔ لہٰذا مجھے سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ چار مقدمات میں ڈاکٹر صاحب دیگر ساتھیوں کے ساتھ نامزد تھے جن کا ٹرائل جناب مقرب خان نیازی صاحب جج انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور کے پاس تھا۔ ایک مقدمہ میں ڈاکٹر صاحب نامزد نہیں تھے اس ایف آئی آر میں سو سے زائد نامعلوم افراد تھے۔ اس مقدمہ کا ٹرائل پہلے جناب زوار احمد صاحب اور پھر جناب شبیر حسین چٹھہ صاحب جج انسداد دہشت گردی کورٹ لاہور کے پاس رہا۔ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے چاروں نامزد مقدمات کے ٹرائل میں' میں پیش ہوا جبکہ دیگر ملزمان کی طرف سے جناب ظفر محمود شیخ ایڈووکیٹ' جناب افتخار شاہد ایڈووکیٹ اور جناب غلام مصطفیٰ چودھری ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ الحمدللہ ہم کامیاب ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب اور دیگر تمام ملزمان باعزت بری ہوئے۔ پانچویں مقدمہ میں جناب عارف اعوان ایڈووکیٹ پیش ہوئے۔ اس مقدمہ یں بھی تمام ملزمان بری ہوئے۔ ٹرائل سے قبل ڈاکٹر صاحب اور دیگر تمام ملزمان ضمانت پر رہا ہو چکے تھے۔ گرفتاری کے دوران ڈاکٹر صاحب کیمپ جیل لاہور میں مقید رہے۔ میں وہاں کئی بار ملاقات کیلئے گیا۔ انہیں نہ کبھی پریشان دیکھا اور نہ ہی کبھی ان کے چہرے پر پشیمانی اور ملال پایا۔ وہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر اور ایل ایل بی بھی تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہ چکے تھے۔ اس لئے فرسٹ کلاس ان کا استحقاق تھا لیکن انہوں نے اپنا استحقاق لینے سے انکار کر دیا کہ جیل میں جیسے دوسرے کارکن اور ساتھی رہ رہے ہیں میں ان کے ساتھ ہی رہوں گا۔ ان دنوں سپرنٹنڈنٹ جیل جناب نوید اشرف تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں اکثر ڈاکٹر صاحب کی بیرک میں حال احوال پوچھنے جاتا کہ کوئی تکلیف تو نہیں ہے اور کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب اکثر قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول ہوتے اور ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے۔ کبھی کوئی شکایت نہ کی اور ہر دفعہ شکریہ ادا کرتے ہوئے کہتے کہ آپ نہ آیا کریں میری

وجہ سے کہیں آپ زیر عتاب نہ آ جائیں جبکہ عام طور پر قیدی سہولت حاصل کرنے کیلئے بڑی بڑی سفارشیں کراتے ہیں۔

دہشت گردی کے مذکورہ مقدمات میں تقریباً 150 علماء اور غریب کارکن ملوث کئے گئے تھے۔ اکثر لوگ لاہور سے باہر کے تھے۔ ہر ہفتہ پیشی پر آتے ہوئے انہیں نہ صرف سفری اخراجات برداشت کرنے پڑتے تھے بلکہ وہ اپنا اپنا کاروبار چھوڑ کر آتے تھے وہ بھی ان کا نقصان ہوتا تھا۔ کارکنوں کی حالت زار کے پیش نظر فیصلہ کیا گیا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب سے درخواست کی جائے کہ بے گناہ کارکنوں کے مقدمات واپس لے لیں۔ ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ سے بھی مشاورت کی گئی۔ انہوں نے کہا کہ میری ذات کیلئے کوئی درخواست نہیں کرنی میں اپنے مقدمات عدالت میں لڑوں گا اور اپنی بے گناہی ثابت کروں گا۔ میں کم ظرف حکمرانوں سے انصاف کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ جناب حضرت مفتی منیب الرحمٰن، جناب علامہ غلام محمد سیالوی، جناب صاحبزادہ عبدالمصطفیٰ ہزاروی اور میں مختلف اوقات میں تین دفعہ جناب پرویز الٰہی وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملے۔ انہوں نے ہر دفعہ یہی کہا کہ باقی کارکنوں کو چھوڑ دیں گے لیکن ڈاکٹر صاحب کو کسی صورت نہیں چھوڑیں گے۔ ان کا موقف تھا کہ نعیمی صاحب جنرل مشرف اور ہماری حکومت کیخلاف ہیں۔ لوگوں کو ہمارے خلاف اکساتے ہیں اور نواز شریف سے جدہ سے ہدایات لیتے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرے پاس نواز شریف اور ڈاکٹر صاحب کی ٹیلیفونک گفتگو کی ٹیپ موجود ہے جبکہ ہمارے چیلنج کے باوجود پرویز الٰہی صاحب وہ ٹیپ ہمیں سنوا سکے نہ ہی عدالت میں پیش کر سکے اور وعدہ کے باوجود کسی بھی کارکن کو مقدمات سے فارغ نہ کیا سارے کے سارے لوگ عدالتوں سے باعزت بری ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب ہمیشہ فوجی ڈکٹیٹر شپ اور فوج کے سیاسی کردار کے خلاف رہے۔ جنرل پرویز مشرف کے دور میں انہیں مختلف اوقات میں بڑے عہدوں کی پیشکش کی گئی۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور اسلامی نظریاتی کونسل کیلئے حکومت کی طرف سے متعدد بار رابطہ

کیا گیا لیکن ہر دفعہ انہوں نے شکریہ کے ساتھ پیشکش قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ اب سوات میں پاک فوج نے شر پسندوں اور ملک کے باغیوں کے خلاف آپریشن شروع کیا تو انہوں نے کھلم کھلا پاک فوج کے آپریشن کی حمایت شروع کر دی۔ پاکستان بچاؤ کانفرنسوں کے ذریعہ شر پسندوں کیخلاف رائے عامہ کو بیدار کیا۔ میڈیا میں آپریشن کے جواز پر دلائل دیئے اور خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا۔ لوگ حیران تھے کہ ڈاکٹر صاحب فوج کی حمایت کیسے کر رہے ہیں۔ یہ تو ان کے مزاج کیخلاف ہے ان کا جواب ہوتا تھا کہ میں فوج کے خلاف نہیں ہوں۔ طالع آزما جرنیلوں کے خلاف ہوں۔ کوئی جنرل اگر اب بھی ماورائے آئین کردار ادا کرے گا تو میں اس کی مخالفت کروں گا لیکن جب پاک آرمی دفاع وطن کی جنگ لڑے گی تو میں پاک فوج کے ساتھ ہوں گا کہ پاکستان کی حفاظت کرنا ہر محبّ وطن شہری کا فرض ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں کہ پاکستان ہمارے اسلاف نے بنایا اس لئے وطن عزیز کی سالمیت کی حفاظت کی ذمہ داری ہم پر زیادہ ہے۔ دین اور مملکت خداداد پاکستان کے لئے اگر میرے خون کی ضرورت ہوئی تو میں یہ قربانی بخوشی دونگا۔

ڈاکٹر علیہ الرحمہ اپنی شہادت سے 3 دن قبل 9 جون (2009ء) کو میرے آفس تشریف لائے۔ 10 جون کو ایوانِ اقبال میں ہونیوالے پاکستان بچاؤ کنونشن کے بارے میں مشاورت چاہتے تھے۔ میں نے ان سے گزارش کہ آپ کو دھمکیاں مل رہی ہیں۔ امن عامہ کے حالات بھی خراب ہیں اگر اجازت دیں تو مناسب سکیورٹی حاصل کرنے کیلئے ہوم سیکرٹری سے بات کروں۔ انہوں نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ٹارگٹ تو میری ذات ہے میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے بے گناہ پولیس اہلکاران مارے جائیں۔ موت کا ایک دن معین ہے اسے نہ کوئی ٹال سکتا ہے نہ کوئی گھٹا بڑھا سکتا ہے بلکہ موت تو خود زندگی کی محافظ ہے۔ آج تک سکیورٹی گارڈ بھلا کسی کو بچا سکے ہیں۔ مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانے کیلئے بندے کو ہمہ وقت تیار رہنا چاہئے۔ عارضی اور فانی دنیا

کی آسائشوں اور رغبتوں کو انسان شعوری طور پر نظر انداز کر دے تو اسے ابدی زندگی کا ادراک حاصل ہو جاتا ہے جو اللہ اور بندے کے درمیان دنیاوی آلائشوں کے پیدا کردہ فاصلے مٹا دیتا ہے اور بندہ اپنے خالق کے حضور جانے کیلئے بے تاب ہونے لگتا ہے۔ یہ تھا ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ کا نظریہ موت وحیات اور توکل۔

ڈاکٹر صاحبؒ کچھ عرصہ سے اتحاد اہلسنّت کیلئے کوشاں تھے۔ گزشتہ 2/3 سال سے اہلسنّت کی تمام دینی اور سیاسی جماعتوں کے کامیاب مشترکہ اجلاس منعقد کرائے۔ اتحاد اہلسنّت کیلئے تشکیل شدہ کمیٹی کے سربراہ جناب صاحبزادہ امین الحسنات اور میں ایک مرحلہ پر اتحاد کے حوالے سے مایوس ہو گئے اور تین رکنی کمیٹی میں فیصلہ کیا کہ آئندہ اس سلسلہ میں کوئی کوشش نہیں کی جائیگی اور اتحاد اہلسنّت کیلئے کی گئی کاوشوں' اجلاسوں کی روداد' اکابرین کے تعاون وعدم تعاون اور اتحاد میں رکاوٹوں پر مبنی رپورٹ تحریری صورت میں جنرل الیکشن 2008ء کے بعد شائع کر دی جائے گی۔ جنرل الیکشن ہو گئے سواد اعظم کی سیاسی جماعتوں کی کارکردگی مایوس کن رہی۔ اتحاد اہلسنّت کمیٹی کے ارکان کی حیثیت سے ڈاکٹر صاحبؒ جناب صاحبزادہ امین الحسنات اور میں مشاورت کیلئے اکٹھے ہوئے۔ صاحبزادہ امین الحسنات صاحب اور میری رائے تھی کہ اتحاد اہلسنّت کیلئے اتنی کوششوں اور کاوشوں کے باوجود کوئی نتیجہ نہیں نکلا اس لئے ان جماعتوں کو ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے مگر ڈاکٹر صاحب کا مشورہ تھا کہ ابھی ایک کوشش اور کرنی چاہئے اور مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ ان کے اصرار پر صاحبزادہ امین الحسنات اور میں نے نیم دلی کے ساتھ اتفاق کر لیا کچھ ہی عرصہ بعد شہید پاکستان کی اتحاد اہلسنّت کی خواہش عملی صورت دھار گئی اور سنّی اتحاد کونسل کے نام سے سواد اعظم کی دینی اور سیاسی جماعتیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہو گئیں۔ گو ڈاکٹر صاحب اس اتحاد سے پوری طرح مطمئن اور خوش نہیں تھے ان کی خواہش اور کوشش تھی کہ تمام جماعتیں آپس میں مدغم ہو جائیں۔ سواد اعظم کا ایک سیاسی اور ایک مذہبی فورم ہو دھڑے بندی اور گروپ ختم ہونے چاہئے۔ تاہم اس امید اور یقین

دہانی کے ساتھ شہید پاکستان سنّی اتحاد کونسل کے ساتھ شامل رہے کہ سنّی اتحاد کونسل کی تشکیل شاید سوادِ اعظم کی جماعتوں کے باہم ادغام کا نقطۂ آغاز ثابت ہو۔

شہید پاکستان کی زندگی کے کسی بھی پہلو کو لیں آپ کو اخلاص، محبت، رواداری، انکساری، فقر و استغناء، یقین محکم اور اللہ کی رضا سے راضی ہونے کی خصوصیات منفرد طور پر نظر آئیں گی۔ کسی کو معمولی سی تکلیف دینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ مجھے اکثر رات گھر پر فون کرتے تو میری اہلیہ کو پہلے پوچھتے کہ میاں صاحب سو تو نہیں گئے۔ اگر سو گئے ہیں تو جگانا نہیں ہے میں صبح رابطہ کر لوں گا۔ میرے بچوں سے پیار کرتے میرا چھوٹا بیٹا حسن حبیب CAT میں پوری دنیا میں دوسرے نمبر پر آیا تو مبارکباد دینے گھر تشریف لائے۔ فروری 2009ء میں پھر حسن حبیب ACCA میں امتیازی حیثیت سے کامیاب ہوا اور میرٹ پر پاکستان میں تیسرے نمبر پر آیا جبکہ عمر کے لحاظ سے پوری دنیا میں کم ترین عمر کے ساتھ ACCA بنا تو بہت خوش ہوئے۔ مبارکباد دی اور خواہش کا اظہار کیا کہ حسن کے اعزاز میں جامعہ میں فنکشن کرنا چاہتا ہوں تاکہ حسن کی حوصلہ افزائی ہو اور دوسرے بچوں کو ترغیب ملے۔ میں نے عرض کیا کہ پوزیشن ہولڈر کے طور پر برطانیہ سے سرٹیفکیٹ آجائیں تو پھر فنکشن مناسب رہے گا۔ پوچھا کتنے عرصہ میں سرٹیفکیٹ آجائیں گے میں نے بتایا کہ 3/4 ماہ لگ سکتے ہیں۔ پھر وقتاً فوقتاً پوچھتے رہے یہاں تک کہ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید......

چیتے کا جگر' شاہین کی آنکھ' مرد مومن کا حوصلہ!

قاضی مصطفیٰ کامل

علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا ہمارے درمیان سے یوں اچانک اٹھ جانا یقیناً بہت بڑا نقصان ہے۔ لاریب یہ کہنا سچ ہے کہ آج ان جیسا دوسرا تلاش کرنا ممکن نہیں۔ وہ علم کا خزانہ تھے' ایک محقق' دانشور' نڈر بے باک درویش صفت' عالم باعمل' سادگی اور سچائی کا پیکر' حلیم الطبع' خوش مزاج' عصر حاضر کے تقاضوں سے باخبر' سچے عاشق رسولؐ اور تحفظ ناموس رسالتؐ کے مجاہد تھے' دین مصطفیٰؐ کے تحفظ اور دفاع کی جنگ لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ وہ شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔ 12 جون 2009ء جمعہ کا دن تھا۔ ڈاکٹر صاحب اپنی زندگی کی آخری نماز اور آخری جمعہ سے فارغ ہو کر حسب معمول اپنے دفتر میں بیٹھے تھے کہ خودکش حملہ آور نے ملت کے اس قیمتی ہیرے کو ہم سے جدا کر دیا۔ علامہ سرفراز نعیمی سے میری ملاقات اور یاد اللہ نصف صدی سے تھی وہ بالکل میرے بھائیوں کی طرح تھے۔ اس نصف صدی کے قصے کی تفصیل اس طرح ہے کہ میرے برادر اکبر علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ نے بطور استاد جامعہ نعیمیہ میں پڑھانا شروع کیا تھا یہ غالباً 55-1954ء کا زمانہ تھا اور جامعہ نعیمیہ ان دنوں چوک دالگراں ریلوے روڈ پر ہوا کرتا تھا۔ غالباً 1956ء میں' میں بھی اپنے بھائی صاحب سے ملنے اور لاہور دیکھنے کیلئے لاہور آیا تو سرفراز نعیمی اور ان کے برادران ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن نعیمی اور محترم تاجور نعیمی سے

ملاقاتوں کا آغاز ہوا۔ پھر کچھ ہی عرصہ بعد میں بھی مستقل لاہور آ گیا اور حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل ہونے لگا۔ بالخصوص جمعہ کے روز نماز جمعہ کے بعد مفتی صاحب قبلہ کے دفتر میں بیٹھک ہوتی۔ مہمانوں کی موجودگی میں نوعمر سرفراز اور سردار (محفوظ الرحمٰن کا گھریلو نام) صاحبان ایک جانب کونے میں حاضر رہتے کہ والد محترم کب کوئی حکم دیں تو اس کی بجا آوری کی جائے۔ جب مہمانوں کی بھیڑ ذرا کم ہوتی تو خاموشی سے ایک ننھی منی سی گڑیا کمرے میں اچانک داخل ہوتی اور سیدھی مفتی صاحب قبلہ کے پاس پہنچ جاتی یہ ان کی بیٹی نشاط تھی۔ مفتی صاحب بہت شفقت اور پیار سے اسے گود میں جگہ دیتے لیکن اس دوران میں نے کبھی ان دونوں بھائیوں اور ننھی گڑیا کو بولتے ہوئے نہیں سنا تھا۔ علامہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے والوں میں بڑے بڑے رؤسائے شہر اور اہم شخصیات بھی ہوتی تھیں۔ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کا سنگ بنیاد مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے 1953ء میں رکھا ہوا تھا۔ مفتی صاحب قبلہ کی دین سے محبت اور جامعہ کی ترقی اور کامیابی کیلئے ان کی جدوجہد جلد ہی رنگ لائی۔ ابتداء میں ان کو دینی علوم اور عربی فارسی کے قابل اساتذہ اور سکالرز کی کمیابی کا سامنا کرنا پڑا۔ اہلسنّت مسلک کے ٹھوس عالم دین اور اساتذہ کا ملنا اس دور میں خاصا مشکل تھا۔ چنانچہ اسی تلاش میں قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ گجرات تشریف لے گئے جہاں صدر الافاضل حضرت مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے نامور شاگرد حکیم الامت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ رونق افروز تھے اور انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام قائم دینی مدرسہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا مدعا بیان کیا۔ علامہ کوکب رحمۃ اللہ علیہ نوعمری میں ہی 1951ء میں دستار فضیلت حاصل کر چکے تھے۔ گجرات میں ان کے درس قرآن پاک کی دھوم مچی ہوئی تھی اور میدان خطابت میں بھی ان کا جادو اغیار کیلئے

تازیانہ ثابت ہورہا تھا۔ حکیم الامت مفتی احمد یار خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ہونہار اور قابل فخر شاگرد کا ہاتھ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ انہیں لے جائیں۔ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ایک 18/17 برس کے لڑکے کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ حکیم الامت کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا آپ ان کو لے جائیں ان کے علم وفضل کے کمالات دیکھیں گے تو مزید حیران ہونگے۔ علامہ کوکب نے غالباً اسی سال (55-1954ء) پنجاب یونیورسٹی سے فاضل عربی کا امتحان بھی گولڈ میڈل کے ساتھ پاس کیا تھا۔ چنانچہ لاہور آمد کے بعد جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں میں مولوی فاضل کے طلباء کی کلاس کو بطور خاص انہوں نے پڑھانا شروع کر دیا۔ ان دنوں زینت القراء قاری غلام رسول صاحب اور استاد القراء علامہ قاری محمد یوسف صدیقی مرحوم ومغفور بھی چوک دالگراں کے مدرسہ سے وابستہ تھے۔ بہر حال مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم ومغفور کی مساعی جمیلہ سے جامعہ نعیمیہ چند ہی برس کے اندر ایک باوقار علمی مرکز بن گیا۔ چوک دالگراں میں جگہ کی تنگ دامانی کی وجہ سے پھر مولانا مفتی عبدالعزیز مرحوم ومغفور کے تعاون سے گڑھی شاہو کے موجودہ مقام پر منتقل ہوا۔ یہاں پر قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کی عمارت کی تعمیر اور جامعہ کے تدریسی نظام کو عروج دینے کیلئے دن رات محنت کی اور دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کو دینی علوم کی ایک شاندار درسگاہ بنا دیا۔ (اس راہ میں کئی کٹھن مقامات بھی آئے جو کہ ایک الگ داستان ہے) بہر حال علامہ ڈاکٹر مفتی سرفراز احمد نعیمی شہید سے زیادہ قربت اور میل ملاقات کا موقع اگست/ستمبر 1968ء میں پیدا ہوا یہ وہ دور تھا جب ملک پر صدر جنرل محمد ایوب خاں کا دس سالہ دور حکومت مکمل ہو رہا تھا۔ ملک کی سیاسی زندگی میں ایک ہلچل اور بے چینی پیدا ہو چکی تھی۔ لوگ فوجی ڈکٹیٹر شپ سے تنگ آ چکے تھے لیکن پھر بھی جنرل ایوب کی حکومت پر گرفت مضبوط تھی۔ جمعیت علماء پاکستان کی حالت قابل رشک نہ تھی۔ شاہسوار خطابت علامہ صاحبزادہ فیض الحسن (آلو مہار شریف) مرحوم جمعیت کے مغربی پاکستان کے صدر تھے۔ ذاتی حیثیت میں جنرل

ایوب کے حامی تھے۔ اہلسنّت کی صفوں میں اس وجہ سے ایک بے چینی پائی جاتی تھی۔ چنانچہ نوجوان علماء اہلسنّت کی ایک ٹیم نے جمعیت علماء پاکستان کی نشاۃ ثانیہ کا بیڑہ اٹھایا۔ ان میں علامہ قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ' علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ' علامہ مفتی شمس الزمان قادری رحمۃ اللہ علیہ' علامہ احمد علی قصوری پیش پیش تھے۔ صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے برادر اکبر صاحبزادہ قاضی فضل رسول حیدر نے بھرپور تعاون شروع کردیا قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے اس حوالے سے مرکز ومحور بن گئے کہ اس تحریک کی سرگرمیوں کا مرکز دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو بن گیا۔ چنانچہ علماء ومشائخ کا ایک ملک گیر کنونشن منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا تاکہ مغربی پاکستان کی حد تک جمعیت علماء پاکستان کے نئے انتخابات کرا کے اسے ایک زندہ اور فعال جماعت بنایا جائے۔ کنونشن کیلئے 28 ستمبر 1968ء کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ اس کنونشن کو بھرپور طریقے سے کامیاب بنانے کیلئے اگست اور ستمبر کے مہینوں میں خوب محنت کرنی پڑی۔ چنانچہ میں بھی اپنے برادر اکبر علامہ کوکب کے ساتھ سولہ سولہ گھنٹے جامعہ میں گزارتا جبکہ کنونشن کی قریبی تاریخوں میں پھر 24 گھنٹے ہی جامعہ میں گزرنے لگے۔

یہ وہ موقع تھا کہ نوعمر ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید اور علامہ محفوظ الرحمٰن نے دن رات ایک کردیا اور کنونشن کی تیاریوں کے سلسلے میں کام کرنے والی ٹیم اور مہمانوں کی دیکھ بھال اور آؤ بھگت میں ہمہ وقت مستعد رہے وہ ہر وقت اپنے والد قبلہ مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارۂ ابرو کے منتظر رہتے اور مشین کی طرح حرکت میں رہتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کو جو عظمت' شہرت اور فضیلت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس میں ان کے والدین کی تابعداری اور بالخصوص والد بزرگوار کا بہت زیادہ احترام اور تابعداری کا وافر حصہ شامل ہے یقیناً والد بزرگوار دل سے دعائیں دیتے رہے ہونگے۔ (کہتے ہیں والد کی دل سے مانگی ہوئی دعا ضرور بارآور ہوتی ہے)۔ 28 ستمبر 1968ء کو ہونے والا علماء ومشائخ کنونشن ہر لحاظ سے کامیاب رہا۔ کم وبیش پانچ ہزار علماء ومشائخ

نے دار العلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے اس کنونشن میں شرکت کی۔کیسی کیسی عظیم اور قد آور شخصیات تشریف لائیں۔یہ ایک الگ باب کا حصہ ہے۔بہر حال صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول حیدر رضوی اور مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی سے ابوالحقائق مفسر قرآن علامہ پیر عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اور مجاہد ملت صاحبزادہ سید محمود شاہ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ جمعیت علماء پاکستان کے مغربی پاکستان کے صدر اور ناظم اعلیٰ بلا مقابلہ منتخب ہو گئے اور رات کو باغ بیرون موچی دروازہ میں جمعیت کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ عام بھی منعقد ہوا جس میں جے یو پی کی آزاد پالیسی کا اعلان کیا گیا۔اس اجلاس میں مرکزی صدر علامہ عبدالحامد بدایونی بھی شریک ہوئے۔اس سارے عمل میں ہمارے ممدوح علامہ سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی انتظامی' دینی اور سیاسی تربیت کا زبردست سامان تھا اور اس طرح کے پروگراموں میں حاصل شدہ تربیت اور تجربہ آئندہ زندگی میں ان کے کام آیا۔علامہ سرفراز نعیمی شہیدؒ رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت میں شان استغنیٰ اور خودداری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی وہ کسی بھی مشکل سے مشکل مرحلہ پر بھی کسی دنیادار یا صاحب اقتدار کے آگے دست سوال دراز کرنے کے حق میں نہ تھے۔یہ سبق بھی انہیں قبلہ مفتی صاحب کی زندگی سے حاصل ہوا۔اس سلسلے میں دو واقعات پیش کرتا ہوں۔قبلہ مفتی نعیمی صاحب مسجد چوک دالگراں میں جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد کے مشرقی کونے پر واقع اپنے دفتر کے کمرے میں تشریف رکھتے تھے۔عقیدتمندوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسجد کے صحن سے گزرتے ہوئے اپنے کمرے میں تشریف لے جاتے تھے اسی دوران جامعہ اور جے یو پی کے مالی مددگار ایک رئیس اعظم مسجد کے صحن میں موجود ہوتے (جب کبھی وہ جمعہ اس مسجد میں ادا کرتے) اور انکی خواہش ہوتی کہ مفتی صاحب خود ان کو دیکھ کر ان کی جانب بڑھیں اور ان کو پروٹوکول دیں۔لیکن مفتی صاحب قبلہ اپنے دینی منصب اور وقار کے پیش نظر ان حضرت سے پہلو بچاتے ہوئے اور آنکھیں چار نہ کرتے ہوئے اپنے دفتر والے کمرے میں چلے جاتے اور مفتی صاحب سے ملاقات کے

خواہشمند بھی ان کے پیچھے پیچھے کمرے میں پہنچ جاتے لیکن وہ رئیس اعظم صاحب اپنی دولتمندی کے فخر کی وجہ سے ایک عالم دین سے اپنی برتری کے خواہشمند ہوتے تھے اس لئے مفتی صاحب ان کی اصلاح کرتے اور سیدھے اپنے دفتر میں چلے جاتے اور پھر خیال رکھتے کہ وہ رئیس اعظم صاحب جب مسجد سے باہر کا رخ کر چکے ہوتے اپنے خادم ڈرائیور کے ساتھ جوتے پہن کر باہر کی جانب گامزن ہو چکے ہوتے تو پھر قبلہ مفتی صاحب کسی طالبعلم کو بھیجتے کہ جاؤ ان کو بلا کر لاؤ۔ اس طرح ان کو بلایا جاتا اور کہا جاتا کہ حضرت آپ آئے ہوئے بھی ہیں اور بغیر ملاقات کئے جا رہے ہیں تو پھر وہ حضرت کھسیانے ہو کر عذر پیش کرتے کہ ہاں انہیں کچھ جلدی تھی اس لئے جا رہے تھے اور پھر کافی عرصہ (گھنٹہ بھر) بیٹھے رہتے اس طرح کا تربیتی پروگرام ہر مہینے میں ایک دو بار ضرور ہو جاتا اور نوجوان سرفراز نعیمی شہید اس سبق کو یاد کر رہے تھے۔ قبلہ مفتی صاحب مرحوم و مغفور کی زندگی کا ایک اور واقعہ یا طرز عمل 1980ء کے عشرے میں سامنے آیا جب اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے سعودی عرب سے اہم دینی شخصیات کے پاکستان میں دورے شروع کرائے تھے لیکن ان اہم دینی شخصیات کے سارے پروگرام مکتب اہلحدیث (عرف عام میں وہابی) سے تعلق رکھنے والے مدارس یا مساجد میں رکھے جاتے تھے۔ قبلہ مفتی صاحب نے جنرل ضیاء الحق پر سخت تنقید کرتے ہوئے بیان جاری کیا کہ وہ اس طرز عمل سے ملک میں خود فرقہ واریت کو فروغ دے رہے ہیں۔ مفتی صاحب کی گرفت بڑی سخت اور بروقت تھی۔ اس لئے چند ہفتوں کے بعد سعودی عرب سے آنے والی ایک اہم شخصیت کے دورۂ پاکستان کے دوران ان کا ایک پروگرام دارالعلوم جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں بھی رکھ دیا گیا۔ (میں خود بھی اس تقریب میں شامل تھا) جامعہ میں ان کا استقبال کیا گیا۔ خطبۂ استقبالیہ پیش کیا گیا اور معمول کی تقریب ہوئی۔ سعودی عرب سے آنے والی اس دینی شخصیت نے اپنے خطاب کے آخر میں جامعہ کیلئے بیس ہزار روپے کے عطیہ کا اعلان کیا۔ جس کو عام سامعین نے تو کسی حد

تک سراہا لیکن قبلہ مفتی صاحب کی عقابی نگاہ جانتی تھی کہ اس عطیہ کا مطلب کیا ہے۔ چنانچہ معزز مہمان کی تقریر ختم ہونے کے فوراً بعد قبلہ مفتی صاحب مائیک پر پہنچے اور اعلان کیا کہ وہ معزز مہمان کے جذبۂ خیر سگالی کا احترام کرتے ہیں لیکن ہم بیس ہزار کا عطیہ قبول نہیں کر سکتے اور شکریہ کے ساتھ واپس کرتے ہیں۔ ہم نے آپ کو عطیہ لینے کیلئے نہیں بلایا تھا بلکہ ہم تو یہ چاہتے تھے مقدس سرزمین سے آنے والے مہمانان گرامی ہمیں اور ہمارے طلباء کو بھی زیارت اور ملاقات کا شرف بخشیں۔ الحمدللہ جامعہ کے اخراجات پاکستانی قوم کے تعاون سے بحسن وخوبی سے پورے ہو رہے ہیں۔ مفتی صاحب قبلہ کے اس اعلان کو تمام طلبہ' اساتذہ اور عام سامعین نے بہت پسند کیا۔ یہ وہ طرز عمل اور زندگی کا درس تھا جو سرفراز نعیمی شہید اپنے والد بزرگوار کی زندگی سے حاصل کر رہے تھے۔ قبلہ مفتی صاحب نے اپنی زندگی کے آخری برسوں میں خود ہی عملاً یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کی نظامت اور جملہ ذمہ داریاں سرفراز نعیمی شہید کے سپرد ہونگی اور ان کے بستر علالت پر ہونے کے زمانے میں ہی سرفراز نعیمی شہید نے جامعہ کے جملہ امور سنبھال لئے تھے اور پھر نہ صرف جامعہ کے تدریسی نظام کو وسعت دی' بچیوں کیلئے دینی تعلیم کے الگ مکتب اور شعبے قائم کئے اور قومی وسیاسی زندگی میں حق گوئی اور بے باکی کا کردار ادا کرتے ہوئے جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ جب ڈکٹیٹر مشرف نے آپ کی حق گوئی کی وجہ سے جامع مسجد چوک دالگراں کی خطابت آپ سے چھین لی تو سرفراز نعیمی شہید کو تھوڑا سا جھکنے کا مشورہ دیا گیا کہ اس طرح آپ کی خطابت بحال ہونے کا وعدہ کرتے ہیں لیکن انہوں نے ڈکٹیٹر کے آگے جھکنے سے انکار کر دیا۔ پھر تحفظ ناموس رسالت محاذ کے تحت 14 فروری 2006ء کو آپ کی اور دیگر علمائے اہلسنّت کی قیادت میں مزار داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے نکلنے والی عظیم الشان تاریخی ریلی نے پرویز مشرف اور پرویز الٰہی حکومت کی چولیں ہلا دیں۔ ریلی کے بعد حکومت نے ان پر اور ان کے دیگر ساتھی علماء کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم کر دیئے۔ ریلی کی قیادت کرنے والی علماء کی ٹیم کچھ عرصہ

کیلئے زیر زمین چلی گئی تا کہ حکومت کے ہتھکنڈوں اور آئندہ کے عزائم کا جائزہ لے کر اگلا پروگرام بنایا جائے۔ اس دوران میں نے ان کے خفیہ مقام پر ان کے ساتھی قائد علامہ احمد علی قصوری کے سیل فون پر رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ بھی قائدین کسی ایک ہی جگہ پر موجود ہیں۔ چنانچہ سرفراز نعیمی شہید' مفتی محمد خاں قادری' علامہ رضائے مصطفیٰ اور دیگر زعما سے بات چیت ہوئی سبھی بلند حوصلہ تھے میں نے ان کی جانب سے ایک مشترکہ بیان تیار کر کے محترم المقام جناب مجید نظامی کو پیش کیا تو انہوں نے نوائے وقت میں بصد خوشی اسے فرنٹ پیج پر تین کالم شائع کرنے کی اجازت دیدی۔ اس طرح عوام اہلسنّت کو اپنے قائدین کے بارے میں علم ہو سکا کہ وہ خیریت سے ہیں۔ اس دوران پنجاب حکومت نے جنرل مشرف کے دباؤ پر ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے خاندان پر ظلم کی حد تک دباؤ ڈالا۔ ان کے بھائیوں' ان کے بہنوئی اور ضعیف والدہ کو شدید قسم کے ذہنی دباؤ اور اذیت میں مبتلا کیا گیا اس دوران عزیزم راغب حسین نعیمی چھپ چھپا کر مجھ سے دفتر میں ملتے رہے اور خبروں کی فراہمی کا سلسلہ جاری رکھا۔ راغب حسین نعیمی بھی اس دوران کمال حوصلے اور استقلال کا پیکر نظر آئے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید اور کچھ دیگر قائدین کو گرفتار کر کے جیلوں میں بند کر دیا گیا اور ان پر انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں میں مقدمات چلائے گئے۔ تمام قائدین نے صبر و استقامت کے ساتھ یہ سارا عرصہ گزارا تاہم سرفراز نعیمی کو مرکزی قائد کی حیثیت سے زیادہ ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا گیا لیکن سرفراز نعیمی شہید کے پائے استقلال میں معمولی سی لغزش بھی نہیں آئی۔ وہ تحفظ ناموس رسالت کی خاطر اپنی جان بھی دینے کیلئے تیار تھے۔ ایک مختصر سے قد و قامت کے انسان کو اللہ تعالیٰ نے چیتے کا جگر' شاہین کی آنکھ اور مرد مومن کا حوصلہ عطا فرمایا تھا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

دلنواز بھی، سرفراز بھی

علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

(سربراہ ادارہ صراطِ مستقیم پاکستان)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مفکر، مصلح اور انقلابی رہنما تھے۔ آپ ایک ممتاز ماہر تعلیم اور جلیل القدر مذہبی اسکالر تھے۔ آپ نے بحیثیت مدرس و مفتی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ ایک کامیاب مہتمم اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ بہت اچھے منصوبہ ساز اور مدبر تھے۔ تحریک و تنظیم آپ کا مشغلہ تھا۔ خلوص وللّٰہیت آپکا وتیرہ تھا۔ عاجزی آپ کا شیوہ اور سادگی آپ کا شعار تھا۔ ہمہ وقت متحرک رہنا آپ کی عادت اور متبسم رہنا آپ کی سعادت تھی۔ آپ بولتے تھوڑا اور تولتے زیادہ تھے۔ آپ قوّال تھوڑے اور فعال زیادہ تھے یا یوں کہہ لیجئے کلام تھوڑا اور کام زیادہ کرتے تھے۔ تقریر مختصر اور تاثیر بیش تر تھی۔ قد چھوٹا مگر کردار بڑا تھا یا یوں کہہ لیجئے قامت چھوٹی مگر استقامت بڑی تھی۔ لہجہ نرم مگر نظریہ گرم تھا۔

وہ صاحبزادہ تھے مگر ان میں صاحبزادگی نہیں تھی۔ خواجہ تھے مگر ان میں خواجگی نہیں تھی۔ وہ کارکن کے روپ میں قائد اور خادم کی شکل میں مخدوم تھے۔ انہیں بہت سے معاملات میں یدِ طولیٰ ہی حاصل نہیں تھا بلکہ ایک دن میں کئی پروگرامز میں بروقت حاضری کیلئے قدم طولیٰ بھی حاصل تھا انہیں گیلی لکڑیوں میں آگ لگانا بھی آتا تھا اور جلتے خرمن کی آگ بجھانا بھی آتا تھا۔

سرور کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی قبر شریف کے انہدام پر سانحہ ابواشریف کی تحریک ہو یا 295c کی حفاظت کا معاملہ ہو' ڈنمارک کے توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ ہو یا قرآن وسنت سے متصادم نسواں بل کا مقابلہ ہو۔ زلزلہ زدگان کی خوشحالی کا موقع ہو یا چیف جسٹس کی بحالی کا مرحلہ ہو۔ مدارسِ اہلسنّت کا تعلیمی و نصابی معاملہ ہو یا نعلین شریف کی بازیابی کا معاملہ ہو۔ سُنّی اتحاد کی بات ہو یا سُنّی حقوق کا محاذ ہو۔ افغانستان وعراق کیلئے ہمنوائی ہو یا پاکستان بچاؤ تحریک کے سلسلہ میں ملک کے طول وعرض میں جادہ پیمائی ہو' ڈاکٹر صاحب ہر محاذ پر پیش قدم نظر آئے۔

انہوں نے تحفظِ ناموسِ رسالت محاذ بنا کے ناموس رسالت پہ پہرہ دیا اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہوں نے شریعت مطہرہ کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے خودکش حملوں کو حرام قرار دیا۔ اسلام اور پاکستان سے محبت اور نظریہ پاکستان کی حفاظت کے پیش نظر دہشت گردوں کو کربلائی انداز میں للکارا۔ انہیں پاکستان بچانے کی فکر میں اپنی ذات کی فکر نہ رہی۔ انہوں نے لٹتے گھر کو دیکھ کر چور چور کی آواز بلند کی اور قوم کو جگانے کیلئے کنونشن' کانفرنسیں جلسے اور جلوس منعقد کئے۔ انہوں نے ''پاکستان بچاؤ'' کا وظیفہ صبح وشام اور دن رات کیا اور اس کے نتیجے میں شہادت پائی جس کی تمنا وہ دن رات کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر نعیمی شہید کے قاتل کس قدر سفاک اور کتنے بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے بہارِ علم ودانش کو اجاڑنے' صدائے حق کو دبانے اور جذبۂ خیر کو مٹانے کی کوشش کی ہے لیکن وہ یاد رکھیں۔

عروسِ سلطنت کے منہ پہ رونق جس سے آتی ہے
شہیدوں کے جمال افزا لہو کا غازہ ہوتا ہے

انشاء اللہ تعالیٰ جامعہ نعیمیہ کی پیشانی سے ٹپکنے والے اس خون کے ہر قطرہ سے چشمہ پھوٹے گا۔ گلشن سیراب ہوگا۔ جذبات کی فصلیں پکیں گی۔ حوصلے حرارت بداماں ہونگے۔ سر اٹھا کے چلنے کی رسم عام ہوگی۔ راہ عزیمت کے مسافروں کے حوصلے بڑھیں

گے اور منزل قریب تر ہوگی۔

ڈاکٹر صاحب دلنواز بھی تھے' سرفراز بھی تھے۔ جھلستے ماحول میں بہت سے لوگوں کیلئے سائبان تھے' بہت سے دردمندوں کے ہمدرد اور بہت سے دکھیوں کے محرم راز تھے۔ جامعہ نعیمیہ ایسی مرکزی درسگاہ ان کے فیضان کی روشن دلیل ہے۔ جیئے تو لاہور کی راہوں میں پرانے سکوٹر پر' گئے تو لاہور کی فضاؤں میں ہیلی کاپٹر پر......زندگی میں ان کا اخفاپسندی کا انداز تھا' بعداز وصال ان کیلئے گن سلوٹ کا اعزاز تھا۔

اللہ تعالیٰ ان کے مرقد پرنور پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

شہیدِ پاکستان حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ

عصر حاضر کا بے مثل مفکر اور لا ثانی مبلغ اسلام

شیخ الحدیث مفتی محمد صدیق ہزاروی

(رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

دنیا میں کوئی ایسا انسان نہیں جو سب کی آنکھوں کا تارا ہو۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے تو اسے اخلاص کی دولت حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ ہر ایک کو خوش رکھنے والا حق گو کبھی نہیں ہوسکتا۔ ایسا کرنے والا یقیناً شاہراہ منافقت پر گامزن ہے۔

ہمارے ممدوح حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کی ظاہری حیات میں یقیناً ان سے اتفاق کرنے والے بھی تھے اور اختلاف کرنے والے بھی لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ایک کھرے، سچے انسان تھے۔ مخالفت بھی ڈنکے کی چوٹ پر کرتے اور موافقت بھی سرعام کرتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم و مغفور کا یہ طرۂ امتیاز تھا جو حق گوئی کے بے شمار دعویٰ داروں سے ان کو ممتاز کرتا ہے۔

راقم (محمد صدیق ہزاروی) کو بے شمار مواقع پر ان کی رفاقت حاصل رہی۔ سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔ ان مواقع پر ان کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کی رفاقت بے مثال، ان کی سادگی عدیم المثال اور ان کی تواضع لاثانی تھی۔

راقم نے ان کے ساتھ اسلام آباد کی طرف کئی علمی اور تنظیمی پروگراموں کیلئے سفر کیا۔ دارالعلوم غوثیہ بھیرہ شریف میں سلور جوبلی میں شرکت کے بعد واپسی کا سفر اکٹھا

کیا۔ مظفر آباد مین تنظیم المدارس کے کنونشن میں شرکت کیلئے لاہور سے ان کی رفاقت میں سفر کیا۔

لاہور میں تنظیم المدارس کے علاوہ دیگر کئی فکری، علمی، ادبی تنظیموں کے پروگراموں میں ہم اکٹھے ہوئے۔ سفر کے دوران جہاں چائے وغیرہ کے لئے پڑاؤ ہوتا تو وہ خود ہوٹل کے کاؤنٹر پر تشریف لے جاتے اور خود اپنے ہاتھوں سے کھانے پینے کی اشیاء اور چائے اٹھا کر لاتے۔

بھیرہ سے واپسی پر حضرت علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ صاحب کی گاڑی پر ہم اکٹھے لاہور کیلئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک پٹرول پمپ پر غالباً نماز کیلئے رکے اور اس کے بعد وہاں بیٹھ گئے تو دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب، مونگ پھلی اور چائے لئے آ رہے ہیں۔
عام حالات میں یہ بات معمولی سمجھی جاتی ہے لیکن جب ایک عظیم المرتبت علمی شخصیت کا لخت جگر اور خود قدیم و جدید علوم کا حسین امتزاج شخص ہو تو یقیناً آج کی دنیا میں اس کا یہ انداز تعجب خیز ہوتا ہے۔

راقم کے ساتھ حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کا قلبی لگاؤ تھا۔ اگرچہ میں اپنی مصروفیات اور طبیعت کی وجہ سے اعتدال کی راہ پر ہی چلتا رہا۔ نہ زیادہ قریب رہا اور نہ دور لیکن آپ مجھ پر بھرپور اعتماد کرتے تھے۔
بعض اوقات راقم پر کچھ آزائش کا دور آیا تو ڈاکٹر صاحب نے ایسے وقت میں بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی۔ جب راقم کو اسلامی نظریاتی کونسل کا ممبر نامزد کیا گیا تو ڈاکٹر صاحب نے اخبار میں خبر پڑھتے ہی فوراً فون پر مبارکباد پیش کی۔ بعض حوادثات ڈاکٹر صاحب کیلئے پریشان کن ہوتے تو آپ راقم سے ضرور تذکرہ کرتے۔ اس ضمن میں اس بات کو منظر عام پر لانا بہت ضروری ہے کہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ اور جامعہ نعیمیہ (ان دونوں عظیم علمی مراکز) کے درمیان یگانگت، اتحاد، اتفاق اور اعتماد کے خواہاں تھے۔
شہید پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمیؒ کا دوسرا عظیم وصف حق گوئی تھا اور آپ

حق بات کیلئے بڑے سے بڑے خطرہ کی پرواہ نہ کرتے تھے اور کوئی لالچ آپ کو راہ حق سے ہٹا نہ سکی۔

چند سال قبل جب امریکہ اور اسکے حواریوں کے اشارے پر مدارس دینیہ کیخلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا گیا تو جامعہ فریدیہ اسلام آباد میں تمام مکاتب فکر کے مدارس کا بہت بڑا کنونشن ہوا، جس میں قاضی حسین احمد، حافظ حسین احمد، ساجد نقوی، سمیع الحق وغیرہ ہر جماعت کی قیادت جمع تھی۔ اس موقع پر اہلسنّت و جماعت کی نمائندگی حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ، حضرت علامہ سید ضیاء الحق شاہ صاحب اور راقم نے کی اور خطابات بھی کئے لیکن اس وقت سب سے زیادہ پرجوش خطاب جناب ڈاکٹر صاحب کا ہوا جسے تمام مکاتب فکر کے علماء نے تسلیم کیا۔ سابق صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف کی روشن خیالی کے خلاف وہ ہمیشہ سینہ سپر رہے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کا ایک طرۂ امتیاز یہ بھی تھا کہ آپ کے دل میں دین اسلام کے فروغ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا اور اس سلسلے میں آپ قیادت کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ اہلسنّت و جماعت کی تمام مذہبی، سیاسی تنظیموں کیلئے آپ نے جامعہ نعیمیہ کے دروازے کھلے رکھے ہوئے تھے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی سنّی عالم دوسرے مکاتب فکر کے ہاں جاتا ہے۔ ان کے ساتھ اشتراک عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جناب ڈاکٹر صاحب ان معدودے چند علماء میں سے تھے کہ وہ منصورہ سے لے کر اشرفیہ تک تشریف لے جاتے لیکن اپنے مسلک سے ان کی وابستگی میں سر مو بھی فرق نہ آیا۔

گزشتہ دنوں راقم کسی کام کے سلسلے میں تنظیم المدارس کے دفتر میں حاضر ہوا تو حضرت ڈاکٹر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ وہ دفتری عملہ سے فرما رہے تھے کہ ''ڈرائیور کو فوراً بلاؤ'' اس وقت آپ بہت جلدی میں تھے۔ فرمانے لگے نوائے وقت کے چیف

ایڈیٹر مجید نظامی کی اہلیہ کے سوئم میں شرکت کرنا ہے اور ہم اجتماعی طور پر اور جلد از جلد جانا چاہتے ہیں۔

اختصار کے پیش نظر یہ چند سطور تحریر کر دی ہیں ورنہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ (شہید پاکستان) سادہ منش، عاجزی کا پیکر، نمود و نمائش سے کوسوں دور رہنے والے، اپنی ذات کی بجائے دین کو فروغ دینے کا جذبہ رکھنے والے، تکبر و غرور کی لعنت سے مبرا اور اسکے علاوہ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔

ادیب ملت، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ کے وصال پر مفسر قرآن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنّت نے حضرت شرف صاحب کیلئے ایک جملہ لکھا تھا جو نہایت مناسب اور مبنی بر حق ہے۔ راقم وہی جملہ حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم کے حق میں کہنا چاہتا ہے کہ وہ ''دور حاضر کا قدیم انسان'' تھے۔

واقعی یادگار اسلاف تھے۔ بناوٹ اور دورنگی سے بہت دور فرشتہ صفت انسان تھے۔ وہ ایک سورج تھے جو بظاہر ڈوب گیا' وہ بدر منیر تھے جو آنکھوں سے اوجھل ہو گیا' وہ مشعل راہ تھے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کے کردار، جہد مسلسل اور عمل پیہم کو خضر راہ بنایا جا سکے۔

سرفرازی ہوگئی حاصل تمہیں دارین کی

علامہ محمد منشا تابش قصوری

دہشت گردی کا فتنہ نیا نہیں' اس کی تاریخ بڑی طویل اور بھیانک ہے۔ اسلام کے ظہور ہوتے ہی اس نے سر اٹھایا اور پھر بڑھتا ہی چلا گیا۔ محسن اعظم' سید عالم' نبی مکرم' رسول معظم جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرامؓ اس سے دوچار ہوئے۔ مشرکین مکہ کے ساتھ ساتھ یہودی' عیسائی اور مجوسی پیش پیش رہے۔ اسی قماش کے لوگ منافقت کے لباس میں اسلام کا نام استعمال کرنے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مسجد نبوی میں ایک ایک کا نام لے کر فرمایا: قم فلان فاخرج فانك منافق

''کھڑا ہو فلاں' نکل جا مسجد سے بیشک تو منافق ہے''

علماء بیان کرتے ہیں کہ ان (دہشت گردوں) منافقین کی تعداد ساڑھے تین سو تک پہنچ چکی تھی۔ جنہیں مخبر صادق نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد سے بیک وقت نکال کر طشت از بام فرمایا' جس سے صحابہ کرامؓ محفوظ ہو گئے۔

وقت گزرتا گیا' یہاں تک کہ امیر المومنین خلیفۃ الرسول حضرت سیدنا عمر ابن خطاب فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں فتوحات اسلامیہ کا سلسلہ بڑی برق رفتاری سے چلا اور اسلام حجاز مقدس کو سیراب کرتا ہوا عراق' ایران' ہند' سندھ اور چین کی سرحدوں تک

جا پہنچا اور دہشت گردوں نے سیدنا فاروق اعظمؓ کو شہید کرنے کا منصوبہ مرتب کیا اور اس سازش کو بروئے عمل لانے کیلئے آپ ہی کے ایک غلام ابولؤلؤ فیروز مجوسی کو آمادہ کرلیا۔ چنانچہ حسب معمول آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مصلیٰ امامت پر نماز فجر کی ادائیگی کیلئے قیام فرما ہوئے اور صحابہ کرامؓ نے اطمینان وسکون سے اقتداء فرمائی۔ جب آپ رکوع کے بعد اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کے حضور سربسجود ہوئے تو ابولؤلؤ فیروز مجوسی دہشت گرد نے آپ پر خنجر چلا دیا اور اس نے بھاگنے کی ناکام کوشش کی۔ جب اس نے محسوس کیا کہ پکڑا جاؤں گا تو اس نے اپنے سینے میں اپنا ہی خنجر گھونپ کر خودکشی کرلی اور جہنم کا ایندھن بن گیا۔ تاریخ اسلام میں یہ پہلا خودکش دہشت گرد تھا جس نے مسجد نبوی کی حرمت کو پائمال کرکے مساجد ومدارس میں ہونیوالی دہشت گردی کی بنیاد رکھی۔

وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ خلیفۂ ثالث امیر المومنین حضرت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کو مدینہ طیبہ میں ان کے گھر ابن سبا یہودی دہشت گرد کی سازش سے قرآن کریم کی تلاوت کے دوران شہید کردیا گیا۔ تاریخ نے ان دہشت گردوں کو بلوائیوں کا نام دیا ہے۔

یوں ہی اسلام کے چوتھے خلیفہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ نے کوفہ کی جامع مسجد میں نماز فجر کی سنتیں ادا فرماتے ہوئے عبدالرحمٰن ابن ملجم یہودی کی تلوار سے گھائل ہوکر جام شہادت نوش فرمایا۔ یہ دہشت گرد منافقت کا لبادہ اوڑھے حضرت علی المرتضیٰؓ کا ایک لشکری بن چکا تھا۔

ذرا تصور کیجئے تین خلفائے رسولؐ کا یکے بعد دیگرے اپنے اپنے دور خلافت میں دہشت گردی کا نشانہ بننا کوئی معمولی بات نہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ ان لوگوں نے ایسی قبیح کارروائیاں کیوں کیں؟ ظاہر ہے ان کا مطمعٔ نظر اسلام کو مٹانا تھا تو کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ناکام رہے اور ان کے برعکس شہدائے اسلام کے خون نے اسلام کی مانگ میں رنگ بھر دیا اور اس کے انوار وتجلیات کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

دہشت گردی کا نشانہ بننے والے اسلام کے عظیم ترین اشخاص کو اگر زیرِ قلم لایا جائے تو کئی دفتر تیار ہو سکتے ہیں مگر راقم ان تمام شہداء کرام کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے عصر حاضر میں ملت اسلامیہ کی نامور علمی شخصیت حضرت علامہ الحاج الحافظ القاری ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز احمد نعیمی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری دیتا ہے۔ ایک بدقماش دہشت گرد کا نشانہ بنے اور جہاں بھر کو روتا چھوڑ گئے۔

گو شہادت خود عبادت ہے مگر جب عبارت پر شہادت کا لباس سج جائے تو اس شہید کی رفعت و عظمت کے کیا کہنے۔ ممدوح پاکستان' مخدوم عالم اسلام' حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کو جب شہادت کا منصب نصیب ہوا۔ اس وقت آپ خطبہ و نماز جمعہ ایسی بلند تر عبادت کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے اپنے دفتر تشریف لائے جہاں کبھی اپنے وقت کی عظیم علمی و روحانی ہستی' آپ کے والد ماجد مفتی اعظم استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی علیہ الرحمۃ جلوہ افروز ہوا کرتے تھے۔ باوجودیکہ وہ علوم و فنون کے بحر بیکراں تھے مگر اسوۂ حسنہ ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ درویشی' عاجزی' انکساری ان پر نازاں تھی۔ جامعہ نعیمیہ کی ایک ایک اینٹ ان کی عظمت پر شاہد و ناطق ہے۔ بعینہ حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید علیہ الرحمۃ بھی اپنے والد ماجد کے کمالات جلیلہ' خصائل و خصائص حمیدہ کا پیکر جمیل تھے۔ آگے بڑھنے سے پہلے ذرا عبادت و شہادت سے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں' ان کی ہلکی سی جھلکی ملاحظہ فرمایئے:

عبادت ہے شجر لیکن شہادت ہے ثمر اس کا
عبادت ہے دعا لیکن شہادت ہے اثر اس کا
عبادت بے چین دل کو چین دیتی ہے
شہادت چین لے کر عظمتِ دارین دیتی ہے
عبادت کی حقیقت ہے محبت میں فنا ہونا
شہادت کی حقیقت ہے فنا ہو کر بقا ہونا

اس دور میں اگران اشعار کا کسی کو مصداق گردانا جا سکتا ہے تو بلاشبہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید علیہ الرحمۃ کی ذات ستودہ صفات کو سمجھا جائے تو نامناسب نہیں ہوگا۔

عجیب بات ہے کہ دہشت گرد نے آپ کو سلام کیا۔ آپ نے جواباً سلام فرمایا۔ پھر معانقہ کرتے ہوئے آپ نے جنت کی راہ اختیار فرمائی اور دہشت گرد جہنم کا ایندھن بن گیا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کی علمی، تدریسی، تحریری، تقریری، تبلیغی، ملکی، ملی، قومی اور مسلکی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ مرحوم سچّے، سچّے، حنفی، سنی، بریلوی، نعیمی ہونے کے باوجود وسیع قلب اور کشادہ ذہن کے مالک تھے۔ علم وعمل کا پیکر جمیل تھے۔ تصنع و بناوٹ اور خوشامد کا ان میں نام ونشان تک نہ تھا۔ وہ سچے عاشق رسول اور محبّ غوث اعظم تھے۔ وہ ہر محفل کی جان اور پہچان تھے۔ استحکام پاکستان کیلئے موصوف کی جدوجہد مثالی تھی اور اپنے اسی مشن کی تکمیل کی تگ ودو میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سرخرو ہو گئے۔

ڈاکٹر صاحب کی شہادت نے جہاں بھر کو رلایا، یگانے، بیگانے، اپنے، پرائے، سبھی روئے، پاکستان رویا، ہندوستان رویا، عرب، شام، اردن، عراق وایران رویا، مسلم روئے، غیر مسلم روئے، آخر ان میں کیا بات تھی؟ کیا خوبی تھی؟

دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ڈاکٹر صاحب کی شہادت کو عالم اسلام، پاکستان، سنیت، مدارس اور جامعہ نعیمیہ کے استحکام کا باعث بنائے۔ حضرت علامہ راغب نعیمی صاحب اور دیگر تمام جسمانی وروحانی پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا کرے اور حضرت ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ کو جوار رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے۔ آمین، ثم آمین

بال و پر پھونک دوں روشنی کیلئے

ڈاکٹر محمد ظفر اقبال نوری' واشنگٹن امریکہ

شہید پاکستان علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمیؒ کی شہادت کی خبر نے تمام محبان وطن کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ایک بالغ نظر' صاحب بصیرت' جید عالم دین' مشفق و مخلص استاد اور دردمند و محبّ وطن قومی رہنما تھے۔ ان کی زندگی محنت' محبت' جدوجہد' عزم و ہمت' جرأت و استقامت' سچائی و سادگی اور عشق و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حسین مرقع تھی۔ مجھے انجمن طلباء اسلام میں کام کرتے ہوئے بہت مرتبہ مشاورت اور رہنمائی کیلئے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ میں نے ہمیشہ انہیں ایک سچا' کھرا' مخلص' ہمدرد مگر دوٹوک بات کرنے والا انسان پایا۔

میرا ذاتی تجربہ ہے کہ انہیں اگر کسی موقف یا رائے سے اتفاق نہ ہوتا تو وہ محض مروت یا دکھاوے کیلئے خاموش نہ رہتے بلکہ کھل کر اس سے اختلاف کرنے کی جرأت رکھتے تھے اور اس اختلاف کرنے میں بھی ان کے لہجے کی شیرینی اور مٹھاس میں کمی نہیں آتی تھی۔ شاید ان کی اسی خوبی کی وجہ سے انہیں نہ صرف اہلسنّت والجماعت بریلوی مکتبِ فکر میں بلکہ تمام مکاتبِ فکر کے علماء میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ یہ جرأت و بے باکی اور بلاخوف و خطر اپنی رائے کے اظہار کی صلاحیت یقیناً انہیں اپنے عظیم والد حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ بانی جامعہ نعیمیہ سے ورثے میں ملی تھی۔ جنہوں نے 1978ء کی سنّی کانفرنس ملتان میں اس وقت کے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ضیاء الحق کو

للکارتے ہوئے کہا تھا کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں منافق کی تین علامات ہیں۔ جب بات کرتا ہے' جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرتا ہے پورا نہیں کرتا اور جب کوئی امانت اس کے سپرد کی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے اور جنرل صاحب آپ میں تینوں نشانیاں موجود ہیں اس لئے جب ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی مرحوم نے جنرل مشرف کی آمرانہ پالیسیوں کی مخالفت کی اور انتہائی جرأت وجسارت سے کی تو یہ ان کے والد گرامی کی تربیت کا اثر تھا۔ جرأت وجنوں کے ساتھ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ صادق بھی انہیں اپنے اسلاف سے ورثے میں ملا تھا اور اس ورثے کی حفاظت کرنے اور اسے آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ فروغ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تعلیمی اداروں میں سرگرم عمل انجمن طلباء اسلام اور انجمن طالبات اسلام ہوں یا ان کی زیر سرپرستی تعلیمی درسگاہوں کے طلبہ وطالبات' انہوں نے ہمیشہ بڑے اخلاص ومحبت سے ان کی مدد کی' رہنمائی فرمائی اور انہیں بلاخوف آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ یہ ان کا جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ذوق غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھا کہ ڈنمارک کے گستاخِ رسول کارٹونسٹوں کیخلاف انہوں نے تحریک تحفظ ناموس رسالت کو منظم کیا۔ اس کی رہنمائی فرمائی اور جب گستاخانِ رسول کیخلاف آواز اٹھانے کی پاداش میں انہیں پابند سلاسل کیا گیا تو انہوں نے بصد شوق بہ ہزار عزم اسے برداشت کیا اور نام نہاد روشن خیال جرنیلی حکومت کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکے۔ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی لذت سے آشنائی نے یقیناً ان کے دل کو دیوانہ اور دو عالم سے بیگانہ بنا دیا تھا۔ یہ غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گہرے رنگ تھے جنہوں نے ظاہرداریوں کی چکاچوند میں بھی انہیں سیدھی' سادہ اور صاف ستھری زندگی کے ڈھنگ اور قرینے عطا کردیئے تھے۔ اگر آج کوئی چھوٹی سی مسجد کا خطیب بھی ہو جس کے پیچھے دو چار سو نمازی نماز پڑھتے ہوں' جسے ہر مہینے دو چار جلسوں میں خطاب کیلئے بلایا جاتا ہو تو وہ ٹویوٹا کرولا سے کم بات نہیں کرتا لیکن حیرت ہوتی ہے کہ ڈیڑھ ہزار طلبہ پر

مشتمل جامعہ نعیمیہ کے شیخ الجامعہ ہونے اور اتحاد تنظیمات مدارس اسلامیہ کے پانچ ہزار مدارس کے سرپرست ہونے کے باوجود ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ 70 سی سی کی پرانی موٹر سائیکل پر سفر کرتے تھے۔ دارالعلوم میں انہیں چلتے پھرتے اور آتے جاتے دیکھ کر کوئی ناواقف شخص اندازہ نہیں کرسکتا تھا کہ عام طلبہ کی طرح سادہ سی شلوار قمیض' واسکٹ اور جناح کیپ پہنے یہی شخص اتنی بڑی جامعہ کا سربراہ ہے جہاں قرآن وحدیث اور فقہ وقانون کے ساتھ ساتھ جدید دور کے مقبول اور روز افزوں ترقی کرتے شعبہ آئی ٹی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسے آپ مرحوم ومغفور ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی سادگی کہیے' صوفی منشی اور قناعت پسندی سمجھیے یا سچے اور سچل جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا گردانیے۔ حقیقت یہی ہے کہ سادگی' سچائی' بے خوفی' قناعت پسندی' خدا پرستی اور رسول پیوستگی ہی وہ تشکیلی عناصر تھے جنہوں نے ان کی شخصیت کو ایسا وقار عطا کر دیا تھا کہ وہ ایک مسجد اور مدرسہ کے آدمی ہوتے ہوئے بھی اہم قومی رہنما بن کر ابھر رہے تھے اور یہ بھی ان کی سچائی اور جرأت رندانہ کا اظہار ہی تھا کہ مسجدوں اور سکولوں کو بموں سے اڑانے' قیدیوں کی گردنیں کاٹنے اور مخالفین کی لاشوں کو قبروں سے نکال کر سولیوں پر لٹکانے والے دہشت گردوں کیخلاف فتویٰ دینے اور رائے عامہ کو بیدار کرنے میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی مرحوم کو کوئی خوف لاحق نہ ہوا۔ انہوں نے کہا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہا کہ بیگناہ شہریوں' ملک کی سرحدوں' عوام کی جان و مال کے محافظوں کیخلاف اور قومی املاک کو مسمار کرنے کیلئے خودکش حملے کرنا حرام ہیں۔ سوات میں فوجی آپریشن شروع ہونے کے بعد تو تقریباً تمام قوم ہی یک رخ اور یک سو ہوتی دکھائی دے رہی ہے مگر وہ اس وقت سے دہشت گردی کی مذمت کرتے آ رہے تھے جب دہشت گردوں کی مذمت کرنے کو اسلام کی مخالفت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔

قارئین! ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی شہادت نے ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان بنانے والے عظیم القدر علماء ومشائخ اہلسنّت کی اولادیں بھی اپنے فرض سے غافل نہیں ہیں جس طرح ان کے اسلاف نے پاکستان کے قیام میں بے مثال کردار ادا کیا تھا اسی طرح آج

وہ بھی انہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے پاکستان کے دفاع اور بقا کیلئے عظیم قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی تحریک پاکستان کے سرگرم کارکن حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے فرزند تھے جنہیں برصغیر پاک و ہند کے عظیم رہنما صدرالافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت سید نعیم الدین مراد آبادیؒ ہی وہ شخصیت تھے جن کے نام پر لاہور، کراچی اور پاک و ہند کے کئی شہروں میں جامعہ اور دارالعلوم نعیمیہ کے نام سے کئی ایک ادارے کام کر رہے ہیں اور انہوں نے ہی 1925ء میں جمہوریت اسلامیہ آل انڈیا سنّی کانفرنس کی بنیاد رکھی تھی جس نے ہمیشہ انگریز اور ہندو دونوں سے الگ رہ کر دوقومی نظریے کی بنیاد پر مسلمانوں کی رہنمائی کی اور اسی کے پلیٹ فارم سے علماء و مشائخ اہلسنّت نے مطالبہ پاکستان کی بھرپور حمایت کی اور مملکت پاکستان جس کے قیام کو مخالفین و معاندین ناممکن کہتے تھے ممکن کر دکھایا۔ ملک کے نامور ماہر تعلیم اور مورخ سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی ڈاکٹر اشتیاق قریشی مرحوم کے بقول پاکستان کے حق میں پانسہ اس وقت پلٹا جب اہلسنّت والجماعت بریلوی مکتبہ فکر کے علماء نے اس کی حمایت شروع کر دی۔ شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کے والد مرحوم مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے استاد صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادیؒ اس حد تک قیام پاکستان کیلئے سرگرم عمل تھے کہ اپنے جریدے ''ماہنامہ الفقیہ'' کی لوح پیشانی پر انہوں نے 1942ء ہی میں اس لئے الفقیہ امرتسر (پاکستان) لکھنا شروع کر دیا تھا کہ انہیں یقین تھا کہ ایک دن پاکستان بن کر رہے گا۔ ان کی بصیرت اور دور اندیشی کی گواہی ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی مرحوم ہی کی کتاب ''علماء ان پالیٹکس'' کے اس اقتباس سے لی جا سکتی ہے۔ انہوں نے لکھا:

''بریلوی علماء کی قیادت مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادؒ کو منتقل ہوئی۔ انہیں جمعیت العلمائے ہند کے برعکس 1938, 1939ء میں (گویا 1940ء کی قرارداد پاکستان، مطالبہ مسلم لیگ سے پہلے ہی) کسی وقت یہ یقین ہو گیا تھا کہ انگریز برعظیم پر اپنی حکومت

زیادہ عرصہ برقرار نہیں رکھ سکیں گے۔ان کیلئے یہ سوال بنیادی اہمیت رکھتا تھا کہ ان کے بعد اقتدار کس کے ورثے میں آئے گا۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلم اکثریتی صوبوں کی ایک جداگانہ مملکت بنی چاہئے۔اس لیے جب قرارداد پاکستان منظور ہوئی تو اس مکتب فکر کے علماء نے جو کانگریس کیخلاف مسلم لیگ کی جدوجہد کی حمایت پہلے بھی کرتے رہے تھے قیام پاکستان کیلئے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔خود ان کی تنظیم کے تانے بانے میں توسیع کی گئی اور اس کی ہر شاخ پاکستان کی ضرورت کی تبلیغ میں مصروف ہوگئی۔خود مولانا نعیم الدین مراد آبادیؒ نے شمال میں پورے برصغیر کا دورہ کیا اور نہ صرف تقریباً تمام بڑے شہروں میں بلکہ کچھ چھوٹے شہروں میں بھی تقریریں کیں۔اس تنظیم کا ایک نیا دستور ترتیب دیا گیا اور اس کا ایک نیا نام رکھا گیا۔وہ آل انڈیا سنّی کانفرنس سے جمہوریت اسلامیہ ہوگئی۔ یہ جماعت پاکستان کیلئے اپنے عہد و پیمان میں اس قدر راسخ تھی کہ مولانا نعیم الدین نے اس کی پنجابی شاخ کے ناظم مولانا ابوالحسنات کے نام ایک خط میں لکھا ''جمہوریہ اسلامیہ اپنے اس مطالبہ کو کسی حال میں ترک نہیں کر سکتی خواہ مسٹر جناحؒ خود اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں، ہمارا مقصد کیبنٹ مشن کی تجاویز سے پورا نہیں ہوتا''۔شاید ان کا اشارہ اس کابینہ پلان کی طرف تھا جس میں مطالبہ پاکستان کو دس سال تک مؤخر کردینے کی تجویز بھی تھی اور قائداعظم اپنی سیاسی حکمت عملی کے طور پر اسے منظور کر چکے تھے جبکہ کانگریس نے اسے مسترد کر دیا تھا۔مشائخ اہلسنّت نہ صرف مطالبہ پاکستان کے حق میں سرگرم عمل تھے بلکہ انہوں نے اسی کو اپنا مقصد حیات بنالیا تھا۔1946ء میں بنارس سنّی کانفرنس میں مولانا محمد احمد محدث کچھوچھویؒ نے بھی اپنے خطبہ صدارت میں واضح اعلان فرما دیا تھا کہ اگر مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے دستبردار بھی ہوجائے تو مشائخ اہلسنّت پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی مشائخ وصوفیاء کے آستانوں سے وابستہ عوام نے ہمیشہ پاکستان کے استحکام کیلئے قربانیاں دیں۔ بقول معروف کالم نگار نذیر ناجی آج بھی تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔مخالفین پاکستان کی اولادیں مملکت

پاکستان کے مخالف کام کر رہی ہیں اور حامیان پاکستان کی اولادیں پاکستان کی بقا کی جنگ میں قربانیاں دے رہے ہیں۔ یقیناً ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ مرحوم و مغفور کی شہادت ایسی ہی عظیم قربانی ہے جس نے جاں نثاران پاکستان کو حوصلہ دیا ہے کہ دفاع پاکستان کی جنگ جاری رکھو اور اپنے وطن کو دہشت گردوں کی بھینٹ نہ چڑھنے دو۔ تم ہی کامیاب رہو گے۔ پاکستان کے دشمنوں کا منہ کالا ہو گا جس طرح قیام پاکستان کے دشمن ناکام ہوئے تھے اسی طرح آج استحکام پاکستان اور بقائے پاکستان کے دشمن بھی ناکام و نامراد ہوں گے۔

رمضان کے مہینے، جمعہ کے دن اور قدر کی رات نزول قرآن کی بابرکت ساعتوں میں جنم لینے والا پاکستان انشاء اللہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔ اگر ہم سن سکیں تو شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی خاک مزار سے مسلسل یہ آواز ابھر رہی ہے۔

دور کرنے کو میں ظلمتِ گلستان
نذر آتش تو کر ہی چکا آشیاں
اب بھی باقی ہے گر تیرگیٔ چمن
بال و پر پھونک دوں روشنی کیلئے

اہلِ حق کا نمائندہ

مولانا مفتی غلام محمد سیالوی

(ناظم امتحانات تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی شہادت سے نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام ایک عظیم مذہبی سکالر سے محروم ہو گیا بلاشبہ آپ کی شہادت ''موت العالم موت العالم'' کا مصداق تھی آپ اہلسنّت و جماعت کی ایک عظیم علمی و دینی شخصیت تھے آپ نے اپنی زندگی کے شب و روز دین اسلام کی تبلیغ' ناموس رسالت کے تحفظ' علوم دینیہ کی تدریس اور مخلوق خدا کی بھلائی میں صرف کئے۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے دین متین کے پیغام کو مخلوق خدا تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ انتہائی متحرک' فعال شخصیت کے مالک تھے۔ سادگی اور خلوص کا پیکر تھے۔ آپ نہ صرف اتحاد اہلسنّت اور اتحاد امت کے داعی تھے بلکہ حتی المقدور اس کیلئے انتہائی مخلصانہ انداز سے زندگی بھر کوشاں بھی رہے۔ آپ نے اپنے آپ کو ہمیشہ ہوس' اقتدار اور مال و زر کی لالچ سے بچا کر رکھا۔ دین اسلام کی تبلیغ اور مسلک اہلسنّت کی ترویج کیلئے آپ نے خود کو وقف کر رکھا تھا۔ اس پاکیزہ مشن کو جاری و ساری رکھنے کے سلسلہ اپنے ذاتی مفادات اور جانی و مالی مشکلات کو کبھی رکاوٹ نہیں بننے دیا۔

آپ تنظیم المدارس کے دو مرتبہ مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور اپنے اس عہدے

میں تنظیم المدارس کے ساتھ کثیر تعداد میں مدارس کو ملحق کروا کر ملحقہ مدارس کی تعداد میں معتد بہا اضافہ فرمایا۔ یہ تعداد 1400 سے بڑھا کر 6000 تک پہنچا دی۔ اسلام آباد میں تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے زیراہتمام منعقد ہونیوالے انتہائی شاندار اور کامیاب ترین کنونشن کے انعقاد میں آپ کی مساعی جمیلہ کا وافر حصہ تھا۔

اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے بھی آپ جنرل سیکرٹری تھے اور اس پلیٹ فارم سے انتہائی جرأت مندانہ انداز سے مدارس کے حوالے سے امریکی ناپاک عزائم کا مقابلہ کیا اور دینی مدارس کے دفاع کا فریضہ احسن طریقہ سے انجام دیا۔

گو آپ قد وقامت کے لحاظ سے مختصر تھے۔ مگر بسطۃ فی العلم تھے۔ آپ کی شہادت عظمی پر ملک اور بیرون ملک دینی و دنیاوی طبقہ سے متعلق ہر فرد نے جس طرح آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ ماضی میں اس کی مثالیں نہیں ملتی۔ سرکاری وغیر سرکاری طور پر جو پروٹوکول اور اعزاز آپ کو ملا وہ فرمان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم "من تواضع لله فقد رفعه الله" کا مصداق تھا۔

''مخلوق خدا نقاہ خدا است'' کے مطابق بلاشبہ آپ شہید اسلام شہید تحفظ ناموس رسالت اور شہید پاکستان تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے صاحبزادہ حضرت علامہ راغب حسین نعیمی کو ان کا صحیح جانشین بنائے ان کو اور ہم سب کو ان کا پاکیزہ مشن جاری و ساری رکھنے کو توفیق عطا فرمائے اور ملک پاکستان کو امن و آشتی اور نظام مصطفیٰ کا گہوار بنائے۔ آمین، ثم آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

بطلِ حریت

علامہ صاحبزادہ رضائے مصطفیٰ نقشبندی
(ناظم اعلیٰ جامعہ رسولیہ شیرازیہ' بلال گنج' لاہور)

شہید اسلام' سرمایہ ملت' ضیغم اسلامؒ بطل حریت مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کی شہادت نے جہاں عالم اسلام کو بالعموم اور اہلِ پاکستان کو بالخصوص جھنجھوڑ کے رکھ دیا ہے لیکن دوسری طرف جو قدرت کی طرف سے پذیرائی نصیب ہوئی شائد وہ تھوڑے لوگوں کے حصہ میں آئی۔ آپ بلاشبہ اہلسنّت و جماعت کے اکابرین میں صف اول کے بزرگوں میں سے تھے مگر اس کے باوجود قیادت کے خواہاں نہیں ہوئے۔ ان کی سادگی ہی دراصل ان کی بڑائی تھی وہ کبھی اپنے ادارے کے سالانہ جلسہ میں سٹیج پر نہیں بیٹھے۔ وہ جامعہ کے گیٹ پر کھڑے ہو کر دستار بندی کا نظارہ کرتے۔ شائد وہ یہ سمجھتے تھے کہ میرے ادارے میں آنے والا کوئی بھی فرد مہمان خصوصی سے کم نہیں۔ وہ ہر ایک کی آمد کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے تھے اور ہر آنے والے کو اتنے میٹھے مہذب پیار بھرے الفاظ میں خوش آمدید کہتے کہ وہ یہی خیال کرتا کہ شائد آج اس تقریب کا مہمان خصوصی وہی ہے۔

وہ کبھی کسی کو پیشانی پہ بل ڈال کے نہیں ملے ان کی زندگی کا ہر لمحہ صدقہ جاریہ تھا ٹوٹے دلوں کو ان کے پاس قرار نصیب ہوتا۔ وہ ہر آنے والے کو ولولوں کا ہجوم عطا کر کے رخصت فرماتے۔ انہوں نے کبھی مایوسی کی بات نہیں کی۔ وہ ہر وقت پرعزم اور تازہ

دم رہے۔ کسی سست اور کوتاہ ہمت فرد کو مل کر انہیں انتہائی قلق ہوتا۔ وہ درد والے تھے درد والوں کو مل کر خوش ہوتے۔ بعض اپنوں کی بے وفائی سے ان کو صدمہ ضرور ہوتا مگر کبھی دل شکستہ نہیں ہوئے۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کیلئے

قبلہ ڈاکٹر صاحبؒ بڑا ہونے کے باوجود اپنے سے چھوٹے اور اس سے چھوٹے کے پاس خود چل کر جاتے، بیدار رکھتے باخبر رکھتے۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

آپ نہ بزدل تھے نہ ڈرپوک بلکہ قدرت نے انہیں شیروں کا دل عطا فرمایا تھا ان کا رعب ودبدبہ، للکار اور گرجدار آواز سے بڑے بڑے حکمران بھی لرزاں تھے۔ یہ ان کی بہت بڑی جسمانی جسامت کا کمال نہیں تھا بلکہ ان کی ایمانی قوت و دینی حمیت و غیرت ان کے لہجے سے ہر وقت عیاں رہتی۔ ان کی ایک گرج پر جرنیل اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہو گئے ان کی زندگی اس ارشاد مبارک کی تفسیر تھی۔

''بہترین جہاد جابر سلطان سے کلمہ حق کہنا ہے''

راقم نے ان کو بہت کم مطالعہ میں مصروف دیکھا بلکہ ہمیشہ انہیں سرکاری غیر سرکاری ملی مذہبی تقریبات جلسوں اور اجلاسوں بے پناہ دینی مصروفیات میں مگن دیکھا لیکن حیرت ہوتی کہ ہر دس پندرہ منٹ کے بعد موبائل پر کال وصول کرتے کوئی عبادات کے متعلق کوئی معاملات کے بارے میں سوال کرتا۔ اتنے سنجیدہ انداز میں اور مضبوط دلائل کے ساتھ جواب دے رہے ہوتے کہ جیسے یہ شخص ہر وقت کتابوں میں گم رہتا ہے۔ بلاشبہ ان پر یہ قدرت کی طرف سے کمال نوازی تھی۔ انہیں اپنی بے حساب مصروفیات سے جو چند لمحات مل جاتے وہ اس شوق سے کتاب پڑھتے کہ ساری کتاب حافظہ میں محفوظ ہو جاتی۔

سرفرازِ وطن

میاں سلیم اللہ اویسی

(ایگزیکٹو آفیسر، مرکز معارف اولیاء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ علم کتابوں کے ضیاع سے ختم نہیں ہوگا بلکہ علماء کے اٹھانے سے اٹھالیا جائیگا۔ قرآن حکیم میں علماء کی شان اس طرح بیان کی گئی: انما یخشی الله من عباده العلماء۔ اگر ہم قرآن وسنت کے معیارِ علمی کا جائزہ لیں تو آج کے دورِ انحطاط میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی ایسی مثال کا تلاش کرنا مشکل امر ہے۔ یہ صورتحال آج بالخصوص ہمارے معاشرے کا ایسا المیہ ہے کہ جس پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔ تاریکیوں سے اَٹے ہوئے اس ماحول میں اگر روشنی کی کوئی ادنیٰ سی کرن بھی نظر آجائے تو ہر آنکھ اس کے دیدار کیلئے مچلنے لگتی ہے اور ہر دل اس کا دیوانہ بن جاتا ہے۔ ایام موجود میں اللہ تعالیٰ نے سعادت وسرفرازی کا یہ تاج ایک ایسی ہستی کے سر پر سجایا جن کو ہم سب جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کے نام سے جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو بلند مقام آپ کو عطا فرمایا اس پر زمین وآسمان رشک کررہے ہیں اور زبان خلق نقارہ خدا بن کر آج ان کی عظمتوں کے گیت گارہی ہے۔

میری ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی سے پہلی ملاقات اس وقت ہوئی جب میں درس نظامی کی تدریس کے دوران فلسفہ اور منطق کی بعض کتب پڑھنے کیلئے جامعہ نظامیہ رضویہ سے

جامعہ نعیمیہ میں گیا۔ یہ غالباً 1984ء کا دور تھا۔ مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی سرپرستی میں یہ جامعہ نعیمیہ لاہور کے عروج کا دور تھا۔

جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صرف اپنے والد کی صورت وسیرت کا پیکر مجسم ہی نہ تھے بلکہ ان کے مشن کے صحیح معنوں میں وارث تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے بعض اسباق کے حوالے سے جب بھی رہنمائی لی ان کی ذہانت فراست اور موضوع پر دسترس نے ہمیشہ متاثر کیا۔ آپ کی شخصیت میں شروع ہی سے ایک تحریکی جذبہ اور ولولہ موجود تھا۔ جناب مفتی صاحب کے سانحہ ارتحال کے بعد آپ نے جس طرح ان کے مشن کو آگے چلایا اور مسلک کی پاسبانی کے حوالے سے جس طرح شب وروز ہمہ یجہتی تقاضوں کو نبھایا۔ ماضی قریب میں اس طرح کی مثال کا پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

جناب ڈاکٹر صاحب کے صحبت میں سرکاری میٹنگز و دیگر تقریبات میں شمولیت ہوتی رہی۔ ان تقریبات میں تصنع اور بناوٹ سے پاک انفرادیت آپ ہی کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ جس مجلس میں جاتے اس کی جان بن جاتے اور پھر مجلس کو لوٹ لینا آپ کیلئے تائیدایزدی کی علامت تھا۔

داتا دربارؒ کی خطابت کے معاملے میں جید علماء میں سے مشاورت کی روشنی میں میرے بارے میں ان کا اعتماد زندگی کا ایک بڑا اثاثہ ہے۔ گزشتہ سال جس طرح حج کی رفاقت میں، میں نے ان کو حاجیوں کے مسائل کیلئے متفکر پایا، یہ درددل ان کی شخصیت کا مستقل حوالہ تھا۔ مسائل کے حل میں معلومات کا تبادلہ فرماتے رہے۔ اتحاد اہلسنّت کیلئے ان کا درددل کسی سے ڈھکا چھپا نہیں جس کا اکثر اظہار وہ دردمندی سے کیا کرتے تھے۔ احباب کی خودغرضی سے شکوہ کا معاملہ بھی مخصوص نشستوں میں بطور تذکرہ شامل ہوتا اور پھر مختصراً تکیہ کلام ''اللہ مالک'' ہے کا نعرہ لگا کر دوبارہ نئے جذبے اور شوق سے اپنے مشن کی تکمیل میں سرگرم ہو جاتے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

شہید پاکستان کردار کے آئینہ میں

قاری محمد خان قادری

(جنرل سیکرٹری تحفظ ناموسِ رسالت محاذ)

شہیدِ پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نور اللہ مرقدہٗ وہ عظیم المرتبت انسان تھے جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شہادت کا عظیم رتبہ عطا فرمایا جرأت و بہادری کے علمبردار عاجزی وانکساری کے پیکر، بناوٹ وتصنع سے محفوظ انسان، خلق خدا کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے، جن کی ساری زندگی دین کی سربلندی کے لئے وقف تھی۔ حافظ قرآن، قاری قرآن عالم، مفتی، ڈاکٹر، وکیل سب علوم وفنون اور اتنی ڈگریاں ہونے کے باوجود انتہائی سادہ مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے وصال کے بعد ڈاکٹر صاحب نے جامعہ نعیمیہ جیسے ادارے کو چلانے کے ساتھ ساتھ ملک وملت کی بہتری کے لئے عملی کوششیں کیں۔ ١٠ اکتوبر ٢٠٠١ء کو لاہور میں ایک اجلاس بلا کر دفاعِ اسلام محاذ قائم کیا۔ اس پلیٹ فارم سے کام کا آغاز کیا۔ ان دنوں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے احتجاجی مظاہرے ریلیاں اور سیمینار منعقد کر کے قوم کی رہنمائی کی اور افغانی بھائیوں کے لئے فنڈ قائم کیا۔ محاذ کے پلیٹ فارم سے بڑی تحریکیں چلائیں۔ مجھے ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دس سال کام کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ ڈاکٹر صاحب محاذ کے صدر تھے اور میں نے بطورِ جنرل سیکرٹری کام کیا آپ نے کبھی مایوسی کا اظہار نہ فرمایا ہمیشہ پُرعزم رہتے تھے کسی جلسے یا مظاہرے یا ریلی کا اعلان کر دیا پھر اس پر عمل کر کے دکھا۔ یا بازیابی نعلین شریف کی تحریک زندگی بھر جاری رکھی۔ ٢٩٥ سی میں تبدیلی، حدود آرڈیننس، پاسپورٹ میں مذہب کا خانہ، قرآن بورڈ پنجاب جس میں دیوبندیوں کی بالادستی کے خلاف آواز اٹھائی۔ امریکی فوجیوں کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حرمتی پر بڑی جرأت کے ساتھ داتا دربار سے اسمبلی ہال تک ریلی کی قیادت فرمائی۔

گستاخانہ خاکوں کے خلاف ۱۴فروری ۲۰۰۶ء کولاہور میں تاریخ ساز جلوس کی قیادت فرمائی۔ اس پر حکومت نے چھ دہشت گردی کے مقدمات قائم کر کے ڈاکٹر صاحب کی گرفتاری کی کوشش کی، حکومت کی ناکامی پر از خود گرفتاری دی اور یہ ثابت کیا کہ

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے

دین اور وطن کی محبت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی امریکہ اور اس کے ایجنٹوں نے پاکستان کو ٹکڑے کرنے کی سازشیں شروع کیں تو ڈاکٹر صاحبؒ نے عملی جہاد کا اعلان کیا سب سے پہلا کنونشن پاکستان بچاؤ کنونشن کے نام سے ۲۰ اپریل ۲۰۰۹ء کو تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کے زیر اہتمام جامعہ نعیمیہ میں منعقد کیا۔ اہلسنت جماعتوں کے قائدین کو دعوت دی۔ جمعیت علماء پاکستان نورانی گروپ کے علاوہ تمام جماعتوں کے بڑے لیڈر تشریف لائے اس کے بعد طالبانائزیشن کے خلاف ملک بھر میں کنونشنوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے یہود و ہنود اور ان کے ایجنٹوں کو بے نقاب کیا۔ اس پر آپ کو دھمکی آمیز فون آنے شروع ہو گئے۔ آپ نے اس کی فکر کئے بغیر وطن کی سالمیت کا مشن جاری رکھا۔ ۲ جون ۲۰۰۹ء کو داتا دربار سے ریگل چوک تک پاکستان بچاؤ ریلی حکومت کی منت سماجت کے باوجود نکالی۔ ۱۰ جون ۲۰۰۹ء کو ایوانِ اقبال لاہور میں پاکستان بچاؤ کنونشن جو کہ آپ کی زندگی کا آخری بڑا پروگرام تھا، منعقد کیا۔ اس موقع پر آپ نے سخت تقریر فرمائی۔ اکثر آپ پر تنقید ہوتی تھی کہ آپ میاں برادران کے آدمی ہیں اور انہی کی وجہ سے اکثر پروگرام منعقد کرتے ہیں۔ جبکہ میں نے دس سالہ زندگی میں ایسی کوئی بات نہیں دیکھی اس کی مثال قربان آگہی کتاب پر گستاخانہ عبارت کا معاملہ ہے۔ جس پر تحفظِ ناموسِ رسالت محاذ نے جلوس نکالا میاں شہباز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نے فون کر کے جلوس نہ نکالنے کا کہا تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا: جلوس کا فیصلہ محاذ کا ہے ملتوی نہیں ہو سکتا۔ جلوس کی قیادت خود فرمائی اور حکومت پنجاب کے خلاف سخت تقریر فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ کے جانشین علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب کو استقامت عطا فرمائے کہ وہ ڈاکٹر صاحب کے مشن کو آگے بڑھا سکیں۔ (آمین)

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے

علامہ محمد طاہر تبسم قادری

12 جون 2009ء بروز جمعۃ المبارک راقم الحروف اپنی دوسری مسجد (مغلپورہ) میں خطبہ جمعہ دے رہا تھا تقریر اپنے عروج پر تھی کہ دوران وعظ ہی ایک نمازی خلیل احمد سعیدی صاحب نے کھڑے ہوکر بتایا کہ جامعہ نعیمیہ میں خودکش دھماکہ ہوا ہے اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ہو گئے ہیں (انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ اندوہناک خبر سنتے ہی چلتی زبان رک گئی اور میں کچھ دیر کیلئے بے حس وحرکت منبر پر یوں بیٹھا رہا جیسے سکتے میں آ گیا ہوں۔ پھر بھیگی پلکوں' لرزتے لبوں اور لڑکھڑاتی زبان کے ساتھ میں نے سامعین کو بتایا کہ اہلسنّت پہ یہ قیامت ٹوٹ پڑی ہے اور خدا کرے کہ یہ خبر غلط ہو۔ وہیں سلسلۂ گفتگو موقوف کر دیا' جلدی جلدی نماز جمعہ کی ادائیگی سے فارغ ہوکر سیدھا جامعہ نعیمیہ کی راہ لی اسی اثناء میں جب موبائل فون جیب سے نکال کر دیکھا (جس کی آواز بند کی ہوئی تھی) تو اس حادثہ کی اطلاع کی بیسیوں کالز اور مسیجز دوران تقریر ہی موصول ہو چکے تھے۔

جامعہ نعیمیہ پہنچے تو گڑھی شاہو چوک ہی سے سکیورٹی فورسز کا گھیرا اور میڈیا کی گاڑیوں کی بہتات' لوگوں کا ہجوم' دھاڑیں مار کر روتے ہوئے علماء وطلباء' جامعہ کا شکستہ دفتر' خون آلود دیوار' بکھرے ہوئے شیشے دیکھ کر کسی سے کچھ پوچھنے کا یارا اور

ضرورت ہی نہ رہی اور یہ یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ آنے والے مہمانوں کا جامعہ نعیمیہ کے گیٹ پر استقبال کرنے والا ورکر نما قائد علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ اب اس دنیا میں نہیں رہے۔

دہشت گردی کا عفریت نہ جانے کتنے انسانوں کو نگل چکا ہے' کتنے بچے یتیم' کتنی عورتیں بیوہ اور کتنی ہی گودیں خالی کر چکا ہے۔ کتنے ہی لوگ معذور واپاہج ہو چکے ہیں' کتنی ہی بستیاں اجڑ چکی ہیں۔ خودکش حملوں کی لہر کی لپیٹ میں ایسی ایسی نادر روزگار شخصیات بھی آئیں جو صدیوں بعد پیدا ہوئی ہیں۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایسی ہی تاریخ ساز شخصیات میں سے ایک مجاہد ملت' مفکر اسلام' استاذ العلماء علامہ ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمیؒ بھی تھے۔ جن کو اسلام اور پاکستان کے دشمنوں نے صرف اس لئے ٹارگٹ کیا کہ وہ تحفظ پاکستان کی جنگ لڑ رہے تھے' وہ ان کی نام نہاد شریعت کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے' وہ خودکش حملوں کو حرام کہتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب پر خودکش حملہ کی ناپاک منصوبہ بندی کرنے والوں کا خیال ہوگا کہ ان کے مرنے کے ساتھ ان کا مشن بھی ختم ہو جائیگا۔ باطل کیخلاف اٹھنے والی آواز دب جائیگی۔ سواد اعظم اہلسنّت و جماعت خوفزدہ ہو جائیں گے لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ ڈاکٹر صاحب شہادت کا جام نوش کرتے ہی امر ہو جائیں گے اور بارگاہ خداوندی سے انہیں اتنی مقبولیت اور اعزاز نصیب ہوگا کہ زمانہ ان کی شہادت پر رشک کرے گا اور لوگ ڈاکٹر صاحب جیسی موت کیلئے دعائیں مانگیں گے۔

حقیقت بات یہی ہے کہ وہ جام شہادت نوش کر کے جو کام کر گئے شاید زندہ رہ کر بھی نہ کر سکتے۔ ان کی شہادت نے حق و باطل کے درمیان واضح لکیر کھینچ دی۔ پاکستان بچانے والوں اور مٹانے والوں کے درمیان فرق کر دیا' نقاب پوش بھیڑیئے ننگے ہو گئے'

لباس خضر میں راہزن پہنچانے گئے۔امریکہ' اسرائیل اور بھارت کی ایجنٹی کرنے والے قوم کے سامنے بے لباس ہو گئے۔ان کے خلاف اٹھنے والی آوازوں میں مزید شدت' طاقت اور توانائی آ گئی۔عوام الناس' ریڑھی بان اور ٹھیلوں والے بھی یہ کہتے ہوئے سنائی اور دکھائی دیئے کہ مفتی سرفراز نعیمیؒ جیسے درویش منش' متواضع' سادگی پسند' بے ضرر اور ہر دلعزیز عالم دین کو شہید کرنے والے کسی رعایت کے مستحق نہیں۔شدت پسندوں اور دہشت گردوں کے حوالے سے کچھ نرم گوشہ رکھنے والے بعض حلقے بھی ان کی حمایت میں کچھ کہتے ہوئے شرمانے اور گھبرانے لگے۔الغرض ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نے اپنی جان دے کر اپنے مشن کو ہمیشہ کیلئے زندہ کر دیا۔

برتر از اندیشۂ سودوزیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

ڈاکٹر صاحب شہید ساری زندگی پروٹوکول سے بے نیاز رہے۔قدرت نے دنیا سے جاتے ہوئے انہیں ایسا پروٹوکول دیا جو شاید ہی کسی کے حصے میں آ سکے۔

حکومت وقت اور افواج پاکستان کو چاہئے کہ مفتی نعیمی شہید نے تحفظ پاکستان کے جس کاز کیلئے ''آپریشن راہ راست'' کی حمایت کی وہ اس آپریشن کو منطقی انجام تک پہنچائے اور اس وقت تک آپریشن جاری رکھا جائے جب تک کہ پاک سرزمین سے آخری تخریب کار اور دہشت گرد کا خاتمہ نہ ہو جائے۔نیز اس مسئلہ میں ڈاکٹر صاحب شہید کے ہم خیال اور ہم فکر اداروں' تنظیموں اور شخصیات کو فول پروف سکیورٹی مہیا کی جائے تاکہ ملک وملت کو مزید کسی نقصان سے بچایا جا سکے۔

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید مرے مربیؒ' استاد اور دوست

صاحبزادہ محمد امانت رسول

(مدیر اعلیٰ ماہنامہ روحِ بلند' لاہور)

میں نعیمی خاندان کی تین نسلوں کا نیاز مند ہوں۔ جناب مفتی محمد حسین نعیمی' جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اور جناب محمد راغب حسین نعیمی۔ جناب مفتی محمد حسین نعیمیؒ 90 کی دہائی میں جامعہ نعیمیہ باقاعدگی سے تشریف نہیں لاتے تھے لیکن جب بھی وہ تشریف لاتے جامعہ کے معاملات کا گہری نظر سے جائزہ لیتے۔ اس دور میں انہوں نے اپنا Visiting Card دیا اور اس کے پُشت پہ دستخط کیے جو آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ 90ء کی دہائی میں جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی سے پہلی ملاقات ہوئی۔ یہ ملاقات ایک گہرے تعلق میں بدل گئی۔ دوران طالبعلمی' بہت سے سوالات لے کر آتا اور جوابات لے کر جاتا۔ وہ میرے استاد بھی تھے' دوست بھی تھے اور مربی بھی تھے۔ استاد اس طرح کہ میں نے ان سے حدیث اور اصول فقہ کی کتابیں پڑھیں ہیں۔ دوست اس معنی میں کہ ان سے میں اپنے دل کی ہر بات کہتا تھا جب کوئی مشکل پیش آتی تو انہیں فون کرتا یا ان سے ملاقات کرتا۔ مربی اس طرح کہ میں آج جو کچھ بھی ہوں یہ ان کی تربیت کا ثمر ہے۔ ان کی شہادت تک' یہ تینوں تعلق قائم رہے۔ شہادت سے ایک دن پہلے فون پہ بات ہوئی۔ میں اکثر انہیں رات کو فون کرتا کیونکہ فرصت کے لمحات میں طویل گفتگو ہوتی۔

گزشتہ سال' کم عمری کے نکاح کا مسئلہ علمی حلقوں میں زیر بحث آیا تو میں بھی اس مسئلے پر لکھ رہا تھا۔ میں نے فون پہ ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ یہ گفتگو 45 منٹ جاری

رہی۔انہوں نے اپنے دلائل دیئے اور تسلی کے ساتھ میرا موقف بھی سنا۔ڈاکٹر صاحب کے ساتھ بے تکلفی کا فائدہ یہ تھا کہ بحث مختلف اوقات میں بھی جاری رہتی تھی۔بعض اوقات ڈاکٹر صاحب کسی اجلاس میں بھی بلاتے تھے۔گزشتہ دنوں منعقدہ دو اجلاسوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔اس کے بعد میں نے ڈاکٹر صاحب سے معذرت کر لی۔ڈاکٹر صاحب مسکرا پڑے۔میں نے ایک اجلاس میں اپنے قریبی دوست کرنل نعیم صاحب کو بھی لے کر آنے کا کہا تو ڈاکٹر صاحب فرمانے لگے امانت صاحب! علماء کرام آپس میں جھگڑ پڑتے ہیں اور ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے ہیں تو یہ اچھا تاثر نہیں ہوگا اس لیے انہیں لے کر نہ آئیں۔ڈاکٹر صاحب کی نماز جنازہ اور قل خوانی پہ بھی ایسی صورتحال سامنے آتی رہی۔اللہ تعالیٰ علمائے کرام کو اتفاق واتحاد کی دولت سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

پاکستان کی مذہبی اور سیاسی تاریخ میں سب سے اہم مسئلہ ''فنڈنگ'' کا ہے۔ایک تنظیم جس کے ساتھ عوامی طاقت بھی نہیں ہے جس کے پورے ملک میں کوئی ماننے والے بھی نہیں ہیں لیکن اس تنظیم کے اعلیٰ عہدیداران مہنگی ترین گاڑیوں اور جہازوں پر سفر کرتے ہیں۔وہ صدر، وزیراعظم اور گورنر و وزرائے اعلیٰ سے ملاقاتیں بھی کرتے ہیں۔ ملک پاکستان کے خیر خواہ ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔کئی جماعتیں راتوں رات بینرز، اشتہارات، پوسٹرز اور اعلانات کے ذریعے Popular ہو جاتی ہیں۔پاکستان کی تاریخ میں اس ''کرامت اور چمتکار'' کا پس منظر کیا ہے۔ایسی جماعتوں کا ''گرو'' کون ہے؟ کون انہیں Plant کرتا اور فنڈ دیتا ہے، کون انہیں پاکستان کا خیر خواہ بنا کر پیش کرتا اور اپنے مقاصد حاصل کرتا ہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہمیشہ ایسے لوگوں اور جماعتوں کے عملی مخالف رہے۔ڈاکٹر صاحب نے بہت ہی سادہ اور بے خوف زندگی بسر کی۔اگر وہ چاہتے تو بہت سارے فنڈز اکٹھے کرتے۔ملکی سطح پہ انقلاب کا نعرہ بلند کرتے اور ٹھاٹھ باٹھ کی زندگی گزارتے

لیکن وہ شاید ان کے نتائج سے بخوبی آگاہ تھے۔علماء سے‘ عوام تک حکمرانوں سے‘ حزب مخالف تک‘ مردوں سے خواتین تک سب ان کی عزت اور احترام کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی خلوت وجلوت میں فرق نہیں تھا۔ وہ منافق نہیں تھے۔ حکام بالا کے دفاتر میں ذاتی مفاد کی خاطر جھکنا ان کی سرشت میں نہ تھا......

وہ ایک جامعہ کے مہتمم تھے۔ بیت المال سے دو چار کروڑ قرض حسنہ لے کر کاروبار کر سکتے تھے۔ گاڑی لے سکتے تھے۔ دو چار گارڈز رکھ سکتے تھے لیکن انہوں نے خلفاء راشدین کی سنت پہ عمل کرتے ہوئے بیت المال کو طلباء‘ یتیم‘ مسکین بچوں کی امانت تصور کیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ انہوں نے تمام زندگی ایک موٹر سائیکل بطو رسواری استعمال کی جس پر نہ ڈرائیور کی ضرورت اور نہ گارڈ کی۔ جامعہ کی تنخواہ (جو ایک مدرس کے برابر) پنشن اور ڈاکٹریٹ سے ملنے والا وظیفہ اس پہ گزر اوقات کی۔ لاہور میں منعقدہ بڑی سے بڑی کانفرنس میں موٹر سائیکل پہ جاتے۔ لاہور سے باہر اپنے خرچے پہ سفر کرتے۔ اگر کوئی زیادہ تکلف کرتا تو اسے ڈانٹ پلا دیتے۔ پروگرام کے مقررہ وقت سے پہلے پہنچتے۔ تقریر کے بعد‘ صاحب محفل نذرانہ دیتا تو نہ لیتے ہمیشہ اپنے خرچے پہ تقریر کیلئے تشریف لے جاتے۔

میں نے ڈاکٹر نعیمی صاحب کے بارے میں جو لکھا وہ حقیقت پہ مبنی ہے۔ قارئین! آپ شاید اسے مبالغہ آرائی خیال کریں‘ درحقیقت وہ اسلام کے حقیقی مبلغ تھے۔ انہوں نے اسلام کو تقریر سے کم عمل سے زیادہ بیان کیا۔ اسلام کی تبلیغ عمل سے ہی ہوئی اور ہو سکتی ہے۔ ایک مقرر و مبلغ وقت کی پابندی پہ تقریر کرے اور خود وہ تاخیر سے آنے جانے کا عادی ہو۔ سادہ زندگی کی تلقین کرے اور پرآسائش رہن سہن رکھے۔ تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کرے اور خود تعلیم سے آراستہ نہ ہو اور نہ اپنے بچوں کو کرے۔ لوگوں کے سامنے رو رو کر دعائیں کرے اور خود تعلیم سے آراستہ نہ ہو اور نہ اپنے بچوں کو کرے۔ لوگوں کے سامنے رو رو کر دعائیں کرے اور اپنا دل خوف خدا سی خالی ہو۔ دوسروں کو حقوق کی

ادائیگی کا کہے اور اپنا کردار اس کے برعکس ہو۔ایسی زبان سے نکلنے والی بات کوئی اثر نہیں رکھتی۔اثر ایسی بات کا ہوتا ہے جس میں عمل و کردار کی تاثیر بھی شامل ہو۔

پاکستان میں ہر قائد کا دعویٰ ہے کہ وہ عوامی ہے۔اس کے پیروکاروں کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہمارا قائد عوامی ہے۔حالانکہ عوامی قائد کی صفات کو یکجا کیا جائے اور اس پہ سب کو پرکھا جائے تو کوئی بھی عوامی نہیں ہے۔سب خواصی قائد ہیں۔مثلاً اس کا رہن سہن' کاروبار' میل جول اور وقت کی تقسیم۔رہن سہن عوام جیسا ہو' کاروبار میں اربوں کھربوں پتی نہ ہو۔اس کے تعلقات عوام سے دوستوں جیسے ہوں۔غریب سے غریب شخص جب چاہے جس وقت چاہے فون کرے اور وہ بات بھی کرے۔اس تک پہنچنے کیلئے کبھی مشکل پیش نہ آئے۔عوام اس میں اور اپنے آپ میں اجنبیت محسوس نہ کرے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی زندگی کا یہ پہلو مجھے حیران کر دیتا ہے۔انہوں نے ایک دن کو کئی 24 گھنٹوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔کوئی شخص جس وقت چاہتا' ان سے بات کر سکتا تھا۔ڈاکٹر صاحب نے کسی بھی فرد سے تعلق نہیں توڑا تھا۔ان سے ملنا' بات کرنا' فون کرنا بہت ہی آسان ہوتا تھا۔کبھی گفتگو میں تناؤ' کھچاؤ اور چڑھاؤ نہ آتا تھا۔رہن سہن سادہ' عوام سے بہت گہرا میل جول۔کبھی یہ کہہ کر فون بند نہ کیا کہ میں کسی میٹنگ میں ہوں۔"گردن میں سریا" ایک محاورہ بولا جاتا ہے لیکن شاید یہ سریا کم اصل لوگوں کی پہچان ہوتا ہے...... ڈاکٹر صاحب ایک عظیم انسان تھے۔

ڈاکٹر صاحب میڈیا میں کثرت سے نظر آتے تھے۔میں مذاق سے کہتا تھا آپ تو چھائے ہوئے ہیں۔ان کی اپنی طبیعت میں بہت مزاح تھا وہ کوئی بات جانے نہیں دیتے تھے۔ایک دن کلاس میں حدیث پڑھا رہے تھے تو ایک حدیث میں بیان تھا کہ عشاء کی نماز کی ادائیگی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ میں کچھ دیر بیٹھتے تو ایک دفعہ آپؐ نماز عشاء کیلئے تاخیر سے تشریف لائے تو کئی صحابہ اونگھ رہے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے کلاس میں اونگھنے والے طلباء کو دیکھا اور مسکرا کر فرمایا اس کا مطلب یہ ہوا کہ سبق میں اونگھنا صحابہ

کی سنت ہے۔

ایک بار کسی نے کہا کہ میں آیا تھا اور آپ بیٹھے پڑھا رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے فی البدیہہ جواب دیا مولانا! ہم کھڑے بھی ہوں تو بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔

اگر انسان کی طبیعت میں مزاح ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ایک خوبصورت انسان ہے۔ وہ اپنے آس پاس کے ماحول سے بے خبر نہیں بلکہ وہ اپنے ماحول پہ گہری نظر رکھتا ہے؟

میں' ڈاکٹر صاحب سے اختلاف بھی رکھتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ گفتگو میں' ان کا اظہار بھی کرتا تھا۔ ''کم عمری کا نکاح'' کے مسئلہ پر 45 منٹ اس لیے گفتگو ہوئی کہ ڈاکٹر صاحب میرے موقف سے متفق نہ تھے۔ میں کئی بار احتجاجی مظاہروں اور اجلاسوں کی بھی مخالفت کرتا کہ ان کے بغیر بھی لوگوں کے ذہن اور رویے بدلے جاسکتے ہیں۔ میں نے اپنی کتاب ''امریکہ یورپ اور عالمِ اسلام'' کا مسودہ پیش کیا۔ انہوں نے بہت سے مضامین پہ اختلافی نوٹ لکھا۔ تنقید کی اور انہیں میرے ذاتی نظریات قرار دیا۔ یہ ان کا بڑا پن تھا کہ مجھ جیسے کم علم شخص کے اختلاف کو برداشت کرتے' سنتے اور تسلی سے جواب دیتے۔ زندگی کے آخری برسوں میں ڈاکٹر صاحب کی مصروفیات بہت بڑھ گئی تھیں۔ شاید آرام کے لئے بھی وقت ان کے پاس کم ہوتا تھا۔ میں ان سے ہمیشہ گزارش کرتا تھا کہ آپ اپنے فارغ التحصیل علماء اور اسکالرز کا گروپ تشکیل دے کر علم و تحقیق کا اعلیٰ مرکز قائم کریں۔

میں نے ''ہماری قیادت اور شخصیت پرستی'' کے عنوان سے کالم لکھا جو روزنامہ پاکستان میں شائع ہوا۔ ڈاکٹر صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کا فون آیا کہ ابو نے آپ کا مضمون بہت پسند کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ مضمون ماہنامہ ''عرفات'' میں چھاپیں۔ اس کا ایک اقتباس آپ بھی پڑھئے تا کہ آپ کو بھی معلوم ہو کہ ڈاکٹر صاحب نے اسے کیوں پسند فرمایا۔

''پاکستان کی سیاسی جماعتیں ہوں یا مذہبی جماعتیں ان میں قیادت تبدیل نہ ہونے کی بنیادی وجہ ''شخصیت پرستی'' ہے۔ کہتے ہیں قحط الرجال کے دور میں ہمیشہ ''شخصیت پرستی'' پروان چڑھتی ہے ایسا بھی تو ہوسکتا' شخصیت پرستی پروان چڑھائی جاتی ہو کیونکہ قحط الرجال ہے۔ وہ جماعتیں جو ملک میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں تبدیلی لانے کیلئے اٹھتی ہیں' وہ اتنی بانجھ کیوں ہو جاتی ہیں کہ جماعت کے اندر سے ایک ایسا شخص بھی سامنے نہیں لاسکتیں جو مستقبل میں ان کی قیادت کے خلاء کو پر کر سکے۔ میرا خیال ہے' افراد ہر جماعت اور تنظیم میں موجود ہوتے ہیں جو تنظیمی صلاحیت کے ساتھ' قوم کی رہنمائی کی بھی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن ان کی صلاحیت' ذہانت اور علمیت سے استفادہ کرنے کیلئے کوئی ایسا نظام جماعت میں رائج نہیں کیا جاتا جس سے وہ لوگ آگے آسکیں۔ اس کی وجہ شاید وہ قائد بھی ہے جس نے جماعت کی قیادت تو سنبھال لی لیکن اپنے رفقاء کیلئے سمندر نہ بن سکا جو سیپوں کو ساحل پہ ڈال دیتا ہے۔

آخر کار' جماعت کی متبادل قیادت ''اولاد'' قرار پاتی ہے اسے کوئی اور فوقیت حاصل ہو یا نہ ہو بہر حال قائد کی اولاد ہونے کی نسبت اسے ضرور حاصل ہوتی ہے۔ جماعت کو انتشار و افتراق سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ اعلیٰ قیادت کی اولاد اور رشتہ دار بھی اسی مراحل سے گزریں جن سے دوسرے رفقاء گزرے ہیں۔ صلاحیت علمیت' دور اندیشی اور استقلال جیسی صفات دیکھنے کے بعد استحقاق کا دیکھنا بھی ضروری ہے کئی ایسے رفقائے جماعت موجود ہوتے ہیں جنہوں نے آغاز سے لے کر عروج تک اپنی ان تھک محنت' وفاداری اور خدمت سے جماعت کی بنیادوں کو استحکام بخشا ہوتا ہے۔ بیٹی ہو یا بیٹا صلاحیت و اہلیت کے حامل ہونے کے باوجود وہ جماعت کے

استحکام و قیام کیلئے مشکل سے مشکل تر حالات سے نہیں گزرے۔ قربانی و ایثار کا مظاہرہ نہیں کیا۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر مشقت و ریاضت میں وقت نہیں گزارا تو پھر ان کا حق نہیں کہ وہ قیادت کا منصب سنبھالیں''۔ (۱۷۷۔۱۷۸)

ڈاکٹر صاحب نے اس مضمون کو یقیناً اس لیے پسند فرمایا کہ اس میں ان کے نظریات کی جھلک موجود ہے۔ میرا مدعائے بیان یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب جہاں تنقید فرماتے' وہاں تعریف بھی کرتے تھے۔ وہ ایسے انسان نہیں تھے جس سے اختلاف ہو تو اس کے تمام نظریات کو ٹھکرا دیتے بلکہ اختلاف کے ساتھ ہی تعلقات اتنے احسن طریقے سے قائم رکھتے کہ دل میں ان کیلئے محبت و احترام کے جذبات مزید بڑھ جاتے تھے۔

نماز جمعہ کے بعد' میں گھر آیا ہی تھا کہ ایک عزیز کا فون آیا۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں دھماکہ ہوا ہے؟ میں نے ٹی وی آن کیا تو یہ خبر چل رہی تھی کہ جامعہ نعیمیہ کے دفتر میں خودکش دھماکہ' دھماکے کے وقت ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنے دفتر میں موجود تھے۔ کچھ دیر بعد خبر آئی کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی دھماکے میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد میرے موبائل کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ ہر شخص مجھے وہ خبر بتانے کیلئے بے چین تھا جو میں جانتا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے فون سننا بند کر دیا۔ گھنٹیاں بجتی رہیں۔ گھنٹیوں سے تنگ آ کر میں نے موبائل بند کر دیا۔ ہمارے گھر میں' سوگوار ماحول تھا۔ ہم رو رہے تھے اور بچے رو رو کر پوچھتے تھے کہ آپ کیوں رو رہے ہیں۔ خودکش حملہ آور بچوں سے بھی زیادہ انجان اور بے خبر تھا کہ اسے معلوم نہیں کہ کیا قیامت ہم پر گرا گیا۔ وہ اپنی عاقبت برباد کرنے کے ساتھ ہماری دنیا بھی ویران کر گیا۔ ہم ایک ایسے انسان سے محروم ہو گئے جو وحشت کے ماحول میں سکون دل کا چارہ تھا جس کا وجود صحرائے دہشت میں سایہ دار درخت کی طرح تھا۔

(ماہنامہ ''روحِ بلند'' لاہور اگست 2009ء)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی المناک شہادت

محمد خلیل الرحمٰن قادری

(مدیر ماہنامہ سوئے حجاز لاہور)

12 جون 2009ء بروز جمعۃ المبارک نماز جمعہ کی ادائیگی کے فوراً بعد لاہور کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ میں خودکش حملہ ہوا جس میں جامعہ کے سربراہ حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اپنے چار ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' ڈاکٹر صاحب شہید نے زندگی بھر مخلصانہ طور پر خدمت اسلام کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ وہ اعتدال پسند، منکسر المزاج اور درویش منش انسان تھے۔ بردباری اور حلیم الطبعی تو گویا ان میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ تمام مکاتب فکر میں ہر دل عزیز تھے کیونکہ وہ اتحاد امت کے زبردست داعی تھے۔ جامعہ نعیمیہ کی سربراہی کے ساتھ ساتھ وہ تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور مدارس کے وفاقوں کے اتحاد کے بھی ناظم اعلیٰ تھے۔ آپ نے اس پلیٹ فارم سے اسناد علوم اسلامیہ کو سرکاری سطح پر منظور کروانے کی انتھک کوشش کی جس کے مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ لاہور میں مختلف مکاتب فکر کے دردمند حضرات نے مجلس ملی شرعی قائم کی تو ڈاکٹر صاحب اپنی گوناگوں صلاحیتوں کے باعث اس تنظیم کے بھی روح رواں بن گئے۔ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ ڈاکٹر صاحب کی ہر دل عزیزی کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ ان کی شہادت

پرائے اور پرائے سبھی غمناک نظر آئے۔ ان کی شہادت کے اگلے روز پورے پاکستان میں ہڑتال کی گئی۔ پنجاب میں سرکاری سطح پر تعطیل کا اعلان کیا گیا۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء کرام، مشائخ، اہلِ سیاست اور ارباب علم ودانش نے ان کی شہادت کے سانحۂ دلخراش کی بھرپور مذمت کی۔ انہیں سرکاری اعزاز کے ساتھ دفن کیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ میں خوف وہراس اور سخت سیورٹی انتظامات کے باوجود ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ خواص وعوام کا ایک جم غفیر ناصر باغ لاہور میں امڈ آیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے پاس کسی بڑی مذہبی یا سیاسی جماعت کا کوئی منصب تو نہیں تھا لیکن وہ پس منظر میں رہ کر نہ صرف مختلف جماعتوں کو متحد کرنے میں کامیاب ہوئے بلکہ انہیں راہ عمل بھی دکھائی اور ارفع مقاصد کیلئے متحرک بھی کیا۔ جب پرویز مشرف نے تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون (295 سی) کو غیر مؤثر بنانے کیلئے اس میں ترمیم کرنے کا اعلان کیا تو ڈاکٹر صاحب اور ان کے ساتھیوں نے ان بائیس جماعتوں کے ساتھ مل کر تحریک تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز کیا یہ وہ دور تھا جب بڑے بڑے سیاستدان بھی فوجی آمر کے سامنے مجال دم زدن نہیں رکھتے تھے لیکن ان عشاقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاستی جبر اور طرح طرح کی اذیتوں کی پرواہ کیلئے بغیر احتجاجی تحریک کو جاری رکھا جس کے نتیجے میں منتخب پارلیمنٹ کی بساط لپیٹنے والا آمر بالآخر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگیا اور اسے یہ اعلان کرنا پڑا کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کوئی ترمیم نہیں کی جائے گی۔

کالعدم تحریک طالبان پاکستان نے جامعہ نعیمیہ میں ہونیوالے خودکش حملہ کی ذمہ داری قبول کرلی ہے جس سے یہ تاثر پختہ ہوگیا ہے کہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید پر قاتلانہ حملہ ان کے اس جرم کی پاداش میں کیا گیا جو انہوں نے دہشت گردی اور انتہاپسندی کے خلاف حکومت آپریشن کی حمایت کی صورت میں کیا تھا، یہ بھی کہا گیا کہ ڈاکٹر صاحب شہید چونکہ خودکش حملوں کو حرام قرار دے چکے تھے اس لئے تحریک طالبان نے انہیں اس حق گوئی اور حب الوطنی کی یہ سزا دی ہے حالانکہ یہ بات ریکارڈ پر موجود ہے کہ خودکش

حملوں کو قرار دینے کا فتویٰ صرف ڈاکٹر صاحب شہید نے ہی نہیں دیا تھا بلکہ تمام مکاتب فکر کے پچاس سے زائد جید علماء کرام کی طرف سے یہ اجتماعی فتویٰ جاری کیا گیا تھا' جہاں تک مالاکنڈ ڈویژن میں جاری فوجی آپریشن کا تعلق ہے تو اس کی حمایت بھی صرف ڈاکٹر صاحب نے نہیں کی تھی بلکہ کئی علماء کرام اور مشائخ کی طرف سے اس حکومتی اور فوجی اقدام کی تائید کا اعلان کیا گیا تھا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ مالاکنڈ ڈویژن میں فوجی آپریشن علماء یا مشائخ کے کہنے پر شروع نہیں کیا گیا تھا اگر بفرض محال وہ اس معاملہ پر ازراہ مصلحت سکوت بھی اختیار کرتے تو اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ وہاں فوجی آپریشن بند ہو جاتا۔ ہماری دانست میں علماء کرام اور مشائخ عظام نے آپریشن کی تائید کر کے اپنے جذبۂ حب الوطنی کا اظہار کیا تھا ورنہ فوجی آپریشن نہ تو ان کی تائید سے شروع کیا گیا تھا اور نہ ہی ان کے خاموش رہنے پر یہ آپریشن ختم ہونے والا تھا۔ الغرض آپریشن کیلئے علماء یا مشائخ کی رائے کوئی فیصلہ کن عامل نہیں تھی کہ انہیں اس بنا پر تحریک طالبان مشق ستم بناتی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب شہید کو جس قدر دکھ وطن عزیز میں ہونے والی دہشت گردی کی کارروائیوں پر ہوتا تھا اس سے کہیں بڑھ کر ملال انہیں اس بات پر بھی تھا کہ امریکہ ڈرون حملوں کے ذریعے ہمارے نہتے اور معصوم مسلمان بھائیوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیل رہا ہے۔ اسی بناء پر وہ ڈرون حملوں کے سخت مخالف تھے اور ان امریکی مظالم کے خلاف توانا آواز بلند کرنے والوں میں سے تھے جو امریکہ گزشتہ دو دہائیوں سے عالم اسلام کے خلاف ڈھا رہا ہے چنانچہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ڈاکٹر صاحب شہید کی شہادت کے محرکات صرف یہ نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے خودکش حملوں کو حرام قرار دیا تھا یا انہوں نے مالاکنڈ ڈویژن میں فوجی آپریشن کی تائید کی تھی بلکہ ان کی شہادت کا سب سے خطرناک محرک یہ تھا کہ ان کی شہادت کے بعد پنجاب کے پرامن خطے میں فرقہ واریت کی بنا پر دہشت گردی اور تباہ کاریوں کا بازار گرم ہو جائیگا۔

(ماہنامہ سوئے حجاز لاہور جولائی 2009ء)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کی المناک شہادت اور اہلِ حق کی ذمہ داریاں

عبدالرزاق ساجد

ایڈیٹر ''ایمز انٹرنیشنل'' برطانیہ

چیئر مین المصطفیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل یو کے

دشت کربلا کی لوح پر رقم ہونے والی تابندہ کہانی' اس درخشاں تاریخ کا دیباچہ ہے جو تاابد اسی آب و تاب کے ساتھ لکھی جاتی رہے گی۔ ریگ زارِ کربلا کو سیراب کرنے والے مقدس لہو کی حرارت کو اپنے دل کی ایک ایک دھڑکن میں بسا لینے والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کو 12 جون 2009ء جمعۃ المبارک کے مقدس دن' اسلام' پاکستان اور انسانیت کے بدترین دشمنوں نے شہید کر کے ایک نئی کربلا بپا کر دی۔ آبروئے حلقہ منبر و محراب کو قتل کر دیا گیا...... اسلام اور پاکستان کے دشمنوں کو للکارتی توانا آواز کو ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیا گیا...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے قابل اور لائق' دلیر اور دلبر بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا...... سادگی اور سچائی کی ایک جگمگاتی علامت کو مٹا دیا گیا...... علم و دانش کا سورج غروب ہو گیا...... نظریاتی غیرت کا محافظ چل بسا...... امن اور محبت کا علمبردار رخصت ہو گیا...... دینی حلقوں کا مرد قلندر نظروں سے ہمیشہ کیلئے اوجھل ہو گیا...... قوم ایک باضمیر' باکردار اور جرات مند لیڈر سے محروم ہو گئی...... دہشتگردی کے عفریت نے ہمارے عہد کے ایک بہت بڑے عالم اور فقیر منش' درویش صفت انسان کو ہڑپ کر لیا۔ ایک خوبصورت شخص کا خوبصورت سفر تمام ہوا اور شہید پاکستان ڈاکٹر محمد

سرفراز نعیمیؒ اپنے پاکیزہ اعمال کی گٹھڑی اپنے کاندھوں پر اٹھائے اپنے مالک حقیقی کے پاس چلے گئے...... ایک عظیم مقصد کیلئے اپنی جان کا سودا کر لینے والے افتخارِ وطن ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ حریت فکر کے مجاہد تھے۔ وہ جہد مسلسل کی نہایت عمدہ مثال تھے۔ انہوں نے زہرِ ہلاہل کو ہمیشہ زہرِ ہلاہل کہا اور زندگی کو اندیشۂ سود وزیاں سے ہمیشہ برتر جانا' ہر دور میں کلمۂ حق کہتے بھی رہے اور لکھتے بھی رہے۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک پاکستان کو قریۂ عشق محمد ﷺ بنانے کیلئے سرگرم عمل رہے۔ شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے امیری میں فقیری اور فقیری میں امیری کی مثال قائم کی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ رخصت ہوئے ہیں تو کارکنوں کیلئے بھی اور رہنماؤں کیلئے بھی بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں' کارکن رہنما ہوتا ہے اور رہنما کارکن ہوتا ہے۔ یہ بات نعیمی شہیدؒ نے خوب سمجھی بھی تھی اور سمجھائی بھی۔ یہی وہ بات ہے جسے سمجھنے اور سمجھانے والے بہت کم ہوتے جا رہے ہیں۔ اسلام کے غداروں اور پاکستان کے باغیوں کو للکارتے ہوئے شہادت کا تاج زیب سر کر لینے والے نعیمی شہیدؒ کی زندہ قبر پیغام دے رہی ہے کہ پاکستان کی روح حیات میں ابھی تک عزت کی موت مرنے کا جنون باقی ہے...... شہیدؒ کی قبر سے آواز آ رہی ہے کہ نظریۂ پاکستان کے مخالف ظلمات فروش دہشتگرد رسوا اور صوفیاء کی فکر کے پرچم بردار سر بلند ہوتے رہیں گے۔

قتل گاہوں سے چُن کر ہمارے علم
اور نکلیں گے عشاق کے قافلے

شہید پاکستانؒ کی جدائی کے غم میں روتے' بلکتے اور تڑپتے لوگو!

شہیدؒ کے لہو کی بوند بوند ہم سے کہہ رہی ہے کہ شہادتِ حق کا سفر جاری رکھنا' مذہبی جنونی دہشتگردوں اور شدت پسندوں کی مزاحمت کرتے رہنا' امریکی ایجنٹوں کیخلاف برسرِ پیکار رہنا' قیامِ امن کی جدوجہد تیز تر کرنا' تحفظ پاکستان کی تحریک رواں دواں رکھنا اور باہمی اتحاد برقرار رکھنا...... شہید کے جسم سے بہنے والا خون پکار پکار کر ہم سے کہہ رہا

ہے کہ اگر تم اپنی زندگیوں کی خاطر خوف کی بُکل مار کر بیٹھ گئے' اگر تم نے چند آسائشوں اور تھوڑی سی مراعات کیلئے نفع ونقصان کے میزان بنا کر مصلحت کوشی کی چادر تان لی تو آنے والی نسلوں کو تمہارے تذکرے سے گھن آئے گی......

فضل حق خیر آبادیؒ کی فکر کے وارثو! ہم سب کو اپنا پرچم جان لے کر نکلنا ہوگا اور وطن عزیز پاکستان کو امریکہ اور طالبانائزیشن کے ناسور سے نجات دلانا ہوگی......

خارجیت کے علمبردار' مسلک محبت کے ازلی دشمن' رحمان باباؒ کے مزار پر دھماکہ کرنے والے' پیر سمیع اللہ چشتیؒ کی لاش کو قبر سے نکال کر درختوں پر لٹکانے والے' سکولوں کو تباہ کرنے والے' ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو شہید کرنے والے' سفاک قاتلوں کا بے رحم ٹولہ بے نقاب ہو چکا ہے۔ پاکستانی قوم نے جان لیا ہے اور پہچان لیا ہے کہ کون سا مخصوص مکتبہ فکر دہشتگردی اور تخریب کاری کی ساری کارروائیوں میں ملوث ہے۔ قوم دیکھ رہی ہے کہ کس مسلک کے مدارس سے دہشتگرد اور دہشتگردی کا مواد برآمد ہو رہا ہے۔ وقت آ گیا ہے کہ اس موقع پر صوفیاء کو ماننے والے اہلِ محبت اہلِ حق متحد ہو کر اپنی عددی کثرت کو سیاسی طاقت میں ڈھالیں اور پاکستان میں انقلابِ نظام مصطفیٰ ﷺ برپا کر کے دم لیں۔ اس مقصد کیلئے ٹھوس حکمت عملی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

حرف آخر یہ کہ پاکستانی حکمرانوں' پالیسی سازوں اور فوجی جرنیلوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس بدنصیب ملک میں پے در پے خودکش حملوں میں کتنے گھر برباد ہوئے' کتنے بچے یتیم ہوئے' کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں' کتنے گھروں میں چولہے ٹھنڈے پڑ گئے' کتنے بوڑھے والدین جیتے جی مر گئے۔ اس لئے اس ساری تباہی و بربادی کے ذمہ دار وحشی ٹولے کی سرکوبی کیلئے جاری فوجی آپریشن کسی مصلحت اور کسی دباؤ کی نذر نہیں ہونا چاہئے بلکہ آخری دہشتگرد کی موت تک جاری رہنا چاہئے تاکہ آگ اور خون کا کھیل بند ہو سکے کیونکہ آگ اور خون کا کھیل قبریں کھودتا ہے...... خوشیاں چھینتا ہے...... امن اور بھائی چارے کا گلا گھونٹتا ہے...... نفرتوں کا زہر پھیلاتا ہے۔ آنکھوں میں اداسی اور محرومی کی

بھی فصل اگاتا ہے۔

قارئین! آیئے میرے ساتھ ہاتھ اٹھایئے اور دعا کیجئے کہ اے خدا ہمارے دیس پاکستان کا چین اور امن لوٹا دے۔ ہمارے دلوں کا سکون بحال کر دے اور یہ ملک پاکستان جو تیری رضا سے معرض وجود میں آیا تھا' اسے امن' یکجہتی' خوشحالی اور باہمی محبت و اخوت کا گہوارہ بنا دے۔ اس ملک کی حفاظت فرما' جہاں تیرے نام لیوا اور تیرے پیارے حبیب ﷺ کے غلام بستے ہیں۔ میرے رب اپنے حبیب ﷺ کے صدقے ہماری فریاد سن لے اور دعائیں قبول کر لے کہ تیرے محبوب ﷺ کی امت پر کڑا وقت آن پڑا ہے۔ (آمین)

ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی کے افکار و خیالات

(ڈاکٹر محبوب الرسول قادری)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ وطن عزیز کے ان گنے چنے راسخ العقیدہ، باعمل علما میں سے ایک تھے جنہوں نے اقامت دین اور وحدت امت کے لیے ان تھک جدوجہد کی وہ ہر کڑے وقت میں ملت کی رہنمائی کا فریضہ نبھاتے رہے۔ ذاتی طور پر ہر طرح کے تکلف سے پاک شخصیت تھے۔ انہوں نے سرکاری سطح پر اسلامی نظریاتی کونسل کے پلیٹ فارم سے قوم کی فکری و نظری رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ قدرت نے ان کو بیک وقت متعدد خوبیوں سے نوازا تھا۔ وہ مسند تدریس کی آبرو تھے۔ ایک پختہ قلم کار اور مصلح مبلغ کی حیثیت سے ایک منفرد اور مثالی مقام رکھتے تھے۔

مسئلہ افغانستان کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے انہوں نے پانچوں وفاق کے علماء کے ساتھ مل کر علوم اسلامیہ کی اسناد کو سرکاری سطح پر تسلیم کروانے اور علوم اسلامیہ کے فروغ و ابلاغ کے لیے بھرپور اور نتیجہ خیز کردار ادا کیا۔ انہوں نے پورے ملک کے چاروں صوبوں بشمول آزاد کشمیر اور قبائل و شمالی علاقہ جات میں اہلسنت کی درس گاہوں میں پہنچ کر تعلیمی و تدریسی نظام کا جائزہ لیا اور ان کی اصلاح و بہتری کے لیے احکامات جاری کیے۔ ۱۸ مارچ ۱۹۹۹ء کو استاذ العلماء حضرت مولانا ملک عطاء محمد بندیالویؒ کے ختم چہلم کے موقع پر ملک بھر سے آئے ہزاروں علماء اور مشائخ سے خطاب کرتے ہوئے اس امر کے لیے تیار کیا کہ وہ ملک میں جہالت اور بدی کے خاتمے

کے لیے اپنے حصے کا کردار ادا کریں اور علوم اسلامیہ کے لیے مدرسین کی جماعت تیار کی جائے۔ ۳ مئی ۲۰۰۹ء کو جمعیت علمائے پاکستان کے صدر مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کے نماز جنازے کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے اسلام اور پاکستان کے لیے ان تھک قربانیاں دینے کے عزم کا اعادہ کیا۔ انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ ''ہم قائداعظم کے پاکستان اور مجاہد ملت کی یادگار کی حفاظت کریں گے۔ اس پروگرام سے واپسی پر جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف اور انوار رضا لائبریری جوہر آباد میں بھی انہوں نے علماء کے اجلاسوں سے خطاب کرتے ہوئے ایسے ہی عزم کا اظہار کیا۔

۱۲ دسمبر ۲۰۰۳ء کو نشتر پارک کراچی میں قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے جنازہ کے فقید المثال اجتماع سے خطاب کرتے کرتے ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا تھا ''ہماری زندگیاں ناموس رسالتؐ کی امانت ہیں۔ قائد اہلسنت نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس مشن کے لیے وقف کیا تھا آج ان کے نماز جنازہ کے اجتماع میں ہم اپنے رب سے اپنی زندگیاں وقف کرنے کے عہد کی تجدید کرتے ہیں''۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے عالمی سطح پر گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف نہایت مؤثر احتجاج ریکارڈ کروایا اور ملک کی سب سے بڑی اور قدیم دینی درسگاہ دارالعلوم نعیمیہ میں عالمگیری مسجد سے حضورؐ کے نعلین مبارک کے سرقہ کے سانحہ پر تاریخی اجتماع ریکارڈ کروایا۔ وہ وحدت امت کے علامتی نشان تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مکاتب فکر کے ہاں انہیں یکساں طور پر مقبولیت حاصل تھی وہ اپنے والد حضرت مفتی اعظیم پاکستان مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ اور حضرت صدر الافضل مولانا مفتی نعیم الدین مرادآبادی کی فکر کے پیروکار تھے۔

اخلاص وللّٰہیت، سادگی و متانت اور انتھک جدوجہد ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ تنظیمی وتحریکی اجلاسوں میں وہ اختلاف رائے کو نہایت خندہ پیشانی سے سنتے اور قبول

کرتے تھے۔ ان کی اچانک شہادت اسلامیان پاکستان ہی نہیں بلکہ پوری ملت وامت کے لیے بڑا نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسی شخصیتیں قوموں کو انعام کے طور پر عطا کرتا ہے اور سزا کے طور پر واپس اٹھالیتا ہے۔ وہ جہالت اور مفاد پرستی کے دور میں مینارۂ نور تھے۔ میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی روح کو یہ شعر نذر کر کے اپنی یہ تحریر سمیٹتا ہوں

تیری آواز کہیں روشنی بن جاتی تھی
تیرا لہجہ کہیں مہکار سے جا ملتا تھا

(۱۳ جون ۲۰۰۹ روزنامہ جنگ لاہور)

چراغِ آخرِ شب

علامہ محمد نعیم جاوید نوری

کہنے والے نے کہا تھا کہ اس بزم ہستی سے کچھ ایسی ہستیاں بھی اٹھ جائیں گی کہ جب زمانہ ان کی تلاش میں نکلے گا تو ڈھونڈتا رہ جائیگا' یہ ہستیاں شاعر حاصل زیست قرار دیتا اور الہامی صحیفے جنہیں زمین کا نمک اور پہاڑی کا چراغ قرار دیتے ہیں۔ جب زمین سے اٹھ جاتے ہیں حساس دل رکھنے والے پکار اٹھتے ہیں۔

پرانی صحبتیں یاد آ رہی ہیں
چراغوں کا دھواں دیکھا نہ جائے

ایسی ہی نادر روزگار شخصیات میں ایک شخصیت خودساز عہد ساز' روایت شکن' روایت ساز ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی بھی تھے۔ جو 12 جون 2009ء کو ہم سے جدا ہو گئے۔ علمی رسوخ' دینی شعور' دعوتی تڑپ' عملی جدوجہد' قومی حمیت کے حامل ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہادت کا تاج پہن کر ہم سے بچھڑ گئے۔ نہیں نہیں وہ ہم سے نہیں بچھڑے' ہم ان سے بچھڑ گئے' وہ تو اپنی منزل کو پہنچ گئے۔ ہم ہی پیچھے رہ گئے۔ ایک عظیم مقصد کیلئے اپنی جان کا سودا کر لینے والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی شخصیت علم و فضل' جرأت و جسارت' جاں سپاری و جاں نثاری' رعنائی افکار' زیبائی کردار' فقر غیور اور عشق جسور کے جھلملاتے رنگوں سے سجی ہوئی تھی۔ انہوں نے زندگی کی آخری سانس تک مصلحت کوشی کے بجائے حق گوئی ہی کو

شعار بنائے رکھا۔انہوں نے ہر فورم پر حق اور سچ بات کہنے کا حق ادا کیا۔آج ہر فرد، ہر قلم کار، ہر حکومتی نمائندہ اور میڈیا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو ''شہید پاکستان'' قرار دے رہا ہے لیکن مجھے اس بات پر فخر ہے اور ہمیشہ رہے گا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی شہادت کے چند ہی گھنٹوں بعد ہونے والے علماء کے اعلیٰ سطحی اجلاس کے دوران راقم الحروف نے ڈاکٹر صاحب کیلئے ''شہید پاکستان'' کا لقب تجویز کیا تھا اور آج شہید پاکستان کا لقب ان کی شہادت سے اس طرح مطابقت اختیار کر گیا ہے کہ جیسے ازل سے کاتب تقدیر نے یہ لقب ان کیلئے مقدر کیا ہو۔

پاکستان اور اسلام کی حقیقی روح کے تحفظ کیلئے انتہائی اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ تگ و تاز کرنے والے صاحب عزم و ہمت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نے قیام پاکستان سے ایک سال بعد 1948ء میں شہر لاہور کے محلّہ دالگراں میں اپنے عہد کے عظیم عالم دین، مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے گھر آنکھ کھولی۔ابتدائی تعلیم جامع مسجد چوک دالگراں برانڈرتھ روڈ سے حاصل کی جبکہ مڈل اور میٹرک کا امتحان گورنمنٹ اقبال ہائی سکول گڑھی شاہو لاہور سے امتیازی نمبروں کے ساتھ پاس کیا۔ بعدازاں آپ نے 1966ء میں دینی تعلیم اور درس نظامی پڑھنے کیلئے اپنے والد گرامی کے علاوہ صوفی اعجاز حسین اور مفتی عبدالعلیم سیالوی جیسے جید اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔اسی دوران ایف اے اور بی اے کے امتحانات میں بھی کامیابی حاصل کی۔ 1972ء میں جامعہ پنجاب ہی سے ایل ایل بی اور 1986ء میں عالم اسلام کی عظیم و قدیم درسگاہ جامعہ الازہر (مصر) سے ''شہادۃ الفراغ'' کا کورس مکمل کیا۔ 1992ء میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اپنے شاندار تعلیمی سفر کے آخری مرحلے میں پنجاب یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی اعلیٰ ترین ڈگری حاصل کی۔ 1998ء میں اپنے والد گرامی حضرات مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی وفات کے بعد ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ جامعہ نعیمیہ کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ ان کی شبانہ روز محنت، جدوجہد اور لگن کا ہی نتیجہ ہے کہ آج جامعیہ نعیمیہ کا شمار جدید و قدیم

علوم پڑھانے والی عالمی شہرت کی حامل درسگاہوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کبھی بھی کوئی منصب یا عہدہ حاصل کرنے کیلئے لابنگ نہیں کرتے تھے لیکن ان کی قابلیت اور صلاحیتوں کے پیش نظر مختلف مواقع پر انہیں اہم ترین ذمہ داریاں سونپی گئیں۔ وہ 1998ء سے لے کر 2000ء تک اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے اور اس دوران انہوں نے ملک میں نظام شریعت کے لئے سفارشات کی تیاری کے سنجیدہ نوعیت کے تحقیقی کام میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ ڈاکٹر صاحب صوبہ پنجاب میں بین المسالک ہم آہنگی کیلئے بنائے گئے ''متحدہ علماء بورڈ'' کے بھی رکن رہے اور اس پلیٹ فارم پر فرقہ وارانہ دہشت گردی کے خاتمے اور قیام امن کیلئے گرانقدر خدمات سرانجام دیتے رہے۔

2002ء میں اہلسنّت کے دینی مدارس کی ملک گیر نمائندہ تنظیم ''تنظیم المدارس اہلسنّت'' کے انتخابات میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب کیا گیا۔ وہ تا شہادت اس منصب پر فائز رہے کیونکہ ہر سال الیکشن میں انہیں منتخب کیا جاتا رہا۔ انہوں نے تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے دن رات محنت کی۔ تنظیم کا اپنا شاندار سیکرٹریٹ تعمیر کروایا اور ہزاروں نئے مدارس کو تنظیم کے ساتھ منسلک کر کے تنظیم المدارس کی عددی طاقت میں بے پناہ اضافہ کیا۔

2000ء کے دوران جب اس وقت کے آمر اور نام نہاد روشن خیالی کے علمبردار جنرل پرویز مشرف نے امریکہ کو خوش کرنے کیلئے مدارس دینیہ کے خلاف سازشوں کا آغاز کیا تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ ان مکروہ سازشوں کا راستہ روکنے کیلئے میدان میں اترے اور تمام مسالک کے مدارس کی تنظیمات کا اتحاد قائم کیا جسے ''اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ'' کا نام دیا گیا۔ اس تنظیم کے پہلے ہی اجلاس میں ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کو سیکرٹری جنرل چن لیا گیا۔ نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز جیسی صفات کے مالک ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید عالمی شہرت کے حامل مذہبی سکالر ہونے کے ساتھ ایک انتہائی مخلص اور دلیر قائد بھی تھے جنہوں نے ہر اہم عالمی اور قومی ایشو پر میدان عمل میں نکل کر رسم شبیری ادا کرتے ہوئے

ظلمات فروشوں کا مقابلہ کیا اور ہر کڑے وقت میں ملت کی رہنمائی کا فریضہ نہایت اخلاص سنجیدگی اور تدبر کے ساتھ سرانجام دیا۔

2002ء میں جب عالمی استعمار امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے افغانستان میں طالبان کی اسلامی اور جہادی حکومت پر شب خوں مارا تو اس وقت پاکستان کے تخت اقتدار پر ایک بزدل آمر مسلط تھا' جس نے برادر اسلامی ملک افغانستان پر امریکی جارحیت کا ساتھ دیتے ہوئے اپنے ملک میں امریکہ کو اڈے فراہم کئے اس عہد ستم میں جب سب زبانیں خاموش تھیں تو اس وقت بھی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ اپنا پرچم جاں لے کر نکلے اور عالمی دہشت گرد امریکہ کے خلاف اور افغانی طالبان کے حق میں توانا آواز بلند کی۔ شہید پاکستانؒ کے مزاج کا یہ خصوصی وصف تھا کہ وہ اجتماعی ملی' دینی اور قومی مسائل میں ہمیشہ وسیع اور بلند سوچ رکھتے تھے اور ہر قسم کے سیاسی' مسلکی اور نسلی و صوبائی تعصّبات سے بالاتر ہو کر ملک' قوم اور دین کے اجتماعی مفاد کو پیش نظر اور مقدم رکھتے۔

22 اپریل 2002ء کو پاکستان کے بدترین آمر اور امریکہ کی ایجنٹی کرنے والے جنرل پرویز مشرف نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے قانون ناموس رسالت 295c کے طریقۂ تفتیش میں تبدیلی کرنے کا اعلان کیا جو کہ درحقیقت اس اہم قانون کو غیر موثر بنانے کی عالمی سازش تھی...... اس سازش کی مزاحمت کیلئے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ ایک بار پھر آگے بڑھے۔ اہلسنّت کی تمام تنظیموں کا مشترکہ اجلاس طلب کر کے ''تحفظ ناموس رسالت محاذ'' قائم کیا اور مارشل لائی سناٹوں کے اس دور میں جب ہر طرف فوجی حکومت کا خوف طاری تھا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے علمائے اہلسنّت کے ہمراہ قانون ناموس رسالت میں تبدیلی کے خلاف زوردار تحریک چلائی۔ تمام تر پابندیاں توڑ کر جلوس نکالے گئے۔ جلسے منعقد کیے گئے' مقدمات بنے۔ گرفتاریاں ہوئیں لیکن اس ایمانی تحریک کو دبایا نہ جا سکا۔ جب سب حربے ناکام ہو گئے تو جنرل پرویز مشرف کو اعلان کرنا پڑا کہ 295c میں کسی بھی طرح کی ترمیم اور تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

2006ء میں ڈنمارک اور دوسرے مغربی ممالک کے اخبارات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید تڑپ اٹھے اور تحفظ ناموس رسالت محاذ کے پلیٹ فارم پر جو صدائے احتجاج بلند کی۔ اس کی گونج پوری دنیا میں سنی گئی۔ انہوں نے 14 فروری کو لاہور میں ہڑتال اور احتجاجی جلوس کی کال دی تو اہلِ لاہور نے ان کی مومنانہ آواز پر لبیک کہا اور 14 فروری 2006ء کو عزت رسول پر مر مٹنے کے لیے سارا لاہور سڑکوں پر اُمڈ آیا۔ غیر جانبدار مبصرین کے مطابق قیام پاکستان کے بعد اس روز لاہور کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس نکلا اور کامیاب ہڑتال کی گئی مگر افسوس کہ عوامی جذبات کے برعکس اس وقت کے بدخواہ حکمرانوں نے اس مقدس تحریک کو سبوتاژ کرنے کیلئے اپنے مخصوص گماشتوں کے ذریعے جلاؤ، گھیراؤ اور توڑ پھوڑ کروا کر سارا ملبہ تحفظ ناموس رسالت محاذ کے قائدین اور کارکنوں پر ڈال دیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ چونکہ اس تحریک کے روح رواں اور سالار تھے اس لیے لاہور کے تمام تھانوں میں ڈاکٹر صاحبؒ کے خلاف سنگین نوعیت کے درجنوں جھوٹے مقدمات قائم کر دیئے گئے۔ ڈاکٹر صاحب اور ان کے قریبی رشتہ داروں کو گرفتار کیا گیا۔ اس دوران سخت ترین گرمی کے موسم میں انہوں نے اپنے سینکڑوں جاں نثاروں کے ساتھ تین ماہ جیل کاٹی۔ انہیں مختلف حربوں سے کبھی لالچ دے کر اور کبھی ڈرا کر مفاہمت پر مجبور کیا جاتا رہا لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے پائے استقلال میں لغزش نہ آئی اور آخر وقت تک اپنے موقف پر سختی سے ڈٹے رہے اور بالآخر عدالتوں نے انہیں بے گناہ قرار دیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے بادشاہی مسجد لاہور سے 31 جولائی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کی چوری کے سانحہ کے خلاف چلائی جانے والی تحریک میں بھی قائدانہ کردار ادا کیا۔ اسی طرح سرزمین حجاز میں ابواء کے مقام پر مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہؓ کے مزار مبارک کو مسمار کرنے کے خلاف بھی شہید پاکستان نے بھرپور تحریک چلا کر پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امی جان کے ساتھ عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔

ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہیدؒ زندگی بھر اتحاد اہلسنّت کے لئے کوشاں رہے۔ 2006ء میں اہلسنّت کی تمام بڑی سیاسی و مذہبی جماعتوں کے مرکزی قائدین کا ایک اہم نمائندہ اجلاس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں حضرت علامہ سید حسین الدین شاہ صاحب کی سرپرستی میں اتحاد اہلسنّت کیلئے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ اس کمیٹی میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے علاوہ محقق عصر مفتی محمد خان قادری' پیر امین الحسنات شاہ اور میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ کو شامل کیا گیا۔ اس کمیٹی نے اہلسنّت کے تمام گروپوں اور دھڑوں کے قائدین سے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتیں کیں۔ اجلاس منعقد کیے۔ اتحاد کے فارمولے تیار کر کے تمام گروہوں کو ان پر متفق کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن تین سالوں کی مسلسل محنت اور کوشش کے باوجود اتحاد اہلسنّت کا خواب تعبیر آشنا نہ ہو سکا جس پر شہید پاکستان دکھی اور رنجیدہ رہتے تھے۔ میں ان سطور کے ذریعے اپنے اکابرین' قائدین اور عمائدین کی خدمت عالیہ میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی انانیت کے بت توڑ کر متحد ہو جائیں تاکہ شہید کا آخری خواب' آخری خواہش اور آخری آرزو پوری ہو جائے اور ان کی روح ہم سب سے خوش ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو ہم سب ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے خون سے غداری کے مرتکب قرار پائیں گے کیونکہ آج کے روح فرسا حالات میں نعیمی شہیدؒ کے جسم سے بہنے والے لہو کی بوند بوند ہم سے اتحاد' اتفاق اور یکجہتی کا تقاضا کر رہی ہے۔

قارئین کرام! جب صوبہ سرحد کی خوبصورت نظیر وادی سوات میں شریعت اور جہاد کے مقدس نام پر امریکہ' بھارت اور اسرائیل کے ایجنٹ' بے رحم قاتلوں کا گروہ' جرائم پیشہ نقاب پوشوں کا تخریب کار ٹولہ اپنی تخریبی کارروائیوں سے اسلام' مسلمانوں اور دینی طبقات کو بدنام کر رہا تھا۔ جب سکول جلائے جا رہے تھے' مشائخ کے گلے کاٹے جا رہے تھے تقدس مآب شخصیات کی لاشوں کو قبروں سے نکال کر درختوں پر لٹکایا جا رہا تھا۔ بزرگان دین کے مزارات پر دھماکے کیے جا رہے تھے۔ آئین' عدلیہ اور پارلیمنٹ سے

بغاوت کا اعلان کیا جا رہا تھا تو ہر طرف خوف طاری تھا۔ دہشت اور خوف کی اس فضا میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی دلیرانہ آواز ابھری' سب سے پہلے انہوں نے 20 اپریل 2009ء کو جامعہ نعیمیہ میں ''پاکستان بچاؤ کنونشن'' منعقد کر کے قوم کو ان خطرات سے آگاہ کیا جو پاکستان کی سالمیت کو درپیش تھے۔ اخبارات کے صفحات گواہ ہیں کہ یہ وہ پہلا کنونشن تھا جو طالبانائزیشن کے خلاف منعقد ہوا۔ اس کے بعد ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی کوششوں سے 2 مئی کو پاکستان بچاؤ ریلی داتا دربار سے اسمبلی ہال تک نکالی گئی جبکہ ڈاکٹر صاحب کی شہادت سے دو روز قبل ان کی زیرِ صدارت ایوان اقبال لاہور میں ''استحکام پاکستان کنونشن'' کا انعقاد ہوا۔ اس کنونشن کے دعوتوں کے سلسلہ میں شہیدؒ نے ملک بھر کے دورے کیے۔ مشائخ کے آستانوں پر دستک دی۔ علماء کے دروازے کھٹکھٹائے۔ صد افسوس کہ ہمارے دلوں اور ہمارے دروازوں پر دستکیں دینے والا سرفراز نعیمیؒ ہم میں نہیں رہا۔ ہم سے بہت دور چلا گیا ہے' جہاں سے لوٹ کر کوئی نہیں آتا۔

ہمیں خبر ہے کہ ہم ہیں چراغِ آخر شب
ہمارے بعد اندھیرا نہیں اجالا ہوگا

پیارے پڑھنے والے! ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کی ذات اور شخصیت مولویانہ خشکی سے یکسر پاک تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کے ماحول میں بھی گھٹن اور حبس نہیں بلکہ کشادگی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے ہمیشہ جامعہ نعیمیہ کو اہلسنّت کی تمام تنظیموں' جماعتوں اور اداروں کیلئے وقف کیے رکھا۔ یہی جامعہ نعیمیہ اہلسنّت کی ایسی پناہ گاہ تھی جہاں ہر تنظیم اور ہر جماعت پیشگی اجازت کے بغیر اپنے اجلاس اور جلسے منعقد کرتی رہی۔ فنکشن کسی بھی تنظیم کا ہوتا' اس کے انتظامات ڈاکٹر شہیدؒ خود کرتے دکھائی دیتے۔ شہیدؒ نے جامعہ نعیمیہ کو ذاتی' شخصی اور مالی مفادات کیلئے کبھی استعمال نہ کیا بلکہ جامعہ کے دوسرے اساتذہ کی طرح وہ خود بھی صرف مقررہ تنخواہ پر ہی گزر بسر کرتے رہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا کوئی بینک بیلنس نہیں تھا۔ آپ کے بیٹے علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی نے

مطابق شہادت کے وقت ان کی جیب سے صرف ایک سوبیس روپے نکلے۔عصر حاضر کے ابوذر کا یہی کل اثاثہ تھا۔وہ فقیری میں بادشاہی کرنے والے درویشوں کے لشکر کے مایہ ناز سپاہی تھے۔ان کے دامن میں پیوند تو تلاش کیے جاسکتے تھے لیکن دھبہ ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتا تھا۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے دفتر کا ماحول ہر طرح کے تکلف سے پاک تھا۔ہر آنے والا بلا تکلف اور بلا جھجک ان سے ملاقات اور بات چیت کرسکتا تھا۔ان کا دفتر ایک کھلی کچہری کا منظر پیش کرتا۔اپنائیت کا یہی ماحول تھا اور قبلہ ڈاکٹر صاحب کی خوئے دلنوازی تھی،جس کی کشش غیر مسلموں کو بھی یہاں کھینچ لاتی تھی۔یہی وجہ ہے کہ جامعہ نعیمیہ میں آکر ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کرنے والوں کی تعداد لاہور کے باقی تمام مدارس سے کہیں زیادہ تھی۔

قارئین محترم!حرف آخر یہ کہ مرد باخدا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ہمیشہ زندہ رہنے والوں کی فہرست میں تازہ اضافے کا نام ہے۔ان کا نام اور کام ہمیشہ تاریخ کے ماتھے کا جھومر بنا دے گا۔ان کی یادیں اور باتیں ہمیشہ ہماری آنکھوں میں لکھی رہیں گی۔

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثل ایوانِ سحرؔ مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستان ہو تیرا

(ماہنامہ ''جہانِ رضا'' لاہور اگست 2009ء)

روشن راہوں کا نقیب

محمد ضیاء الحق نقشبندی

(پی آر او شہیدِ پاکستانؒ)

دینی اور علمی حلقوں میں قحط الرجال کا احساس روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ احساس دل اور روح کو مایوس کر دینے والا ہے کیونکہ جب بھی بھری محفل سے کوئی چراغ بجھتا ہے تو اس سے نہ صرف اندھیرا ہوتا ہے بلکہ محفل میں موجود افراد بھی اس کی روشنی سے محروم ہو جاتے ہیں اور ان کی زبانوں سے بے اختیار یہ الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی اس بزم سے اٹھ جائیں گے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

16 فروری 1948ء کو طلوع ہونے والا سورج 12 جون 2009ء بروز جمعۃ المبارک کو لاہور میں غروب ہو گیا جس طرح سورج کے غروب ہونے پر تمام مخلوق اپنے کام ترک کر کے مایوسی کے عالم میں اپنے اپنے ٹھکانوں کا راستہ لیتی ہے اسی طرح اس آفتاب کے غروب ہونے پر علم کے پیاسوں اور دین کا درد رکھنے والے محبّ وطنوں کو اس وحشت ناک خبر نے رلا دیا کہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی خودکش بم دھماکے میں شہید ہو گئے ہیں۔ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نور اللہ مرقدہٗ کی شخصیت وہ بزرگ ہستی تھی جن میں ملک کے ساتھ ساتھ قوم کا درد اور وطن عزیز کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایمان، حق گوئی اور عقیدہ کامل پر ڈٹ کر رہنے والا "بلغوا عنی ولو ایة" پر عمل پیرا ہونے والا مجاہد حق، شہیدِ اسلام، شہید اہلسنّت، شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ایک لازوال شخصیت کا نام ہے۔ طالبان (ظالمان) کے فتنوں اور ظلمات نے انہیں بہکانا چاہا، مٹانا

چاہا اور دبانا چاہا لیکن وہ نہ مٹ سکے نہ بہک سکے اور نہ ہی جھک سکے۔

یہ کیوں نہ ہوا اس لیے نہیں کہ یہ ان کی طاقت تھی بلکہ ایمان کامل اور اللہ پر پختہ عقیدہ ہے کیونکہ ایمان نے شکست سیکھی ہی نہیں بلکہ ایمان تو آگ میں بھی مسکراتا ہے اور خاکستر کے ڈھیر سے بھی "انا الحق" کی صدا لگاتا ہے وہ تپتی ریت پر گھسیٹ کر بھی حسن محبوب کے گیت گاتا ہے وہ کلمہ حق کہنے پر قید و سلاسل کی مصیبتوں کو برداشت کرتا ہے۔ ایمان آگ میں پانی اور پانی میں آگ روشن کرنے کے اسباب فراہم کرتا ہے اسی ایمان نے قبلہ ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی کے دل کو ایسا منور و روشن کر دیا کہ وہ کلمہ حق کہنے کیلئے کہیں لکنت محسوس نہ کرتے اور نہ ڈرتے بلکہ ایوانوں میں جا جا کر صدائے حق بلند کرتے تھے۔ آپ ایمان کی پختگی اور بے باکی سے عوام کے مجمعوں میں منبر کی زینت بن کر قرآن و حدیث کی روشنی میں حکمرانوں کو للکارتے نظر آتے تھے۔ گویا کہ وہ اس چیز کے مصداق تھے۔

وہ جس کی جرأت بے باک سے سفاک ڈرتے تھے
وہ جس کے بازوؤں کی دھاک سے افلاک ڈرتے تھے

وہ زمانہ تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی بلکہ آپ کی بے باکی اور مجاہدانہ للکار تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ جب 22 اپریل 2002ء کو پرویز مشرف نے یہ بیان دیا کہ ہم قانون ناموس رسالت 295C کے طریقہ تفتیش کو بدل رہے ہیں تو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی جو عاشق صادق تھے، نے ایک میٹنگ کال کی اور متفقہ طور پر دفاع اسلام محاذ تشکیل دیا جس کو بعد میں تحفظ ناموس رسالت محاذ کا نام دے دیا گیا۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے ایک آمر پرویز مشرف کے دور میں جس طرح ڈٹ کر آواز اٹھائی شاید ہی کسی نے ایسی آواز بلند کی ہو۔ اس میں سنگین مقدمات کا بھی ڈٹ کر سامنا کیا مگر آپ کے پائے استقلال میں ذرا سی بھی لغزش نہ آئی اور بالآخر مشرف کو واضح طور پر اعلان کرنا پڑا کہ 295C میں ترمیم نہیں کی جائیگی۔ پھر جب غیر ملکی سازش کے تحت مختلف ممالک

نے توہین رسالت کے خاکے شائع کیے تو یہی ہستی تھی جس نے غیر ملکی ناپاک جسارت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ آپ کا طرۂ امتیاز آپ کی حق گوئی و بے باکی ہے گویا کہ آپ حق وصداقت کی برہنہ شمشیر تھے۔ آمریت کا ظلم ہو یا پھر نام نہاد جمہوریت ہر دور میں باطل کے آگے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑے رہنا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا خاصہ تھا۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب وہ مجاہد تھے جنہوں نے اپنی ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے مطابق گزاری "افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر" ظالم اور جابر حکمران کے سامنے حق بات کہنا بہترین جہاد ہے۔ قبلہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نہ صرف گلشن نعیمیہ کے ہر پھول کیلئے خوشبو تھے بلکہ وہ ایسے آفتاب تھے جس کی کرنوں نے پورے ملک کو جگمگا رکھا تھا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی زندگی نمائش و زیبائش، تصنع اور دنیاداری سے پاک تھی ان کی شخصیت کے نمایاں اوصاف میں ایک بلند وصف سادگی تھا۔ وہ ایک بڑے دارالعلوم کے ناظم اعلیٰ، مفتی اور مدرس تھے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر اور اتحاد بین المسلمین کمیٹی کے ممبر رہے۔ ریڈیو ٹی وی کے مقرر تھے اور سرکاری، دینی اور علمی حلقوں میں نمایاں پہچان رکھنے کے باوجود انہیں پرانی موٹر سائیکل چلانے اور خادموں کی طرح مدرسہ کا خیال رکھنے میں عار نہ تھی۔ نہ عالموں جیسا رعب نہ دانشوروں جیسا تکلف نہ بڑے لوگوں جیسا ترفع یہی وہ اوصاف تھے جنہیں اب دیکھنے کو آنکھیں ترستی رہیں گی۔

(موٹرسائیکل نمبر LHW 4227)

شہیدِ پاکستان کی سواری اہلِ قلم کی نظر میں

علامہ محبوب احمد چشتی

(مدرس جامعہ نعیمیہ لاہور)

قرآن مجید کی آیات میں سوار ہونے' سوار کرنے اور سواریوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں درج ذیل آیت ہے:

ولقد کرمنا بنی ادم و حملنھم فی البّر والبحر ورزقنٰھم من الطیبت وفضلنٰھم علٰی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (بنی اسرائیل:۷۰)

اور بے شک ہم نے بنی آدم کو بہت عزت دی ہے اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سفر کی سواریاں دی ہیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا ہے اور ان کو ہم نے اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔

قدیم زمانہ میں انسان اونٹوں' گھوڑوں' خچروں' گدھوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کرتے تھے اور اب ٹرینوں' بسوں' ہوائی جہازوں اور بحری جہازوں اور دخانی کشتیوں کے ذریعے سفر کرتے ہیں۔

جس طرح حدیث میں ہے:

حضرت انس اور حضرت علی المرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مومنین کو قبروں سے اٹھایا جائیگا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے میرے فرشتو! میرے بندوں کو پیدل نہ چلنے دو بلکہ ان کو ان کی سواریوں پر سوار کرو کیونکہ دنیا میں

ان کے سوار ہونے کی عادت رہی ہے۔

ابتداء میں ان کے باپ کی پشت ان کی سواری تھی پھر ماں کا پیٹ ان کی سواری تھا جب ان کی ماں نے ان کو جنا تو ان کی ماں کی گود ان کی سواری تھی۔ مدت رضاعت کے مکمل ہونے تک انکے پاس یہ سواری رہی پھر ان کے باپ کی گردن ان کی سواری تھی۔ پھر خشکی میں سفر کرنے کیلئے ان کے پاس گھوڑے اور خچر کی سواری تھی اور سمندروں میں سفر کیلئے ان کیلئے کشتیوں اور بحری جہازوں کی سواری تھی اور جب یہ مر گئے تو ان کے واسطے ان کے بھائیوں کے کندھے ان کی سواری تھی تو جب یہ اپنی قبروں سے اٹھے ہیں تو اے فرشتوں کو پیدل لے کر نہ چلو کیونکہ سواری پر سوار ہونا ان کی عادت بن چکی ہے لہٰذا انہیں سواریاں پیش کرو اور اس وقت قربانیاں ہی ان کی سواریاں بنیں گی۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جس دن ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف لے جائیں گے مہمان بنا کر''

وفداً کا معنی ہے رکباناً (مریم ۸۵)

اسی وجہ سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنی قربانیوں کو موٹا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن تمہارے لئے سواریاں بنیں گی۔ (رجیہ)

آمدم برسر مطلب

شہید اسلام حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ زندگی بھر جو سواری استعمال کرتے رہے' اس کے بارے میں اہلِ دانش' علماء کرام' سیاستدان اور صحافی حضرات کیا کہتے ہیں؟

- ممتاز قلم کار جناب قاضی عبدالمصطفیٰ کامل قبلہ ڈاکٹر صاحب کی سواری کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مضمون ''کچھ باتیں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے حوالے سے'' میں بیان کرتے ہیں۔

علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کو ہم سے جدا ہوئے ایک سال گزر گیا لیکن یقین

نہیں آتا کہ وہ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بچھڑ چکے ہیں۔ یہ بالکل ابھی کل کی بات لگتی ہے کہ وہ اپنی ایک نہایت پرانی سی موٹر سائیکل پر سوار ہو کر آتے اور فرماتے کہ ''ادھر کام سے آیا تھا سوچا آپ سے بھی ملاقات ہو جائے اور سنائیں آپ کے مزاج شریف کیسے ہیں'' اس طرح کی ملاقاتیں کبھی دفتر ''نوائے وقت'' میں اور کبھی میرے غریب خانہ پر ہوتی رہتی تھیں۔ مزید لکھتے ہیں۔

ہم جیسے دوست احباب نے بہت اصرار کیا کہ ڈاکٹر صاحب موٹر سائیکل کو چھوڑ دیں۔ گاڑی میں سفر کیا کریں اور اپنے تحفظ اور سکیورٹی کا خیال رکھیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بات کو ٹال دیتے اور کہتے کہ اگر شہادت لکھی ہے تو اسے کون روک سکتا ہے۔

● مادرِ علمی جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور کے علمی، ادبی اور تحقیقی مجلّہ النظامیہ کی اشاعت مئی 2010ء کے فاضل مضمون نگار ''حافظ خورشید احمد'' اپنے مضمون ''درویش صفت انسان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ'' میں آپ کی سواری کے بارے میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سوانحی خاکہ لکھنا میرے مدنظر نہیں، خدمات پر روشنی ڈالنا بھی میرے پیش نظر نہیں ہے۔ میں تو اس شخص کی کچھ یادیں تازہ کرنا چاہ رہا ہوں جس کو اسلام آباد میں دیکھا تو کرائے کی ایک ٹیکسی میں اور لاہور میں دیکھا تو ایک ایسی موٹر سائیکل پر جو ان کی درویشانہ طبیعت کے عین مطابق تھی۔ میں کبھی اس کا نمبر نوٹ نہیں کر سکا کہ ماڈل کا اندازہ ہوتا لیکن گمان غالب ہے کہ بیسویں صدی کے آخری عشرے کا کوئی ماڈل رہا ہوگا۔

مزید لکھتے ہیں کہ اکیسویں صدی کے پہلے سال شاہ کمال روڈ مغلپورہ میں رہائش رکھنے کا موقع ملا۔ پچاس قدم کے فاصلے پر جامعہ سراجیہ نعیمیہ، ڈاکٹر نعیمی علیہ الرحمۃ کی زیر سرپرستی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دین حنیف کی ترویج و اشاعت کیلئے شب و روز مصروف تھا۔ مدرسہ کے امور کی نگرانی کیلئے اکثر آپ کا گزر اس سڑک سے ہوتا، اس

طرح بہت دفعہ زیارت کا موقع میسر آیا۔ ایک دو مرتبہ مفتی محمد خان قادری صاحب کو بھی موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر ان کے ہمراہ دیکھا۔ ایک مرتبہ تعلیم و تعلم اور خاموش خدمت کے یہ دونوں علمبردار سفید لباس میں ملبوس ایک ہی موٹر سائیکل پر شاہ کمال روڈ سے گزر رہے تھے کہ اتفاقاً راقم بھی اسی وقت اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ کسی کام کیلئے گھر سے نکلا' میں رک کر ان علمی درویشوں کو دیکھنے لگا تو اہلیہ نے پوچھا یہ شریف النفس دو افراد کون ہیں؟ جن کو آپ اتنے احترام اور محبت سے دیکھ رہے ہیں۔ میں نے بتایا کہ یہ دونوں معلم' مصنف' منتظم اور اپنے اپنے اداروں کے مہتمم اعلیٰ ہیں لیکن جو سادگی آپ مشاہدہ کر رہی ہیں وہ دین حنیف کے ساتھ وابستگی' والدین کی تربیت اور ان کے اساتذہ کرام کی نظر کا نتیجہ ہے۔ (مجلّہ النظامیہ ماہ مئی 2010ء' ص 22,21,19)

● جناب سید انور قدوائی صاحب ''روزنامہ جنگ لاہور 16 جون 2009ء کے اپنے مضمون ''جید عالم...... عظیم انسان'' میں آپ کی سواری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آج بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جن کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں ہیں۔ ٹھاٹھ باٹھ ہیں لیکن ڈاکٹر شہید درویش صفت شخصیت تھے۔ ان کے پاس ایک پرانی موٹر سائیکل تھی' جس پر وہ زندگی بھر سفر کرتے رہے۔

● محترم جناب محسن گورایہ صاحب 15 جون 2009ء روزنامہ ''ایکسپریس'' کے اپنے مضمون ''مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا'' میں رقمطراز ہیں۔ مولانا سرفراز نعیمی کی سادہ زندگی کہ اس دور میں جہاں دس بچوں کے مدرسے کا مہتمم بھی کار سے نیچے نہیں اترتا وہ موٹر سائیکل پر سفر کرتے تھے۔

● جناب علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ صاحب اپنے مضمون ''ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید سے تین گھنٹے پہلے آخری گفتگو'' میں تحریر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی متعدد بار اپنے موٹر سائیکل پر ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے رہے۔ وہ نماز مغرب کے بعد آتے اور نماز عشاء یہیں ادا فرما کر ترجمہ ملاحظہ کرتے رہتے۔ میں نے عرض کیا کہ

آپ موٹر سائیکل پر اتنی دور کیوں آتے ہیں مجھے ہی طلب کرلیا کریں تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بھی تو اسی سواری پر ہماری تقاریب میں جامعہ نعیمیہ آتے رہتے ہیں۔

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور 16 جون 2009ء)

● ممتاز کالم نگار جناب توفیق بٹ صاحب اپنے تحریر کردہ مضمون ''بجھتے ہوئے چراغ کا دکھ'' میں لکھتے ہیں۔ وہ موٹر سائیکل سوار تھے اور ان کا یہ وصف بھی ان کی شہادت ہی پر آشکار ہوا ورنہ ہم تو یہی سمجھتے تھے دیگر ''مذہبی راہنماؤں'' کی طرح سڑکوں پر نکلتے ہونگے تو ان کا جاہ وجلال بھی دیدنی ہوتا ہوگا۔ میں تو انہیں پہلی بار دیکھ کر بھی حیران ہوا تھا۔ چند برس قبل میرے ایک عزیز کی رسم قل پر دعا کیلئے تشریف لائے تھے۔ نہ نہ بڑھا ہوا پیٹ' دعا میں کوئی مصلحت نہ دستر خوانی کی تمنا۔ فقیرانہ آئے اور صدا کر کے چلے گئے۔ بدقسمتی سے ایسے لوگوں کو دیر تک زندہ نہیں رہنے دیا جاتا مگر ایسے لوگ بھلا مرتے کب ہیں!

بلھے شاہ اساں مرنا نا ہیں گور پیا کوئی ہور

(نوائے وقت' لاہور 16 جون 2009ء)

● جناب عطاء الحق قاسمی اپنے مضمون ''روشنی کی لکیر!'' میں تحریر کرتے ہیں۔ میں نے جب پہلی دفعہ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو دیکھا تو مجھے یقین نہ آیا کہ یہ پاکستان کے ایک بہت بڑے دینی مدرسہ کے مہتمم' سواد اعظم اہلسنّت والجماعت کے ایک بڑے رہنما' ایک بڑے اسلامی اسکالر اور اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے جانشین ہیں کیونکہ وہ ستر اسّی لاکھ کی گاڑی پر سوار نہ تھے۔ ان کے ساتھ گن مین نہیں تھے' ان کے لہجے میں علمی رعونت اور زہد و تقویٰ کا کوئی زعم شامل نہیں تھا بلکہ وہ سادہ سے لباس میں ایک پرانے سے موٹر سائیکل پر سوار تھے اور واپس جاتے وقت انہیں اس موٹر سائیکل کو دھکا بھی لگوانا پڑتا تھا۔ (روزنامہ جنگ' لاہور 16 جون 2009ء)

● محترم ومکرم جناب عرفان صدیقی اپنے تحریر کردہ مضمون ''کیا سرفراز نعیمی کا لہو

بھی'' میں لکھتے ہیں۔ میں نے کبھی انہیں چمکتی دمکتی کسی عالی نسب گاڑی پر نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ہی پرانے ماڈل کی چھوٹی سی موٹر سائیکل پہ ہوتے جو کئی کئی ہچکیاں لینے کے بعد اسٹارٹ ہوتی تھی۔ ہمارے جید علماء کرام میں شاید ہی کوئی ایسی گاڑی پر بیٹھنے کی خجالت برداشت کرے۔ انہوں نے موٹر سائیکل رکھا ہوا تھا۔ میں نے خود ایک بار انہیں موٹر سائیکل پر سوار دیکھا۔ اور ان خرخشوں سے بے نیاز تھے۔ ان کے لباس میں بھی فقیرانہ سادگی تھی نہ جبہ نہ عمامہ' کلاہ نہ دستار' کوئی واقف نہ ہو تو قیاس نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ مولانا ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں بڑے باپوں کی اولاد چھوٹی اور ہلکی نکلتی ہے لیکن مولانا محمد حسین نعیمی کی روح آسودہ ہوگی کہ ان کا بیٹا سرفراز شہادت کے منصبِ عظمیٰ پر سرفراز ہوا اور انہیں بھی سرفراز کر گیا۔

(روزنامہ جنگ لاہور' 20 جون 2009ء)

● نامور صحافی جناب ناصر بشیر اپنے مضمون ''شہید ڈاکٹر صاحب'' میں تحریر کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے کبھی اپنا مول نہیں لگوایا۔ وہ ہمیشہ بن مول بکے۔ وہ محبت و خلوص اور صداقت کے آدمی تھے۔ یہ ایسے سکے ہیں جو آج اپنی قدر کھو چکے ہیں لیکن ڈاکٹر صاحب کی جھولی انہی سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ بات تو تمام پاکستانیوں کیلئے حیران کن ہوگی کہ مسلم لیگ (ن) کے رہنما میاں نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف ڈاکٹر سرفراز صاحب سے قلبی اور روحانی تعلق رکھتے تھے۔ اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے کبھی ان سے کوئی دنیاوی عہدہ یا مالی فائدہ نہیں لیا۔ میں کئی مولانا صاحبان کی مثالیں دے سکتا ہوں جنہوں نے سیاسی رہنماؤں سے تعلق کو مالی ترقی کیلئے سیڑھی بنایا۔ ڈاکٹر صاحب خودکش دھماکے میں شہید ہوئے تو لوگوں کو پتا چلا کہ ان کی ماہانہ تنخواہ صرف چھ ہزار روپے تھی اور وہ موٹر سائیکل پر پورا لاہور گھوما کرتے تھے۔ (روزنامہ پاکستان لاہور' 22 جون 2009ء)

● جناب ڈاکٹر محمد حسین پراچہ اپنے تحریر کردہ کالم'' کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں

جسے حق'' میں بیان کرتے ہیں ''قاری صاحب نے بتایا کہ میں جب بھی علماء اکیڈمی ملتان روڈ لاہور میں خطاب کی دعوت دینے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی خدمت میں ان کے مدرسے جامعہ نعیمیہ میں حاضر ہوتا تو وہ بخوشی اس دعوت کو قبول کر لیتے اور جب بھی عرض کرتا کہ ہم تاریخ مقررہ کو گاڑی بھیج دیں گے تو علامہ صاحب فرماتے کیوں؟ کیا میرے پاس اپنی سواری نہیں؟ آج کے اس دور میں جب علمائے کرام کی سواری چلتی ہے تو ان کے جلو میں کئی گاڑیاں آگے اور کئی گاڑیاں پیچھے ہوتی ہیں۔ بندوق بردار دستے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ان علمائے کرام کا یہ کروفر کسی صدر مملکت یا وزیر اعظم سے کم نہیں ہوتا۔ ان حالات میں ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی برسوں پرانی اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہوتے اور تن تنہا مقام تقریب پر جا پہنچتے اور منتظمین کو حیران و پریشان کر دیتے۔ علامہ سرفراز نعیمی کی سواری یہی پرانی موٹر سائیکل تھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 64 سال تھی اور آخری لمحے تک ان کی اپنی موٹر سائیکل کے ساتھ رفاقت قائم رہی۔ مجھے بتایئے کہ کیا آج پاکستان میں کوئی ایک عالم دین علامہ سرفراز نعیمی کے علاوہ اس سادگی اور کفایت شعاری پر عمل پیرا ہے؟ (نوائے وقت' لاہور 15 جون 2009ء)

● جناب چودھری خادم حسین اپنے کالم ''ڈاکٹر سرفراز شہید چند یادیں'' میں لکھتے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا عزم تھا کہ وہ نہ تو دہشت گردی ہونے دیں گے اور نہ ہی پاکستان دشمنوں کے عزائم کو کامیاب ہونے دیں گے۔ ان سے حفاظتی اقدامات کے بارے میں پوچھا گیا تو درویشی انداز میں کہنے لگے ''ضرورت نہیں' موت تو خود زندگی کی حفاظت کرتی ہے''۔ جب جانے لگے تو باہر موٹر سائیکل کھڑی تھی دیکھا تو کچھ نئی تھی۔ ہم نے مبارکباد دی اور کہا چور کو دعا دیں کہ وہ آپ کی موٹر سائیکل چرا کر لے گیا اور آپ نے بالآخر نئی لے ہی لی۔ ہنس پڑے اور کک مار کر واپس روانہ ہو گئے۔ یہی ان کی سواری تھی اور ایسے ہی گھومتے پھرتے تھے۔ (روزنامہ پاکستان' لاہور 15 جون' 2009ء)

● یادگار اسلاف جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی' ماہنامہ جہان رضا لاہور

جولائی 2009ء کے اپنے مضمون ''ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی شہید کر دیئے گئے'' میں اپنے محبوب عالم کی سواری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ آج جبہ و قبہ والے مشائخ' طرہ دار پگڑیوں والے علماء' زرق برق کاروں پر دوڑنے والے صاحبزادوں میں کوئی ایسا ہے؟ جو اپنے نیاز مندوں کے گھر پہنچے۔ اپنی موٹر سائیکل پر بلا تکلف' بن بلائے پھر بغیر دعوتی کارڈ کے ہم جیسوں کے پاس چلا آئے۔

''ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی''

اے موت! تو نے کتنا بڑا آدمی ہم سے چھین لیا۔ تم نے کتنے بڑے سرفراز کو شہادت کی چادر میں لپیٹ لیا۔ اے موت! تو کتنی بے رحم ہے تو نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے پیارے دوست کو ہم سے چھین لیا۔

مقدور ہو تو موت سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ کیا کیۓ؟

● جناب جسٹس (ر) نذیر احمد غازی کا انکشاف:

مورخہ 6 مئی (2010ء) بروز جمعرات کو محدث اعظم کچھوچھوی ہال جامعہ نعیمیہ لاہور میں تمغہ شجاعت کی تقریب پذیرائی میں خطاب کرتے ہوئے موصوف نے ذکر کیا کہ ایک دفعہ کاہنہ نو سے آگے چند نوجوانوں نے جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ایک عظیم الشان پروگرام کیا جس میں انہوں نے مجھے ہی بلایا۔ جب میں وہاں پہنچا تو ڈاکٹر سرفراز نعیمی علیہ الرحمہ اپنی خاص سواری پر وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ جب ہم جلسہ سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آئیں لاہور اکٹھے چلتے ہیں تو ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ میرے پاس اپنی سواری موٹر سائیکل ہے۔ آپ چلیں میں انشاءاللہ پہنچ جاؤنگا۔ غازی صاحب کہنے لگے کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے کہ اتنا بڑا آدمی اور اس قدر تواضع کہ وہ موٹر سائیکل پر ہی واپس جائینگے۔

مذکورہ تقریب میں خطاب کرتے ہوئے مسلم لیگی رہنما خواجہ سعد رفیق نے بتایا کہ

میں ایک دفعہ میں اندرون لوہاری گیٹ کے بازار میں آ رہا تھا کہ سامنے سے ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب اپنی موٹر سائیکل پر سوار غالباً اہلسنّت کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ جا رہے تھے۔ میں نے ان کی حالت دیکھ کر عرض کیا۔ ڈاکٹر صاحب آپ کی عاجزی اپنی جگہ لیکن کچھ تو خیال کریں۔ آپ لاہور میں اس موٹر سائیکل پر پھرتے رہتے ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب نے جواباً ارشاد فرمایا: کہ کچھ نہیں ہوتا۔ یہ کہا اور منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

ایک دفعہ وزیراعلیٰ ہاؤس کی مسجد میں زعیم قادری صاحب نماز پڑھنے کیلئے آئے اور ماشاء اللہ اکثر تشریف لاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کا ذکر ہوا تو کہنے لگے ایک دفعہ میں نے، ڈاکٹر اسد اشرف ایم پی اے اور قبلہ ڈاکٹر صاحب نے کہیں اکٹھے جانا تھا اور ڈینٹل کالج کے قریب سب نے پہنچنا تھا۔ حسب روایت ڈاکٹر صاحب اپنی موٹر سائیکل پر وہاں پہنچ گئے۔ موٹر سائیکل وہیں کھڑی کی، جہاں کام جانا تھا۔ وہاں چلے گئے۔ واپس آئے تو ڈاکٹر صاحب نے کہا مجھے یہاں اتار دیں۔ ڈاکٹر اسد اشرف نے کہا کہ کچھ مہربانی کریں اس طرح نہ کریں چنانچہ ہم نے ڈرائیور کو کہا وہ ڈاکٹر صاحب کی موٹر سائیکل لایا اور یوں ہم ڈاکٹر صاحب کو جامعہ نعیمیہ تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے۔

آج بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جن کے پاس بڑی بڑی گاڑیاں ہیں۔ ٹھاٹھ باٹھ ہیں لیکن ڈاکٹر شہید درویش صفت شخصیت تھے۔ ان کے پاس ایک پرانی موٹر سائیکل تھی، جس پر وہ زندگی بھر سفر کرتے رہے۔

ایک بڑے امریکہ مخالف عالمِ دین کی شہادت

لیفٹیننٹ جنرل (ر) حمید گل

مفتی سرفراز نعیمی کی شہادت ایک عالم کی شہادت ہے۔ کہا جاتا ہے موت العالم موت العالم......یعنی ایک عالم کی موت ایک دنیا کی موت ہے۔ دشمن ایک عرصے سے ہمیں کمزور کرنے پر تلا ہوا ہے۔ وہ ہمیں اندر سے کمزور کرنا چاہتا ہے اور ہم ایک ایٹمی قوت ہونے کے باوجود کمزور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم کمزور نہیں بس جرأت و اظہار کا مظاہرہ نہیں کر رہے۔ اگر ہم پورے قد کے ساتھ کھڑے ہو جائیں اور امریکہ سے کہہ دیں کہ تم دس سال سے ایک لایعنی جنگ لڑ رہے ہو اور تم نے اب نئے دشمن پیدا کر لئے ہیں تو یہ تمہارا مسئلہ ہے۔ ہم تمہاری اس بے مقصد جنگ میں شریک ہو کر اب اپنا نظریاتی' جانی اور اقتصادی نقصان نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت ایک بڑے امریکہ مخالف عالم کی شہادت ہے۔ یہ شہادت ایک سازش کے تحت ہوئی ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید جہاد کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ ایک بڑا عاشق رسول کس طرح جہاد کا مخالف ہو سکتا ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود جہاد میں حصہ لیا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کیسے جا سکتے تھے۔ جب 2001ء میں امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس حملے کے خلاف سرفراز نعیمی شہید نے جامعہ نعیمیہ میں ایک بہت بڑا احتجاجی اجتماع منعقد کیا تھا۔ مجھے بھی انہوں نے شرکت کی دعوت دی۔ میں بھی شریک ہوا۔ میرے ان کے ساتھ بہت اچھے مراسم تھے۔ بلاشبہ خودکش حملے حرام ہیں اور اس بارے میں ان کا موقف واضح تھا لیکن اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ جہاد کے مخالف تھے تو یہ اس شخص کی غلط فہمی ہے۔

شہیدِ پاکستان اہلِ نظر کی نظر میں

﴿اہم شخصیات کے تاثرات﴾

مرتبہ: مفتی ظفر جبار چشتی

صاحبزادہ سید مظہر سعید کاظمی (مرکزی امیر جماعت اہلسنّت پاکستان)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پرسوز جیسی صفات کے مالک ایک ایسے دینی رہنما تھے جو اپنے مضبوط حوصلوں اور بے مثال کردار کے ذریعے حالات کے دھاروں کا رخ موڑ دیتے ہیں۔ وہ اعتماد سے سرشار، عناصرِ فطرت کی طرح کھوٹ سے پاک اور سچ کی طرح سادہ تھے۔ وہ سراپا عمل اور سراپا اخلاص تھے۔ اسلام اور پاکستان سے ان کی محبت ہر مصلحت اور ہر منفعت سے بالاتر تھی۔ مضبوط ارادوں والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ بلاشبہ ان شخصیات میں سے تھے جو معاشروں کا عطر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی محنت، جدوجہد اور ذہانت کی بدولت عزت اور شہرت کے بامِ عروج تک پہنچے لیکن وہ غرور اور تکبر میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ ہر چھوٹے بڑے کو جھک کر ملنا ان کا شیوہ تھا۔ وہ بہت مٹے ہوئے انسان تھے۔

حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

سابق وزیر اوقاف پنجاب۔ پرنسپل جامعہ رضویہ، ماڈل ٹاؤن لاہور

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ کی المناک شہادت قومی سانحہ ہے۔ اِس سانحہ نے ملک بھر کے دینی، علمی اور تدریسی حلقوں کو سخت اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ نعیمی شہیدؒ کے خانوادے کے ساتھ میرے تعلقات کئی عشروں پر محیط ہیں۔ شہیدِ پاکستان کے والدِ

گرامی مفتی محمد حسین نعیمی کے ساتھ میری رفاقت ان کے انتقال تک قائم رہی۔ مفتی صاحب قبلہ کی وفات کے بعد ان کے قابل اور لائق بیٹے ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے اپنے باپ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا تھا۔ وہ دل موہ لینے والی شخصیت تھے...... ان کی دلآویز شخصیت کی سب سے نمایاں خوبی ان کی عاجزی اور انکساری تھی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کا نام تاریخ کے صفحات پر تا قیامت جگمگاتا رہے گا کیونکہ شہید مر کر بھی نہیں مرتے۔ شہیدؒ کا لہو انقلابِ نظامِ مصطفیٰؐ کے لئے سرگرم قافلوں کی رہنمائی کرتا رہے گا۔

•••--------••--------•••

صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم (ایم این اے)

چیئرمین سنی سپریم کونسل پاکستان' سربراہ مرکزی جے یو پی

جامعہ نعیمیہ لاہور کے مہتمم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو ایک خودکش حملے میں شہید کر دینے کے واقعہ نے مسلمانان پاکستان کو بری طرح رلایا۔ انہوں نے کس کا کیا بگاڑا تھا کہ انہیں بے دردی سے خون میں نہلا دیا گیا وہ تو حلیم الطبع اور ملنسار انسان تھے۔ دوسروں کی بات اور مخالفانہ رائے کو بڑے حوصلے سے سنتے تھے۔ ایک بہت بڑے دار العلوم کے مہتمم ہونے کے باوجود اپنی پرانی موٹر سائیکل پر لاہور کے گلی کوچوں میں گھومنا' جلسوں اور سیمینارز میں شرکت اور اعلیٰ سرکاری اور سیاسی شخصیات سے ملاقاتیں کرنا ان کا معمول تھا اور وہ کبھی بھی اس میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ پروٹوکول کا لفظ ان کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔ خود ہی اپنے سیکرٹری تھے۔ کسی پروگرام کے حوالے سے ان سے بات کی جاتی تو جیب سے ایک پھٹی پرانی ڈائری برآمد کرتے' اگر اس تاریخ اور وقت پر کوئی اور مصروفیت نہ ہوتی تو اس پر درج کر کے آپ سے وعدہ کر لیتے وگرنہ معذرت کر لیتے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کی شہادت بطور شہادت ایک اعزاز ہونے کے باوجود پاکستان اور اہلِ پاکستان کیلئے ایک اندوہناک سانحے سے کم نہیں۔ وہ پاکستان دشمن عناصر' جن کی

نشاندہی ڈاکٹر سرفراز نعیمی تسلسل کے ساتھ کر رہے تھے' نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ایک معتدل مزاج سادہ منش عالم دین سے اہلِ پاکستان اور اہلسنّت کو محروم کر دیا ہے۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ نے پاکستان' اسلام اور ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے جہاں اہلِ وطن کیلئے ایک مثال قائم کر دی ہے' وہیں علماء و مشائخ اہلسنّت کو بھی دعوت فکر و عمل دی ہے کہ ہماری زندگیاں اسلام اور پاکستان کی امانت ہیں۔

•••------•••------•••

حضرت پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی

سجادہ نشین چورہ شریف امیر چادر اوڑھ تحریک

دہشتگردی کی آندھی نے ایک اور چراغ گل کر دیا۔اس چراغ نے کئی چراغ روشن کئے اور اس سے ابھی اور چراغ روشن ہونے تھے۔ یہ چراغِ علم و نظر ڈاکٹر علامہ محمد سرفراز نعیمیؒ تھے۔ان کی شہادت پر ہر آنکھ پرنم اور ہر دل رنجیدہ ہے۔وہ صرف عالم ہی نہیں انسان بھی اچھے تھے۔ڈاکٹر صاحبؒ اپنے والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی جانشینی کا صحیح طور پر حق ادا کر رہے تھے۔وہ پاکستان میں اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے اور اس اتحاد کیلئے ہمہ وقت کوشاں رہتے تھے۔ اخلاص وللّٰہیت' سادگی و درویشی' تحمل و تدبر' سنجیدگی و متانت کے پیکر علامہ نعیمی شہید اہلِ محبت اہلسنّت کے اتحاد و اتفاق کیلئے عمر بھر کوشاں رہے۔ڈاکٹر علامہ سرفراز نعیمیؒ کی شہادت نے ہمیں جگایا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ اپنے اکابرین کی یادگار یہ ملک عزیز پاکستان جسے ہم نے قائداعظم کی سربراہی میں حاصل کیا' اس کا استحکام اور حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔آج خطرات میں گھرے ہوئے پاکستان کو ڈاکٹر نعیمی شہیدؒ جیسے سپوتوں کی ضرورت ہے جو ملک دشمنوں کے سامنے طاقتور آواز بن کر کھڑے ہوں اور دہشتگردوں سے کہیں کہ تم جس آگ میں پاکستان کو جلا کر بھسم کرنا چاہتے ہو یہ آگ پاکستان ہی نہیں' اسلام کیلئے بھی شدید خطرہ ہے۔

پیر محمد امین الحسنات شاہ

(سجادہ نشیں بھیرہ شریف ضلع سرگودھا)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ بیشک بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے کٹر سنّی حنفی عالم دین تھے لیکن عہد حاضر کی مسلکی نفرتوں سے ان کی ذات وراء الوراء تھی۔ وہ خود بھی اور ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ بھی پوری زندگی اتحاد امت کیلئے سرگرم عمل رہے۔ دینی مدارس کی مختلف تنظیموں کے اتحاد کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے مغربی اخبارات میں توہین آمیز خاکوں کے ذریعے سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ انہوں نے تحفظ ناموس رسالت محاذ کے پلیٹ فارم سے متعدد ریلیوں کا اہتمام کیا اور درجنوں سیمینارز منعقد کر کے غیرت مند مسلمان ہونے کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو قرآن وحدیث' عربی ادب اور اصول فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھا اور بیک وقت عربی' فارسی' اردو اور انگریزی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ وہ 39 سال تک علوم اسلامیہ کی تدریس سے وابستہ رہے۔ وہ جامعہ نعیمیہ کی طرف سے شائع ہونیوالے ماہنامہ عرفات کے ایڈیٹر کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ اہلسنّت والجماعت کے مدارس کی تنظیم کے ناظم اعلیٰ کے طور پر بھی ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ بیشک ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید مندرجہ بالا اعزازات اور تعلیمی قابلیتوں سے سرفراز تھے لیکن ان کی ذاتی شرافت' خلوص وللّٰہیت اور مرنجاں مرنج طبیعت ان کے سارے اوصاف سے فزوں تر تھی۔ وہ دین اور وطن کی سچی محبت میں یکتا تھے۔ اگرچہ ہر سنّی ادارے کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کو خصوصی شغف تھا لیکن حضرت ضیاء الامت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہریؒ کے جملہ اداروں کے ساتھ دلی وابستگی انہیں اپنے والد گرامی سے ورثہ میں ملی تھی۔ اس لئے کہ علامہ مفتی محمد حسین نعیمیؒ اور حضرت ضیاء الامتؒ کو حضرت صدر الافاضل سے بیک وقت شرف تلمذ حاصل تھا۔ میری

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

...-----...-----...

پیر محمد افضل قادری

(امیر عالمی تنظیمِ اہلسنّت پاکستان)

شہادت کے عظیم رتبے پر فائز ہونے والے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ نصف صدی تک پاکستانی معاشرے میں اپنی جگمگاتی شخصیت کی روشنیاں بکھیرنے کے بعد اپنے چاہنے والوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق و مالک کے پاس پہنچ گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جیسی باکمال شخصیت کے اٹھ جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا اور ان کی کمی ہمیشہ محسوس ہوتی رہے گی۔ وہ دانشمند' زیرک' ذہین اور اعلیٰ انتظامی صلاحیتوں کے مالک تھے۔ انہوں نے تحفظ ناموس رسالت کیلئے جو قربانیاں دیں وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ انہوں نے کسی مصلحت اور خوف کا شکار ہوئے بغیر امریکہ اور طالبان کیخلاف آواز بلند کی۔ آج ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم امریکہ اور طالبان سے نجات کیلئے جدوجہد تیز تر کر دیں۔ اتحاد اہلسنّت بھی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کا ایک دیرینہ خواب تھا۔ ان کے اس خواب کو تعبیر آشنا کرنا بھی ہم سب پر قرض اور فرض ہے۔ نعیمی شہیدؒ کی روح ہم سے اتحاد و یکجہتی کا مطالبہ کر رہی ہے۔ اگر ہم متحد نہ ہوئے تو یہ نعیمی شہید کے خون سے غداری ہوگی۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں بھی شوقِ شہادت نصیب فرمائے۔

...-----...-----...

قاری محمد زوار بہادر

(سیکرٹری جنرل جمعیت علماء پاکستان)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ ہماری نظروں سے اوجھل ہو کر بھی زندہ ہیں اور ہمیشہ زندہ

ہیں گے کیونکہ شہادت کا تاج پہن لینے والے کبھی نہیں مرتے بلکہ ان کا نام اور کام تاریخ کے صفحوں کو گرماتا اور لوگوں کے دلوں کو تڑپاتا رہتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا ایک بڑا امتیاز یہ تھا کہ وہ بیک وقت دینی اور دنیوی تعلیم سے آراستہ تھے۔ وہ ایک مردِ مومن' مجاہد فی سبیل اللہ' داعی الی الحق اور تاحیات انقلابِ نظامِ مصطفیٰ کے علمبردار رہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے اپنے اندازِ خطابت' علم کی وسعت' خلوصِ نیت اور محنت و ریاضت سے تعلیم یافتہ طبقے کو دین کے حوالے سے بے حد متاثر کیا۔ وہ دورِ حاضر میں پڑھے لکھے اور مغربی تعلیم سے آراستہ لوگوں کے لئے اسلام کے سفیر تھے۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی جدید نظریات پر گہری نظر رکھتے تھے۔ مذاہبِ عالم کا بھی بقدرِ ضرورت انہوں نے مطالعہ کر رکھا تھا۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی سے محبت کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ ان کا ہر عقیدت مند ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لئے خلوص اور دلجمعی کے ساتھ جدوجہد کرے۔ اگر پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ نافذ ہو جائے تو شہیدِ پاکستان کی روح کو قرار نصیب ہوگا کیونکہ یہی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی زندگی کا اصل مقصد' ہدف اور مشن تھا جس کی تکمیل کے لئے جدوجہد اب ہماری ذمہ داری ہوگی۔

•••------•••------•••

صاحبزادہ حامد رضا

(وزیرِ مذہبی امور آزاد کشمیر)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ کی شخصیت میں ایک عجب طرح کی مقناطیسیت پائی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے ملنے والا ہر فرد ہمیشہ کے لئے ان کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ وہ صداقت کے اجالوں میں لپٹی شخصیت کے مالک تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ عشقِ رسولؐ کے فروغ' فکرِ رضاؒ کی ترویج و اشاعت اور بدعقیدگی کے خاتمے کے لئے وقف کئے رکھا۔ ان کی ذات اہلسنّت کا بیش قیمت اثاثہ تھی۔ ان میں لیڈروں والا روایتی کروفر دکھائی نہیں دیتا تھا بلکہ وہ مرنجاں مرنج قسم کے انسان تھے۔ ان کا وجود بے غرضی

کے پانیوں سے بنا ہوا تھا۔ وہ ہمیشہ ذاتی مفاد سے اوپر اٹھ کر اجتماعی مفاد کے لئے مجنونانہ جدوجہد کرتے دکھائی دیتے تھے۔ اللہ اہلسنّت کے ہر فرد کو شہیدِ پاکستان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

...----...----...

خطیبِ ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

کہتے ہیں کہ مسمّی میں اسم کا اثر پایا جاتا ہے وہ کیا بھلے لوگ ہوتے ہیں جو اسم با مسمّی ہوتے ہیں۔ علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمہ کو ''سرفرازیاں'' ہی ملیں معلّم، متکلم، منتظم اور مہتمم کی حیثیت سے بھی وہ سرفراز رہے' کام سے نام کمایا' خدمت اور محنت سے سرفراز ہوئے۔ وہ سرفراز جیے اور دنیا سے سرفراز ہی گئے۔ اللہ کرے وہ محشر میں بھی سرفراز رہیں۔

...----...----...

انجینئر ثروت اعجاز قادری

سربراہ سنّی تحریک پاکستان

پاکستان کے عظیم سپوت' بین الاقوامی شہرت کے مالک عالم دین' عظیم دینی سکالر' اہلسنّت کے قائدین میں امتیازی شان کے مالک پرجوش رہنما حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری نوراللہ مرقدہٗ دیوبندی جماعت کے ایک دہشت گرد گروہ ''طالبان'' کے خودکش حملے میں جامِ شہادت نوش فرما کر قرآنی بشارت کے بہ موجب ''فقد فاز فوزا عظیما'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔ ہم ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ شہید کے قاتلوں' دیوبندی دہشتگرد اور شدت پسندوں پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ان کے بزدلانہ ہتھکنڈوں سے نہ ڈرنے والے ہیں اور نہ گھبرانے والے۔ ہم اس آزمائش کی گھڑی میں اپنی بہادر فوج کے شانہ بشانہ مقام محمد عربی ﷺ سے بے خبر اور عظمت

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر دیوبندی تخریب کار ٹولے سے ہر طرح سے نبرد آزما ہونے کے عزم کے ساتھ میدانِ عمل میں موجود ہیں۔

تم ہی نے چھیڑ دیا موت و زندگی کا سوال
اب اس سوال کے زندہ جواب ابھریں گے

ہم ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے لہو کی قسم کھا کر عہد کرتے ہیں کہ ہم دہشتگردوں اور ان کے سرپرستوں کے مکمل صفایا تک چین سے نہیں بیٹھیں گے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے اپنی جان دے کر ہمیں پیغام دیا ہے کہ

زندگی اتنی غنیمت تو نہیں جس کیلئے
عہدِ کم ظرف کی ہر بات گوارا کر لیں

•••--------•••--------•••

حضرت علامہ مقصود احمد قادری

سابق خطیب جامع مسجد دربار حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور

تاریخ اقوام عالم اس حقیقت کی غماز ہے کہ ہر قوم میں کچھ ایسی ہستیاں ہوتی ہیں جو اس قوم کے ماتھے پر جھومر بن کر چمکتی رہتی ہیں۔ ہمارے ملک پاکستان میں بھی کچھ ایسی ہستیاں ہیں جنہیں سبز پرچم کے چاند ستارے کا نور کہا جا سکتا ہے اور ایسی ہی ہستیوں میں ایک نام ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ کا ہے جنہوں نے مذہب کے مقدس نام پر دہشتگردی کا بازار گرم کرنے والے انتہا پسندوں کیخلاف جدوجہد کرتے ہوئے اپنی جان قربان کر دی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے اپنی زندگی میں گھاس بننے کی بجائے درخت بننے کی کوشش کی۔ وہ فرعون جیسی زندگی اور موسیٰ جیسی آخرت کے فارمولے کے قائل نہیں تھے اور نہ ہی انہوں نے ایسی غافل آنکھ پائی جو اس وقت کھلتی ہے جب بند ہونے کے قریب ہو۔ بیدار دل اور زندہ ضمیر رکھنے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے جو راہ شوق اختیار کی۔ اس راستے میں بہت سے مقامات آہ و فغاں بھی آئے مگر گرمی شوق سے تپتے ہوئے

جذبوں والے بلند ہمت اور پرعزم ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے اپنے راستے میں آنے والے آگ کے دریاؤں میں ڈوب کر صورتِ خورشید ابھرنے اور راستہ بنانے کا سفر اپنی زندگی کی آخری سانس کے ٹوٹنے تک جرات و استقامت کے ساتھ جاری رکھا۔ سلگتے جذبے رکھنے والے صاحبِ صلاحیت اور صاحبِ جنون ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید اسلام‘ پاکستان اور اہلسنّت کیلئے بہت کچھ کر گزرنے کا عزم رکھتے تھے اور یہی عزم انہیں ہر وقت‘ ہر لمحہ متحرک اور سرگرم رکھتا تھا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی درویش صفت انسان تھے۔ ان کی زندگی سادگی اور سچائی کا مرقع تھی۔ وہ مجسمۂ اخلاص تھے۔ میرا یقین ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت رنگ لائے گی اور وطن عزیز پاکستان کو دہشتگردی‘ طالبانائزیشن اور انتہا پسندی سے ضرور نجات ملے گی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ سے محبت اور عقیدت کا لازمی تقاضا ہے کہ ہم سب ملک بچانے اور امن کے قیام کیلئے جدوجہد تیز تر کردیں۔

•••-----•••-----•••

صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ گیلانی

مرکزی نائب ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنّت پاکستان

حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ دانش اور بصیرت سے مالا مال ایک دلیر اور دبنگ عالم دین تھے...... وہ راست فکر اور راست گو مذہبی رہنما تھے...... وہ فقرِ غیور کا نمونہ تھے...... وہ قلندرانہ مزاج رکھتے تھے۔ وہ مومنانہ صفات سے مالا مال تھے۔ وہ محض ایک فرد نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک ادارہ اور تحریک تھے۔ وہ حلقۂ یاراں میں بریشم کی طرح نرم اور رزمِ حق و باطل میں فولاد بن جایا کرتے تھے۔ ان کی زندگی کا لمحہ لمحہ اسلام کی خدمت سے عبارت تھا۔ مقامِ مصطفیٰؐ کے تحفظ اور نظامِ مصطفیٰؐ کے نفاذ کیلئے ان کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ انہوں نے انتہائی اجلی‘ پاکیزہ‘ صاف ستھری اور مثالی زندگی گزاری اور اپنے کردار و عمل سے ایک زمانے کو متاثر کیا۔ آج وہ ہم میں نہیں رہے اور اپنے رب سے جا ملے ہیں لیکن ان کا نام اور کام ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ان کا تذکرہ ہمیشہ زبانوں پر اور انکی یاد

دلوں میں روشن رہے گا اور ان کی شخصیت کا سحر تادیر قائم رہے گا۔

...------...------...

پیر سیّد محمد محفوظ مشہدی

(صدر مرکزی جمعیت علماء پاکستان، صوبہ پنجاب)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید دینی راہوں کے مخلص مسافر تھے۔ وہ اسلام کے غیرت مند بیٹے تھے۔ انہوں نے زندگی بھر وطن عزیز پاکستان کو نظامِ مصطفیٰ کا گہوارہ بنانے کے لئے مخلصانہ اور مجاہدانہ جدوجہد جاری رکھی۔ تنظیم المدارس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے بھی ان کی خدمات قابلِ صد تحسین ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کے دلیر اور بہادر محافظ تھے۔ انہیں اسلام کے نام پر دہشت گردی کرنے والے امریکی ایجنٹوں کے خلاف زوردار آواز بلند کرنے کی سزا دی گئی۔

...------...------...

حضرت علامہ مفتی سعادت علی قادری

مہتمم جامعہ حنفیہ قصور، جانشینِ محدث قصوریؒ

شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ اسلام کے بے لوث سپاہی تھے۔ وہ صاحبِ فکر و نظر تھے۔ وہ عظمت کردار کی علامت تھے۔ وہ اہلسنّت کے ترجمان تھے۔ وہ ایک سچے، کھرے اور بے خوف انسان تھے۔ وہ صاحبِ عزیمت تھے۔ ان کا وجود مایوسیوں کے اندھیروں میں امید کی کرن تھا۔ انہوں نے زندگی کی آخری سانس تک وطن دشمن، اسلام مخالف اور دین بیزار عناصر کے خلاف غیر مصالحانہ جنگ جاری رکھی۔ انہوں نے ہمیشہ نتائج سے بے پرواہ ہو کر حق و صداقت کا پرچار کیا۔ انہوں نے زندگی بھر قرآن اور صاحبِ قرآن سے اپنا ناطہ جوڑے رکھا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ عالمی اور قومی حالات پر گہری نظر اور اُمتِ مسلمہ کے مسائل کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ ان کی شہادت سے دیانت،

شرافت اور جرات کا ایک عہد ختم ہوگیا ہے۔ان کا دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال فقط ان کے اہل وعیال ہی کیلئے باعث حزن و ملال نہیں بلکہ تمام احبابِ اہلسنّت کیلئے ایک ایک نا قابلِ تلافی نقصان ہے۔ان کی دینی، ملی، قومی، علمی اور تبلیغی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکیں گی۔ہم عہد کرتے ہیں کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے مشن کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔دعا ہے اللہ کریم ان کے مزار پر ہزاروں رحمتیں نازل کرے۔

•••-----•••-----•••

صاحبزادہ سیّد مختار اشرف رضوی

(رہنما جے یو پی، نفاذِ شریعت گروپ، دارالعلوم حزب الاحناف لاہور)

حضرت مفتی محمد حسین نعیمی کے قابلِ فخر بیٹے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کی شہادت دہشت گردی کے مستقل خاتمے اور قیامِ امن کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید اسلام اور پاکستان کے سپاہی تھے۔ان کی دردناک اور المناک شہادت پر اہلسنّت کو ہمیشہ فخر رہے گا۔نعیمی شہید کی یادیں اور باتیں ہمیشہ ہمارے دلوں اور دماغوں میں تازہ رہیں گی۔

•••-----•••-----•••

صاحبزادہ فضل الرحمٰن اوکاڑوی

مہتمم جامعہ اشرف المدارس اوکاڑہ

زندگی اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ جب چاہتا ہے سانسوں کی ڈوری کھینچ کر اس امانت کو واپس لے لیتا ہے۔یہ سلسلہ روز اول سے جاری ہے اور قیام قیامت تک جاری رہے گا لیکن بعض اوقات کوئی ایسی شخصیت بھی اس جہان فانی سے کوچ کر جاتی ہے، جس کے اٹھ جانے سے پیدا ہونیوالا خلا مدتوں پورا نہیں ہوتا۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کا شمار بھی ایسی ہی نادر روزگار شخصیتوں میں ہوتا ہے، جن کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ان کا

خلا کبھی پر نہیں ہوتا۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج کہیں بھی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کا نعم البدل دکھائی نہیں دیتا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے حالات کی تازہ رو میں جس انداز سے ایک محبِ وطن عالم دین اور مخلص لیڈر کا کردار ادا کیا وہ ایک روشن مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے پاکستان بچاؤ مہم کے دوران مختلف کانفرنسوں کا اہتمام کیا اور خودکش حملوں کو خلاف اسلام قرار دیا۔ کافی عرصہ سے انہیں ملک دشمن عناصر کی طرف سے دھمکیاں مل رہی تھیں لیکن وہ اپنے مخصوص ڈھب کی زندگی میں سراپا منہمک تھے۔ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور جب تک وہ مہلت دیتا ہے انسان دنیا میں وقت بسر کرتا ہے لیکن ساری قوم کو اس حقیقت سے آگاہ ہونا ضروری ہے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ ہم سب کیلئے اللہ تعالیٰ کا انعام تھے۔ جن قوموں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے ان سے اپنے انعامات واپس لے لیتا ہے۔ پاکستانی قوم کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے تاکہ وہ مزید اس قسم کی آزمائشوں سے محفوظ رہے۔

•••---------••---------•••

حضرت پیر محمد اطہر القادری

مرکزی رہنما انجمن اساتذہ پاکستان o تحفظ ناموس رسالت محاذ

شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ ایک عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے۔ وہ زندگی بھر نیکی اور بدی کی جنگ میں نیکی کو غالب کرنے کی جدوجہد کرتے رہے۔ ان کی زندگی کا شاندار اور کامیاب سفر لاتعداد معرکہ آرائیوں سے سجا ہوا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے ایک قابل رشک اور تابناک زندگی گزاری۔ ان کی حیاتی کی ہر ساعت نیکی اور خیر کے امور کیلئے وقف رہی۔ وہ ایک انتھک، محنتی اور مخلص انسان تھے۔ ان کے شب و روز اور ان کے معمولات میں کہیں بھی تصنع، بناوٹ اور ریاکاری کا نام و نشان نہیں ملتا۔ ان کے ہر کام اور ہر سرگرمی میں للّٰہیت کا جذبہ کارفرما ہوتا تھا۔ عہد حاضر کے منافقتوں سے لتھڑے ہوئے اس بے چہرہ دور میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ سر سے پاؤں تک محبت، اخلاص اور

درمندی کی خوشبوؤں میں لپٹے ہوئے انسان تھے اور انہی اوصاف کی وجہ سے وہ ہر دلعزیزی کی ہر حد عبور کر چکے تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے ایک عظیم مقصد کیلئے اپنی جان قربان کر کے یارسول اللہ کہنے والے ہر سنّی کا سر فخر سے بلند کر دیا ہے۔ ہم بجا طور پر اپنے اس عظیم رہنما کے کردار' گفتار اور رفتار پر فخر کر سکتے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ شفاف دل' روشن دماغ' پاک روح اور زندہ ضمیر کے مالک تھے۔ وہ زندگی بھر بیک وقت بہت سارے محاذوں پر سرگرم عمل رہے۔ ان کی مخلصانہ' جرات مندانہ اور دلیرانہ تگ وتاز تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ جگمگاتی رہے گی اور ان کا نام اور مقام تاریخ کے ماتھے کا جھومر بنا رہے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ہم سب کو بھی اپنے اپنے ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر اسلام اور پاکستان کیلئے جدوجہد کرنے' قربانیاں دینے اور محنت کرنے کی سعادتوں سے نواز دے۔

...----...----...

صاحبزادہ پیر خالد سلطان قادری

امیر جماعت اہلسنّت بلوچستان

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ جدید اور قدیم علوم میں مہارت رکھنے والے ایک انتہائی باصلاحیت اور گوناگوں خوبیوں اور کمالات وصفات کے مالک تھے۔ وہ خوش گفتار' خوش کردار اور خوش رفتار تھے۔ انہوں نے پاکستان میں اٹھنے والی ہر ملی' دینی اور قومی تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ انہوں نے ہر آمر حکمران کیخلاف زوردار آواز بلند کی۔ انہوں نے کبھی اصولوں پر سودے بازی کی روش اختیار نہیں کی بلکہ تادم آخر بااصول' مشنری اور بامقصد جدوجہد کا جھنڈا سربلند رکھا۔ اپنوں کے علاوہ غیر بھی ان کے حسن کردار اور حق گوئی وبے باکی کی گواہی دیتے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی گفتگو کا میٹھا اور شبنمی انداز دل موہ لیتا تھا۔ وہ اہلسنّت کی آنکھ کا تارا تھے۔ وہ اپنے حق پرست اسلاف کی جراتوں کے امین تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی المناک شہادت نے انہیں تاریخ میں امر کر دیا ہے۔

ہر سچے عاشق رسول کے دل کی سرزمین پر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی محبت' عقیدت اور احترام کا پرچم ہمیشہ لہراتا رہے گا۔

•••-----•••-----•••

سردار محمد خان لغاری

(مرکزی رہنما مرکزی جے یو پی)

حضرت مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید نے مختلف دینی' قومی اور ملی تحریکوں میں جو شاندار اور یادگار کردار ادا کیا وہ ہماری تاریخ کا روشن باب ہے۔ ان کی ذات بے پناہ خوبیوں سے سجی ہوئی تھی۔ ان کا اخلاص' ان کی سادگی' ان کا تحرک' ان کی بے خوفی کا اپنے اور بیگانے سب اعتراف کرتے ہیں۔

•••-----•••-----•••

حضرت پیر سید شمس الدین شاہ بخاری

(امیر جماعت اہلسنّت ضلع لاہور)

12 جون 2009ء کا دن ہم کبھی بھی بھلا نہیں سکیں گے کیونکہ اس روز نماز جمعہ کے بعد جامعہ نعیمیہ لاہور میں ہونیوالے خودکش حملے کے نتیجے میں ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ ہمیشہ کیلئے ہم سے جدا ہو گئے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے خیالات' معاملات اور معمولات میں ایک خوبصورت توازن پایا جاتا تھا۔ وہ باہمت اور بااصول انسان تھے۔ ان کی آواز میں ایک تمکنت اور باتوں میں گہری سنجیدگی پائی جاتی تھی۔ میں نے انہیں کبھی اصول توڑتے' اپنے نظریات سے پیچھے ہٹتے اور اپنے ارادوں میں متزلزل نہیں پایا۔ وہ اپنے محبت آمیز رویے اور بے پناہ اخلاص کے ذریعے دلوں کو مسخر کر لینے کا ہنر جانتے تھے۔ وہ مروّتوں کے سلیقوں سے آگاہ اور رکھ رکھاؤ کے قرینوں سے آشنا تھے۔ ان کی زندگی ایک جہد مسلسل کی تفسیر ہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی یادیں اور باتیں ہمیشہ ہمارے دلوں کے آنگنوں میں لو دیتی رہیں گی۔

...-----...-----...

صاحبزادہ الحاج میاں اعجاز احمد ہجویری (سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخشؒ)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ایک عظیم مفکر، محقق، نکتہ دان، عالم دین، مفتی، مدرس اور منتظم تھے۔ آپ کی زندگی ایسی تھی کہ جس پر رشک آئے اور آپ کی موت ایسی تھی کہ جس پر مر مٹنے کو جی چاہے۔ وہ اسلاف کی عظیم نشانی تھے۔ عاشق رسول تھے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹوٹ کر محبت کرنے والے، صاحب جنوں، جب اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی سنتے تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو چھلک جایا کرتے تھے۔ ان کی شہادت نے حق اور باطل میں صاف لکیر کھینچ دی ہے۔

...-----...-----...

حضرت مولانا محمد سجاد حسین چشتی (لاہور)

حرمتِ وطن کی خاطر اپنی جان قربان کرنے والے مادرِ وطن کے غیور و جسور بیٹے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ نے دفاعِ وطن کے لئے شہادت کا جام پی کر ابدی زندگی پالی ہے۔ وہ عملیت پسند صلح جو، نرم خو، دوست نواز اور دھیمے مزاج کے خوبصورت انسان تھے۔ حق گوئی و بیباکی ان کی نمایاں صفت تھی۔ اللہ رب العزت نے ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو دلوں میں اتر جانے کی اہلیت عطا کر رکھی تھی۔ وہ زندگی کی آخری سانس تک اسلام اور پاکستان کا پرچم بلند رکھنے کے لئے ہر محاذ پر جنگ لڑتے رہے۔ وہ اسلام دشمن اور وطن مخالف قوتوں کے خلاف ہر محاذ پر بذاتِ خود ایک لشکر، ایک فوج اور ایک سپاہ تھے۔ وہ اپنی شہادت کے ذریعے آنے والی کئی نسلوں کے لئے ہمت و کامرانی کا جاودانی پیغام چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کا مشن مکمل کرنے کی توفیق دے۔

مولانا محمد الیاس نقشبندی (قصور)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ بلاشبہ ایک شخص نہیں بلکہ علم و حکمت کا ایک جہان تھے۔ وہ ایک صابر، شاکر، قناعت پسند اور خوددار انسان تھے۔ ان کی زندگی آرائش و زیبائش، تعیّشات اور نمائش سے پاک تھی۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کے برملا اظہار میں کسی خوف اور بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ وہ آخر وقت تک درویشانہ اور فقیرانہ زندگی پر قانع رہے۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے اپنے جسم و جاں کی تمام تر توانائیوں اور فکر و دانش کی ساری صلاحیتوں کو ایک مستقیم راہ پر مرکوز رکھتے ہوئے کمال بانکپن کے ساتھ اپنا سفر زندگی جاری رکھا۔

•••------•••------•••

علامہ پیر محمد الیاس قادری المعروف باباجی سرکار

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ دائم الحضوری قصوری

ڈاکٹر سرفراز نعیمی مقامِ شہادت پر فائز ہو گئے۔ ان کی زندگی تمام تر علم و آگہی اور دین کی خدمت کے لیے وقف تھی۔ ان کے اخلاص تحرک صلح جوئی اور تحمل کا تقاضا تھا کہ جس طرح دنیا میں وہ ہر ایک کے ہاں عزت و اکرام کا مقام رکھتے ہیں اسی طرح ان کا سفرِ آخرت بھی شاندار ہوا۔ آج وہ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو آنکھ ان کے لئے اشک بار اور ہر زبان ان کی مدحت ستائش کے الفاظ و کلمات ہیں۔ ہر طبقۂ فکر سے سنجیدہ فکر لوگ ان کی اس طرح رخصتی پر غمگین، افسردہ اور فکر مند ہیں وہ سوچ رہے ہیں کہ صلح جو، معتدل مزاج ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو اگر خون میں نہلایا جا سکتا ہے تو پھر کون ہے جو زندگی کا حقدار ٹھہرے۔

•••------•••------•••

علامہ محمد اسلم شکوری

(لاہور)

موت ایک اٹل حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ مرنا ہم سب نے ہے لیکن کچھ شخصیات ایسی ہوتی ہیں کہ مر کے امر ہو جانا ان ہی کا خاصہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی بھی ان میں سے ایک ہیں۔ سچے عاشق رسول سچے محبّ وطن اور عظمتوں کے ہمالہ تھے۔ مسلک رضاؔ کے پاسبان تھے۔ سفیر محبت' صاحب بصیرت ڈاکٹر نعیمی شہیدؒ نے ساری زندگی سادگی میں گزاری لیکن کون جانتا تھا کہ اتنی سادہ زندگی گزارنے والے ڈاکٹر نعیمی جب اس دنیا سے جائیں گے تو اپنے خون سے کتنے رنگ بھر کے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

•••-----•••-----•••

پیر ولایت علی چشتی

خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ خانوہارنی شریف

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ نے اپنے اسلاف کے طریقے پر چلتے ہوئے وطن عزیز کی آبیاری میں اپنا خون بھی شامل کر دیا۔ ڈاکٹر نعیمی شہیدؒ ایک انتہائی سادہ زندگی گزارنے والے عالم دین تھے۔ وہ ہزاروں طلباء کے شفیق استاد تھے اور یا رسول اللہ کہنے والوں کیلئے ایک مخلص رہنما بھی تھے۔ سنّی عوام اپنے ایک اور عظیم لیڈر سے محروم ہو گئی۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔

حاجی ظفر اقبال شاہین

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی عالمی شہرت کے مالک ممتاز عالم دین' مذہبی سکالر' عظیم رہنما اور شفیق استاذ' مفتی مدرس' صاحبِ بصیرت' صاحبِ درد' صاحبِ جنوں' کردار کے غازی' سادہ مزاج اور بے لوث شخصیت کے حامل تھے۔ وہ بڑے باپ کے بڑے بیٹے تھے لیکن

انکساری ان کے طرز عمل سے نظر آتی تھی۔ان اوصاف کے حامل علماء ڈھونڈنے سے نہیں ملتے۔شاہوں سے دوستی اور قربت ہونے کے باوجود اپنی ذاتی موٹر سائیکل پر ہمہ وقت سفر کرتے دکھائی دینے والی شخصیت کوئی عام نہیں تھی بلکہ بین الاقوامی شہرت کی حامل تھی۔اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔حقیقت ہے ان ہی اوصاف کا مالک ایک عالم دین کو ہونا چاہئے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنی ذات میں ایک تحریک اور انجمن تھے۔میرا ان سے تعلق اے ٹی آئی کے دور کا ہے۔بڑے خلوص کے ساتھ ملنا اور بڑے تحمل کے ساتھ بات کو سننا اور اس کا جواب بڑی محبت سے دینا ان ہی کا خاصہ تھا۔حق بات کہنا ان کا شیوہ تھا۔وہ عاشق رسول تھے۔

مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ کے امین تھے۔ان کی شہادت نے پورے عالم اسلام کو دکھ اور درد میں مبتلا کر دیا ہے۔ان کا خلا کبھی بھی پورا نہیں ہو سکے گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

•••-----•••-----•••

ظفر شہباز شاہین
(اٹلس ہنڈا لمیٹڈ)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایک عظیم عالم دین تھے۔وہ آبروئے محراب و منبر تھے۔قوم کا درد رکھنے والے عظیم مفکر تھے۔ناموس رسالت کے عظیم سپاہی تھے۔ان کا خلا صدیوں پورا نہیں ہو سکے گا۔وہ اہلسنّت کے ایک بہت بڑے ادارے جامعہ نعیمیہ کے سربراہ تھے۔عاجزی کے پیکر تھے۔طلباء کے لئے ایک زبردست رول ماڈل تھے۔پروٹوکول کے زبردست مخالف تھے۔فکرِ رضاؒ کے علمبردار تھے۔ساری زندگی بغیر پروٹوکول کے سفر کرنے والے ڈاکٹر نعیمیؒ جب سفرِ آخرت پہ رواں دواں ہوئے تو ایسا پروٹوکول حاصل

کیا۔جس کی ماضی میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پُرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کیلئے

محمد تاشفین ٹیپو

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید مسلک حق اہلسنّت کے عظیم ترجمان تھے۔میرے وطن کے خلاف کوئی سازش ہوتی تو ڈاکٹر نعیمی شہید سب سے آگے آگے ہوتے بلکہ ہراول دستہ کی حیثیت اختیار کر جاتے۔295 سی کی ترمیم کا معاملہ ہو مزارِ اُمّ نبی کا‘ ڈنمارک کے اخبار میں چھپنے والے خاکوں کا مسئلہ ہو یا نسواں بل‘ آپ کی گرجدار آواز نے ایوانوں کو ہلا کے رکھ دیا۔امریکہ کا سب سے بڑا مخالف بھی ہونا ڈاکٹر نعیمی کا ہی خاصہ ہے۔ طالبانائزیشن کی مخالفت پر انہیں ہم سے دور کر دیا گیا لیکن شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے۔وہ خود تو چلے گئے لیکن جو ہزاروں چراغ جلا گئے ہیں ان کی روشنی سے میرا وطن منور رہے گا۔انشاءاللہ۔

...-----..-----...

محمد امین بٹ

جماعت اہل سنت‘ مصطفیٰ آباد

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ایک ممتاز عالم دین‘ ایک ماہر تعلیم‘ ایک دانشور‘ ایک مدبر اور ایک شہید وطن تھے۔اہلسنّت کے عظیم رہنما تھے۔ہمارا سرمایہ تھے۔اہلسنّت کی آبرو تھے۔اہلسنّت کی شان تھے۔تیرہ کروڑ سنّی عوام کی للکار تھے۔وہ رسمِ شبیری ادا کرتے ہوئے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور سنّی عوام اپنے ایک اور عظیم لیڈر سے محروم ہوگئی۔

ہم انشاءاللہ عہد کرتے ہیں ان کے جانشین علامہ راغب حسین نعیمی کے دست و بازو بن کر شہید پاکستان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

حافظ محمد آصف چشتی

امام جامع مسجد شیخانوالی مصطفیٰ آباد

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید وطن بھی ہیں اور شہید اسلام بھی۔ شہید کبھی مرتا نہیں ہے' شہید زندہ ہوتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ہمیں وہ نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ ہم سب کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور ہماری باتیں بھی سن رہا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر اپنے پرائے سب کو میں نے روتے اور تڑپتے دیکھا ہے۔ یہ ڈاکٹر صاحب سے ان کی والہانہ محبت اور مقبولیت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر صاحب جیسے عالم صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

•••-------•••-------•••

راجہ ندیم احمد چشتی ناجی میاں

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ایک درویش منش' عاجزی کے پیکر' عظیم رہنما تھے وہ سچے عاشقِ رسول تھے۔ وہ باعمل ممتاز عالمِ دین تھے۔ سنی عوام کے دلوں کی دھڑکن تھے۔ سب سے بڑھ کر بے ضرر تھے۔ اسی وجہ سے تمام مکاتبِ فکر میں انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ وہ ہر دلعزیز تھے۔ اپنے اسلاف کی عظیم نشانی تھے۔ فکرِ رضا کے علمبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

•••-------•••-------•••

ملک عبدالقیوم' (مصطفیٰ آباد)

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں گور پیا کوئی ہور

سوادِ اعظم اہلسنّت والجماعت کے ایک بڑے رہنما ایک بڑے اسلامی اسکالر اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمہ کے جانشین ڈاکٹر

محمد سرفراز احمد نعیمی بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں لیکن ان کے اندر صاحبزادگان میں پایا جانے والا غرور نہیں دیکھا گیا۔ وہ ایک بہت بڑے دارالعلوم کے پرنسپل تھے لیکن ان کے اندر تکبر نہیں تھا۔ وہ درویش منش عالم دین تھے۔ وہ قدیم دور کے جدید انسان تھے۔ ایسے لوگ کب مرتے ہیں وہ تو قوم کو بیدار کر جاتے ہیں۔ ڈاکٹر شہید خود تو ابدی نیند سو گئے لیکن اپنی قوم کو زندہ کر گئے۔

•••-----•••-----•••

ثناء خوان مختار احمد صدیقی' (لاہور)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسی شخصیتیں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنے دور کے بڑے بڑے علماء سے بہت بلند مقام کے حامل تھے۔ وہ تنگ نظری کے قائل نہیں تھے۔ وہ کھلا ذہن رکھنے والے عالم دین تھے۔ وہ متشدد استاد نہیں تھے بلکہ قابل تقلید تھے۔ وہ نبی رحمت کے نام لیواؤں سے ٹوٹ کر پیار رکھتے تھے۔ میرا ان سے بڑا پرانا اور گہرا تعلق ہے۔ جب بھی ملاقات کیلئے جامعہ نعیمیہ حاضر ہوتا تو کمال شفقت فرماتے۔ واپسی پر دروازے تک چھوڑنے آتے۔ صرف میرے ساتھ ہی نہیں بلکہ وہ ہر ثناء خوان مصطفیٰ کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھتے۔ وہ عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے۔

ان کا اس طرح ہم سے بچھڑ جانا ایک بہت بڑے سانحہ سے کم نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے صاحبزادے کی عمر دراز کرے۔ آمین

•••-----•••-----•••

محمد کاشف رضا نقشبندی' (حسنین آباد لاہور کینٹ)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی علیہ الرحمۃ ایک سچے عاشق رسول تھے۔ انہوں نے ساری زندگی غلامی رسول میں گزاری۔ وہ ایک صاف گو' بے باک' اچھے کردار کے حامل عالم دین تھے اور ایک عظیم رہنما تھے۔ وہ ہمارے قائد تھے۔ آقا کے ثناء خوان سے ان کا بہت پیار تھا۔

آج ہم ایک سچے عالم دین سے محروم ہو گئے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ ایک تحریک کا نام ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی ہے۔ اللہ ہمیں ان کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق دے۔

...------...------...

حافظ عبدالجمال ناصر اعوان (حسنین آباد)

اہلسنّت کی بہت بڑی درسگاہ کے بڑے مہتمم ڈاکٹر سرفراز نعیمی انتہائی باعمل عالم دین مفتی مدرس سکالر اور عظیم رہنما تھے۔ وہ بڑے سے بڑے جابر حکمراں کے سامنے کلمہ حق کہنے میں کبھی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے تھے۔

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم

سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

وقت کے یزیدوں کے آگے ڈٹ جانا ان کا شیوہ تھا۔

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

ہم عہد کرتے ہیں کہ ان کے جانشین علامہ راغب حسین نعیمی کے ساتھ مل کر ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

...------...------...

حافظ محمد عدنان فیصل چشتی

12 جون 2009ء بروز جمعۃ المبارک کو جب یہ خبر ملی کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو بم دھماکے میں شہید کر دیا گیا ہے تو دل ڈوب سا گیا اور سکتہ کی حالت ہو گئی اور میں سوچ میں گم ہو گیا کہ اتنے میٹھے آدمی کو ظالموں نے میٹھی نیند سلا دیا ہے۔ وہ تو ہر دلعزیز تھا۔ ایک شفیق استاذ مہرباں دوست' قابل تقلید رہنما تھا۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے مشن کو کامیاب کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

شہیدِ پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ
جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کی نظر میں

....

حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی
(ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور/شیخوپورہ)

پیکرِ عزیمت و استقامت، جہدِ مسلسل اور سعی پیہم کی تصویر و تعبیر، شہید اسلام، مجاہد ملت، مفتی ابن مفتی حضرت علامہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی نور اللہ مرقدہ کی شہادت عالم اسلام کیلئے ایک بہت بڑا سانحہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ وہ علم و عمل کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود عجز و انکساری کے پیکر تھے۔ وہ مختصر جسامت مگر بلندتر علمی قامت کے مالک تھے۔ ان کی مدبرانہ، مبلغانہ، مدرسانہ صلاحیتوں سے اہلسنّت نے فائدہ اٹھایا اور تاقیامت ان کے فیض سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ ان جیسی نابغۂ روزگار شخصیات بڑی مدتوں بعد جنم لیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تربت اقدس پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

شیخ الحدیث، علامہ حافظ محمد عبدالستار سعیدی
(شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ)

مجاہد اہلسنّت، پیکر عجز و انکسار، شہید پاکستان مفتی ابن مفتی حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی شہیدؒ کی شخصیت کے بے شمار پہلو ہیں۔ ہر پہلو بہت جاندار اور نہایت ہی شاندار ہے۔ آپ علیہ الرحمۃ عالم باعمل، متقی و پرہیزگار، بہترین مفتی، مایہ ناز مدرس،

سب سے بڑھ کر آپ کے اندر دین ومسلک کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔آپ اسلامی
یت کی علامت' جرأت' ہمت اور استقامت کے پہاڑ تھے۔آپ انتہائی متحرک ومحرک
نسان تھے جو ہمہ وقت الرٹ رہے۔آپ ہمیشہ بروقت اور درست اقدام کے عادی
تھے۔موجودہ پرفتن دور میں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر بدامنی اور انتشار پیدا کرنے والوں ن
طرف سے دین حنیف' ملت اسلامیہ اور دینی مدارس کیخلاف کی جانے والی تمام ریشہ
دوانیوں کا بھرپور دفاع فرمایا اور دہشت گرد' تخریب کار قوتوں کے سامنے مضبوط چٹان
بن گئے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اہلسنّت وجماعت کو اس صدمہٴ جانکاہ کو برداشت
کرنے اور علامہ نعیمی علیہ الرحمۃ کا مشن جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ طہ و
یٰسین۔

شیخ الحدیث' علامہ محمد عبدالتواب صدیقی

(شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

اہلسنّت کے مایہ ناز رہنما' نازش اہلسنّت' منبع علم وعمل حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد
سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حقیقی معنوں میں مسلک کا درد رکھنے والے تھے۔ہر معاملے میں
علماء کو ایک پلیٹ فارم میں لاکر معاملات مسلک کو سلجھانے کی سعی جمیلہ کرنے والے۔پھر
یہی نہیں کہ دوسروں کو آگے لاکر خود پہلو تہی کرنے والے ہوں بلکہ سب سنّیوں کو دعوت
دے کر خود پیش پیش رہتے۔کسی جابر حکمران کی پرواہ کئے بغیر سینہ سپر رہنے والے بلکہ
یوں کہیئے کہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہٴ حق بلند کرنے والے مجاہد تھے۔حضرت قبلہ مفتی
اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے صحیح جانشین' عجز اور انکساری کے مظہر تھے۔
حضرت قبلہ مفتی اعظم پاکستان کے وصال کے بعد جامعہ نعیمیہ میں نہ صرف یہ کہ والد
گرامی کے معیار کو برقرار رکھا بلکہ مزید ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔

قید وبند کی صعوبتیں برداشت کر کے دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرچم کو بلند

کیا۔حق پر رہے اور حق کہنے کے جرم پر دشمن کے انتقام کا نشانہ بنے اور خطبہ جمعہ میں حق بیان کرنے کے بعد داعی حق کو لبیک کہا اور جام شہادت نوش فرما کر آنے والی نسلوں کیلئے نشان راہ بن گئے۔

حضرت علامہ مولانا غلام فرید ہزاروی

(نائب ناظم اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور/شیخوپورہ)

شہید پاکستان مفتی ابن مفتی حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی علیہ الرحمہ انتہائی متحرک اور جانباز مجاہد تھے۔اس خوشامد اور چاپلوسی کے دور میں آپ نے بے باکی اور حق گوئی کا علم بلند رکھتے ہوئے وقت کے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا۔آپ فراخ دل، پرامن اور سچے محبّ وطن انسان تھے۔آپ کی شہادت سے عالم اسلام بالعموم اور اہلسنّت و جماعت بالخصوص ایک عظیم لیڈر، منتظم، قائد اور ملت اسلامیہ اور پاکستان کے استحکام کے خلاف سازشیں کرنے والوں کو نیست و نابود فرمائے۔آمین

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد تنویر القادری

(نائب مفتی (دارالافتاء) جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

استاذ العلماء حضرت ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی شہیدؒ کی شہادت کا جانکاہ حادثہ دنیائے اسلام کیلئے عظیم صدمہ و نقصان ہے۔شہید نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ عظیم استاذ اور منتظم تھے۔والد محترم کے بعد جس حسن انتظام کے ساتھ جامعہ نعیمیہ کے تمام امور کو منظم کیا ان کے حسن تنظیم کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کے ساتھ اہلسنّت، عوام اور پاکستان کے ساتھ محبت اور حقوق کے تحفظ کیلئے آپ نے ہر ممکن کوشش کی اور بالآخر آپ کو 12 جون 2009ء کو دین، ملک و ملت کے تحفظ کی پاداش میں شہید کر دیا گیا۔ اناللّٰہ وانا الیہ راجعون

اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور ان کی نسبی، روحانی اولاد اور اہلسنّت کو ان کے مشن کو جاری و ساری رکھنے کی ہمت، قوت و جرأت عطا فرمائے۔آمین

حضرت علامہ صاحبزادہ غلام مرتضیٰ ہزاروی

(ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ)

شہید پاکستان حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمیؒ ان نابغۂ روزگار اور تاریخ ساز شخصیات میں سے تھے جو صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں اور جب یہ ستودہ صفات لوگ انسانوں کی بستی میں آ کر تعلیم و تدریس، وعظ و درس، فضل و کرامت اور علم و بصیرت کی روشنی پھیلا کر اس دنیا کو داغِ مفارقت دیتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ زیست خداداد کی لہر تھم گئی اور دلوں کی حرارت منجمد ہوگئی ہے اور جذبات زیست اپنی تاب کھو چکے ہیں۔ بس اتنا ہی کہوں گا کہ

آسمان تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ تیری نگہبانی کرے

پرچم اسلام کو سربلندی دینے والے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں بلند کرنے والے، ایوان سیاست پر کپکپی طاری کر دینے والے، قصر امارات میں زلزلہ بپا کر دینے والے، بے باک، جواں مرد حق گو اور روشن کردار علماء قوم میں سے شہید پاکستان، سفیر امن، داعی اتحاد، پیکر وفا، منبع رشد و ہدایت، استاذ العلماء، اسیر تحفظ ناموس رسالت، مجاہد ملت، جگر گوشۂ مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی الازہری شہدی علیہ الرحمۃ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان و مہتمم جامعہ نعیمیہ لاہور جن کا سانحۂ ارتحال ملت اسلامیہ کیلئے بالعموم اور مسلک اہلسنّت و جماعت کیلئے بالخصوص بہت بڑا صدمہ ہے۔ آہ! ایسی شفیق و مہربان اور ہمدرد و غمگسار ہستی ہمیں اپنی محبتوں اور کرم فرمائیوں سے محروم کرگئی۔

وہ چل دیئے تو سعدؔ مجھے اس طرح لگا
جیسے اک اجنبی کو راستے میں رات ہوگئی

قبلہ نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ ایک عظیم عاشق رسول اور عظیم مجاہد ملت تھے۔ راقم السطور ان کی کون کون سی بات' انداز' خوبی اور قربانی کا تذکرہ کرے۔

راہِ محبت میں ہم نے سوچا سر جھکائیں کہاں سے پہلے
ہر اک ذرہ پکار اٹھا یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

قبلہ نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ کی دینی' سماجی' ملی' ملکی و دیگر خدمات دینیہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ ان کے اخلاق اور کرم فرمائیوں کا تذکرہ الفاظ میں بیان ہونے سے قاصر ہے۔ زندگی اس سادگی' عاجزی اور انکساری میں بتائی کہ ان کی زیست خداداد قابل رشک اور لائق صد تحسین وستائش ہے۔ الغرض اگر یوں کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ آپ ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کی قیادت بے مثال' آپ کی محبت بے مثال' آپ کی نظامت بے مثال تھی۔

شہید پاکستان علیہ الرحمۃ جبل استقامت تھے۔ آپ اغیار کی دھمکیوں سے خوفزدہ ہونے والے نہ تھے۔ اس کی ایک چھوٹی سی تمثیل یہ ہے کہ جب درندہ صفت ظالموں نے طرح طرح کے طریقوں سے کبھی فون کے ذریعے' کبھی خطوط کے ذریعے آپ علیہ الرحمۃ کو ڈرانے اور دھمکانے کی مذموم جسارت کی تو آپ اپنے مشن پر ہٹے نہیں بلکہ مثل جبل اپنے مشن پر قائم رہے۔

قبلہ نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ کی شہادت اہلسنّت و جماعت کیلئے بہت بڑا نقصان لاتلافی ہے اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ آپ نے ملت اسلامیہ کیلئے اتنا کچھ کیا کہ اس کی نظیر عصر حاضر میں ملنا انتہائی مشکل ہے۔

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنا دے صحرا کو

ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ عالم دین کی آنکھ سے نکلے ہوئے آنسو کا ایک قطرہ دوزخ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ یہ ایک عام عالم دین کی آنکھ سے نکلا ہوا قطرہ ہے

جو جہنم کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور جو مجاہد بھی ہو، عاشق رسول بھی ہو، کامل ولی اللہ بھی ہو، عظیم استاذ بھی ہو، متقی اور پرہیزگار بھی ہو، حلیم الطبع اور بردبار بھی ہو۔ شہید ملت کے منصب پر فائز ہو بھی اور جس کی نماز جنازہ میں عوام کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کے علاوہ ہزاروں علماء و مشائخ اور طلباء مدارس دینیہ شریک ہوئے ہوں اس کے خون کے قطرے کا کیا عالم ہوگا؟

آخر میں میری بارگاہ رب العزت میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آپ علیہ الرحمۃ کے درجات کو مزید سرفرازیاں عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین

تعزیت نامے

جامعہ نعیمیہ میں رکھی گئی تعزیتی کتاب میں اہم شخصیات کے اپنے ہاتھوں سے لکھے گئے تاثرات

....

● **میاں محمد نواز شریف (سابق وزیر اعظم پاکستان)**

حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی شہادت نہ صرف ایک قومی سانحہ ہے بلکہ ان کی وفات سے قوم ایک عظیم دینی، علمی شخصیت سے محروم ہوگئی ہے جنہوں نے ہمیشہ اتحاد بین المسلمین کا درس دیا۔ ان کی تعلیم و تربیت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار شخصیت کے ہاتھوں ہوئی۔ وہ اپنے والد کی طرح ایک مخلص، سادہ اور شفیق انسان تھے جن کی زندگی دین اسلام کی صحیح تعلیمات کا نمونہ تھی۔

علامہ سرفراز نعیمی ایک عظیم باپ کے عظیم فرزند تھے۔ اس طرح کے اعلیٰ پائے کے عالم دین کا یوں ہمارے درمیان سے اٹھ جانا بہت اندوہناک ہے۔ ان کے جانے سے دینی اور علمی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ طویل عرصے تک پورا نہیں ہو سکے گا۔ انہوں نے ایک نیک مقصد کی خاطر جان دی۔ مجھے امید ہے کہ ان کی قربانی رائیگاں نہیں جائے گی اور ہم ان کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر ان مشکل حالات سے نکلیں گے اور بہت جلد قتل اور غارت گری کے خاتمے کے ساتھ ساتھ شدت پسندی کو صحیح اسلامی روح کے مطابق ختم کر سکیں گے۔

میں علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کے اہلِ خانہ اور جامعہ نعیمیہ کے طلباء کے غم میں برابر کا شریک ہوں اور سوگواران کیلئے صبر جمیل کی دعا کرتا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سرفراز نعیمی صاحب کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

● مفتی منیب الرحمٰن (چیئرمین رویت ہلال کمیٹی' پاکستان)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی بن مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد حسین نعیمی نے جمعۃ المبارک کی نماز کی ادائیگی کے فوراً بعد باوضو پاک قلب اور پاک جسم و جاں اور روح طیب کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ شہید اسلام' شہید ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور شہید ملت شہیدِ وطن و شہید پاکستان ہیں۔ ان کی حیات بھی قابلِ رشک تھی اور شہادت بھی قابل رشک۔

وہ پیکر عزیمت و استقامت' جری' شجاع' جہد مسلسل اور سعی و پیہم کی تصویر و تعبیر تھے۔ انہوں نے تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور بالآخر تحفظ و دفاع و استحکام پاکستان کیلئے اپنی ساری متاع کائنات کو نثار کرتے ہوئے نقد جاں کا نذرانہ پیش کر گئے۔ وہ علم و عمل کے عظیم منصب پر فائز ہونے کے باوجود متوازن' متواضع مزاج کے مالک تھے اور پیکر عجز و انکسار تھے۔ مختصر جسامت' بلند تر علمی قامت کے ساتھ کوہ استقامت تھے۔ بقولِ فیض احمد فیض شاعر

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے ہم
جو چلے تھے تو جاں سے گزر گئے

ان کے تمام اخلاف' محبین' تلامذہ' اقرباء و اعزاء کا فرض ہے کہ ان کے مشن کو زندہ و تابندہ اور جاری و ساری رکھیں۔ یہی ان کو بہترین خراج عقیدت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے اور اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قرب خاص نصیب فرمائے۔

• الحاج محمد حنیف طیب (سابق وفاقی وزیر۔سربراہ نظام مصطفیٰؐ پارٹی)

شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید بظاہر ہم میں نہیں رہے لیکن انہوں نے جو بھرپور زندگی گزاری۔اس نے ہر ملنے والے کے ذہن پر وہ نقوش چھوڑے ہیں کہ جن کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر نعیمی ہر لمحے ہمارے درمیان موجود ہیں۔

ڈاکٹر صاحب ایک ایسے عالم تھے کہ ساتھ ہی وہ مدرس بھی ہیں، مفتی بھی ہیں، ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حامل تھے۔مدرسے کے طلباء کے علاوہ کالج اور یونیورسٹی کے طلباء کو بھی پڑھانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

میڈیا کو Face کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے لیکن اس حوالے سے بھی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی کو اللہ نے بھرپور صلاحیت سے نوازا۔آپ مشکل ترین Issues پر بھی بہت خوبصورت انداز میں بات کرتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب ایک بہت جیّد عالم، تحریک پاکستان کے رہنما مفتی محمد حسین نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) کے صاحبزادے تھے۔چاہتے تو صرف ہاتھ چموانے پر توجہ مرکوز کرتے لیکن وہ ایک عظیم ورکر تھے۔ہر لمحے متحرک اور فعال عاجزی اور انکساری کے پیکر تھے۔حق کے فروغ کیلئے کام کرنے والے تمام اداروں کو انکا تعاون حاصل رہا۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے طفیل ڈاکٹر صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

• صاحبزادہ نورالحق قادری (وفاقی وزیر زکوٰۃ وعشر)

آج ہم ایک یگانہ روزگار دوست اور شخصیت کے سانحہ ارتحال اور انتقال پُر ملال پر تعزیت کے اظہار اور یکجہتی کے مظاہرہ کیلئے جمع ہوئے ہیں۔حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی شہادت پوری ملت اسلامیہ کیلئے دکھ ملال اور صدمہ کا باعث ہے اور یقیناً موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔حضرت قبلہ مفتی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی معصوم شہادت یقیناً دفاع واستحکام پاکستان کیلئے رائیگاں نہیں جائے گی۔اللہ تعالیٰ مرحوم

شہید کے خاندان' احباب' تلامذہ اور متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

● **خواجہ غلام قطب الدین فریدی** (سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ گڑھی شریف)

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت اُمّتِ مسلمہ کے لئے ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ایسی شخصیتیں مادرِ زمانہ بار بار پیدا نہیں کرتی مگر اس ملک وملت کو آج بھی پھر کسی ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی ضرورت ہے جو اپنے والد گرامی نابغہ روزگار شخصیت حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی علمی اور انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان کی اس سادگی کے امین بھی تھے جو ان کے حُسن کا زیور تھی ہمیں اور ان کے شاگردوں خاص طور پر ان کے فرزند ارجمند جناب صاحبزادہ راغب حسین نعیمی صاحب کو ان کے مشن کو جاری رکھنا چاہئے اور قدم آگے بڑھانا چاہئے۔ میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کے فرزند ارجمند ان کے برادران گرامی اور جمیع اہلِ خانہ سے اور عزیز واقارب سے بھرپور تعزیت کرتا ہوں اور ان کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔

● **علامہ احمد علی قصوری** (صدر ''مرکزِ اہلسنّت'' - چیئرمین پنجاب قرآن بورڈ)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز احمد نعیمی شہید کی مدرّسانہ' مبلغانہ' دانشورانہ خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ان کی المناک شہادت اس عالم اسباب میں پوری ملت اسلامیہ کا نقصان ہے۔بالخصوص سواد اعظم اہلسنّت وجماعت کا جو نقصان ہوا ہے۔دعا ہے کہ رب رحیم وکریم اپنی رحمتِ خاص سے اس خلاء کو جلد از جلد پورا فرمائے اور یہ جو زخم لگا ہے اسے اپنی رحمت کے مرہم سے مندمل فرمائے۔

● **حضرت علامہ مفتی محمد اشرف القادری** (خانقاہ قادریہ عالیہ نیک آباد گجرات)

آج 17 جون (2009ء) کو بندہ جامعہ نعیمیہ لاہور حضرت المکرّم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کیلئے حاضر ہوا۔حضرت ڈاکٹر صاحب سے میری آشنائی

1978ء سے ہے جبکہ میں حکیم ملت حضرۃ العلام مفتی محمد حسین نعیمی قدس سرہ العزیز کی خواہش وحکم خصوصی پہ جامعہ نعیمیہ میں بحیثیت شیخ الحدیث متعین ہوا۔ اس زمانے سے اب تک زمانہ بدل گیا' دنیا بدل گئی مگر حضرت ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور کی زندگی' ان کی تگ ودو' جامعہ کے اندر اور جامعہ سے باہر مختلف دینی خدمات اور ذاتی کردار کے تناظر میں مکمل طور پر جہد پیہم' دین وقوم کی خدمت وغیرہ کے لحاظ سے ہمیشہ یکسانیت کی آئینہ دار سادگی اور بے پناہ خوبیوں کی مرقع رہی۔ حضرۃ مفتی صاحب قبلہ کی تربیت نے انہیں علم وعمل کی بلندیوں پر پہنچا دیا تھا۔ آپ کی زندگی میں ڈاکٹر صاحب مرحوم ومغفور زیادہ تر تعلیم وتعلم اور والد گرامی قدر کے ساتھ تمام دینی ودینوی امور میں معاونت کرتے تھے۔ مفتی صاحب قبلہ کی وفات حسرت آیات کے بعد ڈاکٹر صاحب شہید نے آپ کی جانشینی کا حق ادا کر دیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ ''الولد سرلابیہ'' اور ''الشجرۃ تعرف بثموھا'' کا آپ صحیح مصداق تھے۔ سستی یا کاہلی کا ان کے وجود میں تصور بھی نہیں تھا۔ دینی ودینوی تعلیمات کے اعلیٰ ترین زیور سے آراستہ تھے۔ جامعہ نعیمیہ کی موجودہ پرشکوہ وسیع عمارت جو کہ شہر لاہور کے قلب میں واقع ہے' کی تعمیر وتوسیع میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ نے اتنا بڑا عالم ومفکر واعلیٰ کردار کا حامل ہونے کے باوجود سادگی کے ساتھ ایک کارکن کی زندگی گزاری۔ دکھ میں' سکھ میں' مشقت میں' راحت میں ہمیشہ ملنساری اور خندہ پیشانی آپ کا شعار رہا۔ آپ کی اچانک شہادت کا حادثہ دینی وعلمی' فکری وسیاسی حلقوں میں ایک ایسا خلا پیدا کر گیا جس کا پُر ہونا بظاہر بہت ہی مشکل ہے الاان یشاء اللّٰہ رب العٰلمین دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور حضرت صاحبزادہ محمد راغب نعیمی حفظہ' اللہ تعالیٰ کو آپ کا صحیح معنی میں جانشین بننے کی توفیق عطا فرمائے! آمین اور آپ کے پسماندگان اور جملہ چاہنے والوں کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

● صاحبزادہ عبدالمالک (پرنسپل جامعہ اکبریہ میانوالی)

آج 09-6-20 حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید پاکستان کی تعزیت کے سلسلہ میں جامعہ نعیمیہ حاضری کا موقع ملا۔ میرا اور ڈاکٹر شہید کا رابطہ و تعلق تقریباً تیس برس سے تھا۔ ان جیسا خلیق، مدبر، روشن خیال اور اہلِ سنّت کے اتحاد کا درد رکھتے اور کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ کی مسلکِ اہلسنّت کیلئے خدمات لازوال ہیں۔ آپ گزشتہ برس اتحاد مدارس دینیہ کے حوالہ سے منعقدہ کنونشن میں میانوالی تشریف لائے تھے۔ اس کا انتظام و انصرام تو دوسری تناظیم نے کیا تھا لیکن آپ نے اپنے خطاب میں ان لوگوں کے اکابرین پر کھلی تنقید فرمائی۔ سترہویں ترمیم، 52 ٹو بی آرڈیننس کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک طرف تو ایم ایم اے کی قیادت شریکِ اقتدار ہے دوسری طرف اس کے خلاف تحریک چلا رہی ہے۔ یہ دورخی پالیسی اسلام اور اہلِ اسلام کیلئے زہر قاتل ہے۔ آخر میں وہ جامعہ اکبریہ تشریف لائے اور ہمیں جنت کا اعزاز بخشا۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

● ڈاکٹر بابر اعوان (وفاقی وزیر پارلیمانی امور)

شہید پاکستان مفتی نعیمی صاحب کی شہادت ایک قومی سانحہ ہے۔ اس کے باوجود ان کی شہادت نے پاکستان کے عوام کو وطن پر قربان ہونے کی راہ دکھائی ہے۔

ان کی خدمات کو تادیر یاد رکھا جائیگا۔ خدا تعالیٰ ان کے لواحقین اور متعلقین کو صبر و استقامت سے نوازے۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

● پروفیسر نذیر احمد چیمہ (والد غازی عبدالرحمٰن عامر چیمہ شہید)

ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی صاحب کی شہادت سے کسی خاندان یا ادارے کیلئے خلا نہیں بلکہ فی الحقیقت یہ عالم اسلام کیلئے محرومی ہے جس کا نعم البدل سالہا سال تک ممکن نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے

میں ان کے درجات بلند فرمائیں۔ مرحوم و مغفور ڈاکٹر صاحب بلاشبہ ایک ہمہ صفت' ہمہ جہت اور ہمہ گیر شخصیت تھے۔ عصر حاضر میں جس پہلو کی کمی شدت سے محسوس کی جا رہی وہ اتحاد بین المسلمین ہے۔ مفتی سرفراز صاحب کی اس ضمن میں کاوشیں قابل تحسین ہیں۔

● علامہ سیّد شبیر احمد ہاشمی (مرکزی نائب صدر جے یو پی (نورانی)

آج مورخہ 18 جون 2009ء بروز جمعرات ساڑھے گیارہ بجے دوپہر اسلام کی عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں شہید اور زندہ جاوید علامہ صاحبزادہ ڈاکٹر پروفیسر محمد سرفراز احمد نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ کے سلسلہ میں حاضری ہوئی۔ حضرت کی شہادت اہلسنّت کی تابندہ تاریخ کا حصہ اور قائد تحریک آزادی علامہ امام فضل حق خیر آبادی' علامہ مفتی عنایت احمد کاکوری اور دیگر اکابر شہداء کی یادگار ہے۔ پاکستان اس وقت دہشت گردوں کی زد میں ہے۔ حضرت والا اسی کا شکار ہوئے' ان کی شہادت اہلسنّت کیلئے ناقابلِ برداشت صدمہ ہے۔

امید نہیں یقین ہے کہ انشاءاللہ پاکستان صبح قیامت تک زندہ' جامعہ نعیمیہ پائندہ اور عزیز مکرم علامہ محمد راغب نعیمی مدظلہ کی خدمات رخشندہ رہیں گی۔ حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد حسین نعیمی قدس سرہ کی یاد تازہ رہے گی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین مبارک میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین' ثم آمین۔

● محمد اسلم سلیمی (مرکزی رہنما جماعتِ اسلامی پاکستان)

حضرت مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید میرے بہت مہربان اور محبت کرنے والے دوست تھے۔ انہیں رسوخ فی العلم حاصل تھا۔ وہ اپنے علم اور اخلاق و کردار کے لحاظ سے سلف صالحین کا نمونہ تھے۔ تہران کے ایک سفر میں ان کے ساتھ رہنے کا مجھے شرف حاصل رہا ہے۔ میں ان کے اعلیٰ اخلاق سے بہت متاثر ہوا تھا۔ ان کے صاحبزادے

مولانا راغب حسین نعیمی میرے بیٹے احمد عمران اسلم کے پنجاب یونیورسٹی میں کلاس فیلو تھے۔اس لحاظ سے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی رحلت میرا ذاتی نقصان ہے۔ میں ان کے درجات کی بلندی اور جنت الفردوس میں بلند مقام کی دعا کرتا ہوں اور عزیزم مولانا راغب حسین نعیمی کے حق میں عظم اللہ اجرکم کی دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کا صحیح معنوں میں وارث بنائے اور ان بزرگوں کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے! آمین۔

اللہ تعالیٰ جامعہ نعیمیہ کو پہلے سے زیادہ ترقی عطا فرمائے۔آمین

● محمد حسین محنتی (سابق ایم این اے- امیر جماعتِ اسلامی کراچی)

علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی شہادت اُمتِ مسلمہ کا سب سے بڑا نقصان ہے۔ مرحوم شہید اتحاد امت کے سب سے بڑے علمبردار تھے اور انہوں نے پوری زندگی دین کی خدمت، علمِ دین کی ترویج اور اشاعت اور ملک میں نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے لگائی۔ انہوں نے اپنی پوری زندگی طاغوت اور باطل کے سامنے ڈٹ کر گزاری۔ انہوں نے کبھی دینوی مفادات کی طرف نہیں دیکھا اور اپنی زندگی سادگی، قناعت اور وقار کے ساتھ گزاری...... ڈاکٹر نعیمی صاحب کی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ خصوصاً تعلیم کے میدان میں انہوں نے جو بہتری کی اصلاحات کیں اور طلبہ کو قدیم اور جدید علوم سے آراستہ کیا۔ ہم جماعت اسلامی سے متعلق ہوتے ہوئے بھی ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کیلئے امت کے اتحاد کیلئے ہر قدم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کو اپنا ہی رہنما سمجھتے تھے۔

● سیّد منور حسن (امیر جماعتِ اسلامی پاکستان)

حضرت مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید...... اپنی ذات میں ایک تحریک اور دین کا اعلیٰ نمونہ و مثال تھے۔ ہر طبقہ فکر کیلئے مشترک اور قابل قدر تھے۔ ان کا اس طرح اٹھ جانا

پوری قوم کو سوگوار کر گیا ہے۔ انہوں نے تمام مسلکوں کے درمیان اتحاد و یکجہتی کی جو مساعی کی ہیں انہیں بطور مشن کے جاری رکھنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی شہادت کو قبول فرمائے اور بلندی درجات سے نوازے۔ آمین۔

● **قاضی حسین احمد (سابق امیر جماعتِ اسلامی، پاکستان)**

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید اپنے محترم والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے صحیح جانشین تھے۔ وہی سادگی وہی انکسار جو ان کے والد محترم کی خصوصیت تھی ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ وہ ہر مکتب فکر کے مسلمانوں میں مقبول تھے۔ ان سے آخری ملاقات تمام مکاتب فکر کے علماء کے اجتماع میں ہوئی تھی جو صاحبزادہ ابوالخیر زبیر صاحب نے بلایا تھا۔ جناب ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی صاحب کو ایک گہری سازش کے تحت دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ امریکہ کے رینڈ کارپوریشن نے مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کیلئے جو لائحہ عمل آج سے کئی سال پہلے بنایا اور جو انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ اس کے تحت مسلمانوں کو عملاً لڑانے کیلئے میدان گرم کیا گیا ہے۔ اس گہری سازش کو سمجھنے کی ضرورت ہے اور ان تمام عناصر کو بھی پہچاننے کی ضرورت ہے جو دشمن کے آلۂ کار بن کر اس آگ کو بھڑکا رہے ہیں۔ ہم ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات کی بلندی کیلئے دعا گو ہیں اور ان کے پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی دعا کرتے ان کی جگہ ان کے ہونہار صاحبزادے محمد راغب حسین نعیمی صاحب اب جامعہ نعیمیہ کے مہتمم ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ان پر مرحوم ڈاکٹر شہید کے برکات کو قائم و دائم رکھے۔

● **طاہر محمود ہندلی (ممبر پنجاب اسمبلی)**

ڈاکٹر مولانا سرفراز نعیمی شہیدِ سرمایہ دین اور پاکستان کی محبت سے سرشار تھے۔ جب ہم نے رانا اقبال صاحب سپیکر صوبائی اسمبلی کی قیادت میں پنجاب اسمبلی میں تلاوت کے بعد نعت پڑھنے کی قانون سازی کروائی تو ڈاکٹر صاحب نے مجھ سے بے حد

پیار کیا۔ پیر سیّد محمد کبیر شاہ صاحب کے گھر ہونے والے استقبالیہ میں میری بے پناہ حوصلہ افزائی کی اور میرے ساتھ محبت کا اظہار کیا۔ دعا ہے اللہ کریم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

- **قاضی آفاق حسین (سیکرٹری اوقاف پنجاب)**

حضرت سرفراز نعیمی شہید کی شہادت کے واقعہ کی پرزور مذمت کرنی چاہئے کیونکہ دشمنانِ اسلام کی اس مذموم حرکت سے پاکستان ایک عظیم عالم سے محروم ہو گیا ہے۔

میری حضرت صاحب سے آخری ملاقات 6 جون 2009ء کو ہوئی جب ہم نے مل کر خطیب داتا دربار مسجد کے لئے امیدواران کے انٹرویوز کئے۔ مجھے بالکل احساس نہ تھا کہ یہ میری اس عظیم شخصیت سے آخری ملاقات ہو گی۔ اللہ رب العزت انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور ان کی شہادت کے صلہ میں پاکستان میں امن و امان قائم رکھے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو (آمین)

- **جسٹس ڈاکٹر منیر احمد مغل (ممبر اسلامی نظریاتی کونسل)**

شہید ملک وملت علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نہایت ہی شریف، باعمل اور ساری دنیائے اسلام کیلئے خلوص رکھنے والے انسان تھے۔ وہ سب کو ساتھ لے کر چلتے تھے۔ ہم نے اکٹھے حج بیت اللہ شریف کیا۔ ہر قدم پر انکی محبت ہمارے ساتھ رہی۔ جب کبھی کوئی علمی مسئلہ پیش آتا تو نہایت محبت سے ساتھ چلتے لائبریری کھلواتے اور متعلقہ آیات قرآنی اور احادیث نکال کر دکھاتے سمجھاتے اور مسئلہ حل کر کے دم لیتے۔ مرحوم کو دونوں طرف سے سعادتیں حاصل تھیں۔ ان کے والد محترم قبلہ وکعبہ جناب مفتی محمد حسین نعیمی صاحب اور ادھر ان کی صاحبزادے خصوصاً راغب نعیمی صاحب کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو قائم ودائم رکھے۔ آمین

• جسٹس نذیر احمد غازی

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت اُمتِ مسلمہ کا نقصان ہے۔قوموں' ملتوں اور ملکوں کو عظیم لوگ عطا کے طور پر دیئے جاتے ہیں اور کبھی کبھار سزا کے طور پر واپس لے لئے جاتے ہیں۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد علمی کا نام تھا۔علم' سادگی' شرافت' قناعت' سنجیدگی شائدان کے بعد یکجا کہیں کم دیکھنے کو ملے۔

اللہ کریم ان کے درجات اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصدق ہر آن بلند فرمائے اور ان کے اہلِ خانہ کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

کشتگان خنجرِ تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

• پیر سیّد انوار الحسن شاہ کاشف گیلانی (آستانہ چشتیہ غوثیہ وڑچھ شریف ضلع خوشاب)

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید علیہ الرحمہ کی شہادت ایک بہت بڑا المیہ ہے اور یہ قومی وملی نقصان ہے جس کا ازالہ صدیوں تک نہیں ہوگا۔ یہ خلاء پر ہونا مشکل ہے۔ اللہ کریم حضرت کے درجات بلند فرمائے اور ان کے جانشین کو ان کا مشن زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بعض اوقات جذبات کے اظہار کیلئے الفاظ تنگ پڑ جاتے ہیں۔یہی حال اپنا بھی ہے مگر ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمہ ایک مشن کو زندہ کر گئے اور وہ اپنے نام کی طرح سرفراز ہو کر دنیا سے تشریف لے گئے۔

محبت کا یہی معیار ہوگا جو سر دیگا وہی سردار ہوگا

تحفظ ناموسِ رسالت اور عشقِ مصطفیٰ کی وہ شمع ڈاکٹر صاحب نے اپنے خون سے روشن کی ہے وہ ابدالآباد تک روشن رہے گی۔

کیوں نہ وہ سر بلند ہو کیوں نہ وہ سرفراز ہو
یار کے پائے ناز پہ جس کا سر نیاز ہو

اللہ کریم ڈاکٹر صاحب کے مشن کو چلانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین

● **پیر سیّد محمد مظاہر اشرف اشرفی الجیلانی (کچھوچھہ شریف)**

آج سے قبل ہمیشہ جامعہ نعیمیہ میں کبھی قبلہ مفتی اعظم صاحب اور کبھی بعد میں شہید ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کے بلاوے پر حاضر ہوتا رہا لیکن آج مشیت الٰہی کے تحت ڈاکٹر شہید کی قبر انور پر فاتحہ کیلئے آیا ہوں۔ غم کی اِس کیفیت میں' میں کیا ان کے متعلق لکھوں کیونکہ لکھنے کو بہت ہے لیکن ہمت جواب دے رہی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب جناب محمد راغب حسین نعیمی کو بہت استقلال' صبر' توفیق عطا فرمائے کہ وہ اپنے نامور والد کی جانشینی کو سنبھال سکیں اور نبھا سکیں۔

اشتراکِ درد

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کے سانحۂ ارتحال پر جامعہ نعیمیہ میں تعزیت کیلئے آنیوالے وفود

مرتبہ: مفتی ظفر جبار چشتی

● 12 جون (2009ء) کو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کے سانحہ کے بعد رات گئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف جامعہ نعیمیہ پہنچے۔ جامعہ کے اساتذہ اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے صاحبزادے راغب حسین نعیمی سے ملاقات کی اور دھماکے سے متاثر جگہوں پر جا کر صورتحال کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر صوبائی وزراء، آئی جی پنجاب، کمشنر لاہور اور ممبران اسمبلی بھی ان کے ہمراہ تھے۔

● 13 جون کو نماز جنازہ سے قبل گورنر پنجاب سلمان تاثیر نے جامعہ نعیمیہ کا دورہ کیا اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کے صاحبزادے ڈاکٹر راغب حسین نعیمی اور دوسرے اہلخانہ سے اظہار تعزیت کیا۔ انہوں نے اس موقع پر ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت ملک وقوم کا ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔

● 14 جون کو ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ختم قل کے اختتام پر بعد نماز ظہر سابق وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف جامعہ نعیمیہ آئے۔ انہوں نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور شہید کے صاحبزادے ڈاکٹر راغب حسین نعیمی، شہید کے بھائی پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی اور تاجور نعیمی سے تعزیت کا اظہار کیا۔ اس

موقع پر مسلم لیگ (ن) کے قائد میاں محمد نواز شریف نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اصول پسند اور بہادر انسان تھے۔ ان کی شہادت عظیم سانحہ ہے' جس پر ہم سب کو دکھ ہے۔ خواجہ سعد رفیق اور سردار ایاز صادق (ایم این اے) بھی ان کے ہمراہ تھے۔

● 15 جون کو لاہور ہائیکورٹ کے چیف جسٹس خواجہ محمد شریف جامعہ نعیمیہ آئے اور شہید پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور ان کے بیٹے کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔ اسی روز وفاقی وزراء میاں منظور احمد وٹو' سید خورشید شاہ اور پیر سید صمصام علی بخاری' سابق وزیر اعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کے بیٹے چودھری مونس الٰہی اور پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن لیڈر چودھری ظہیر الدین نے بھی شہید پاکستان کے مزار پر حاضری دی۔ فاتحہ پڑھی اور اپنے اپنے تاثرات تعزیتی کتاب میں درج کیے۔ علاوہ ازیں تحریک منہاج القرآن کے امیر مسکین فیض الرحمٰن درانی اور قائم مقام ناظم اعلیٰ شیخ زاہد فیاض کی قیادت میں نمائندہ وفد نے جامعہ نعیمیہ آ کر شہید پاکستان کے لخت جگر راغب حسین نعیمی سے ملاقات کی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کے سانحہ پر گہرے دکھ کا اظہار کیا۔ 15 جون کو ہی مرکزی جمعیت اہلحدیث کا وفد مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا حافظ عبدالکریم کی سربراہی میں جامعہ نعیمیہ پہنچا۔ شہید پاکستان کے لواحقین کے ساتھ تعزیت کی۔ وفد میں علامہ زبیر احمد' مولانا عبدالرشید حجازی اور علامہ شفیق خان بھی شامل تھے۔

● 16 جون کو جن اہم شخصیات نے جامعہ نعیمیہ میں شہید پاکستان کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور ان کے جانشیں راغب حسین نعیمی کے ساتھ ملاقات کر کے تعزیت کا اظہار کیا۔ ان میں پنجاب اسمبلی کے سپیکر رانا محمد اقبال' جماعت اسلامی کے سابق امیر قاضی حسین احمد' سینئر صوبائی وزیر راجہ ریاض احمد' صوبائی وزراء فاروق یوسف گھرکی' تنویر الاسلام' اشرف سوہنا' پی پی پی کے رہنما عزیز الرحمٰن چن' حافظ زکریا بٹ' منیر احمد خان' جماعت اسلامی کے رہنما حافظ محمد ادریس امیر العظیم' فرید احمد پراچہ شامل تھے۔ اس

کے علاوہ اسی روز میاں نواز شریف کی والدہ بیگم شمیم شریف' عباس شریف کی اہلیہ اوران کی فیملی کی دوسری خواتین نے شہید پاکستان کے گھر آ کران کے اہلخانہ کے ساتھ اظہار افسوس کیا۔

● 17 جون کو سابق وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری' سابق صوبائی وزیر میاں اسلم اقبال' جماعت اسلامی کراچی کے امیر محمد حسین محنتی' جسٹس (ر) شریف حسین بخاری' پیر فاروق الحسن (چورہ شریف) علامہ ایاز ظہیر ہاشمی' مولانا محمد شفیع جوش' پیرزادہ علی احمد صابر چشتی اور فلم سنسر بورڈ کے سیکریٹری سید احمد حسن نے جامعہ نعیمیہ میں شہید پاکستان کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور جامعہ کے اساتذہ اور شہید کے لواحقین کے ساتھ تعزیت کا اظہار کیا۔

● 18 جون بروز اتوار ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی شہادت کے چھ روز بعد بھی جامعہ نعیمیہ میں مختلف وفود کی آمد کا سلسلہ جاری رہا۔ اسی روز سابق وفاقی وزیر اعجاز الحق' پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر رانا آفتاب' چورہ شریف کے سجادہ نشین پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی' تنظیم مشائخ عظام کے سربراہ صوفی مسعود احمد صدیقی' مرکز بلال کے امیر پیر شفاعت رسول' دعوت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن مولانا محمد زبیر عطاری' ریڈیو پاکستان کے سینئر پروڈیوسر احمد رضا چیمہ' پیر سید زوار حسین شاہ بخاری' پیر سید شاہد حسین' پیر سید عبدالمصطفی چشتی جامعہ نعیمیہ آئے۔ اس روز جمعیت علماء پاکستان (نورانی) کا نمائندہ وفد بھی جامعہ نعیمیہ پہنچا۔ وفد میں مرکزی سیکرٹری جنرل قاری زوار بہادر' پیر سید اعجاز ہاشمی' علامہ سید شبیر احمد ہاشمی شامل تھے۔

● پیر 19 جون' جماعت اسلامی کے امیر منور حسن نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ عظیم اور قدیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ آ کر ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی آخری آرامگاہ پر فاتحہ خوانی کی اور ان کے جانشین علامہ راغب حسین نعیمی سے ملاقات کر کے 12 جون کے سانحہ پر دکھ اور غم کا اظہار کیا۔ جماعت اسلامی کے وفد میں نائب امیر چودھری محمد

سلم سلیمی' پنجاب کے نائب امیر ظفر جمال بلوچ' شعبہ تعلقات عامہ کے ڈائریکٹر صفدر علی چودھری' ناظم امور عامہ سجاد احمد نیازی اور مرکزی سیکرٹری اطلاعات انور نیازی شامل تھے۔

● 20 جون منگل ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کا آٹھواں دن۔اس روز جے یو آئی کے وفد نے جامعہ نعیمیہ میں شہید پاکستان کی مرقد پر فاتحہ پڑھی اوران کے غمزدہ بیٹے راغب حسین نعیمی کے ساتھ تعزیت کا اظہار کیا۔وفد میں مولانا محبّ النبی' مولانا امجد خان' مولانا سیف الدین سیف' مولانا میاں عبدالرحمٰن' مولانا قاری نذیر احمد' جمال عبدالناصر' مفتی شمس الحق' مولانا فصیح الدین سیف شامل تھے۔

● 21 جون' بدھ......اس روز پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ چودھری پرویز الٰہی' مسلم لیگ (ق) کے سربراہ چودھری شجاعت حسین' سابق صوبائی وزیر راجہ بشارت کے علاوہ وفاق المدارس کے وفد نے بھی شہید پاکستان کے مزار پر حاضری دی۔ وفاق المدارس کے وفد میں مولانا سلیم اللہ خان' مولانا عبدالرحمٰن اشرفی' حافظ فضل الرحیم' قاری محمد حنیف جالندھری' مولانا قاری احمد میاں تھانوی' مولانا محمد اکرم کشمیری' مولانا اسداللہ فاروق' مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی' مولانا فہیم الحسن تھانوی شامل تھے......اسی روز کنز الایمان سوسائٹی کے وفد نے بھی محمد نعیم طاہر رضوی کی قیادت میں شہید پاکستان کے مزار پر پھولوں کی چادر چڑھائی۔

● 23 جون......شہید پاکستان کی شہادت پران کے بیٹے راغب حسین نعیمی سے اظہارِ تعزیت کیلئے کراچی سے ایم کیو ایم کے مرکزی رہنما فاروق ستار جامعہ نعیمیہ پہنچے۔ انہوں نے اس موقع پر اعلان کیا کہ کراچی کی ایک شاہراہ کا نام ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے نام پر رکھا جائیگا اور کراچی یونیورسٹی میں ''سرفراز نعیمی چیئر'' قائم کرنے کیلئے گورنر سندھ سے بات کریں گے۔ایم کیو ایم کے وفد میں رابطہ کمیٹی کے رکن ڈاکٹر علی حسین' صوبائی رہنما عنصر بٹ اور ملک زاہد بھی شامل تھے۔اسی روز جماعت اسلامی پنجاب کے امیر ڈاکٹر سید

وسیم اختر بھی تعزیت کیلئے جامعہ نعیمیہ آئے۔

● 24 جون...... آستانہ عالیہ وادی عزیز شریف (چنیوٹ) کے سجادہ نشین خواجہ محبوب الٰہی جامعہ نعیمیہ تشریف لائے۔ شہید کے مزار پر چادر پوشی کی' فاتحہ پڑھی اور راغب حسین نعیمی سے تعزیت کا اظہار کیا۔

● 25 جون...... مسلم ملت موومنٹ کے چیئر مین غلام اکبر سیال تعزیت کیلئے جامعہ نعیمیہ آئے۔

● 27 جون...... جے یو آئی کے امیر مولانا فضل الرحمٰن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جامعہ نعیمیہ آئے۔ مزار پر فاتحہ پڑھی اور جامعہ کے اساتذہ اور شہید کے لواحقین سے ملاقات کی۔

● 28 جون کو 12 بجے دوپہر وزیراعظم پاکستان مخدوم سید یوسف رضا گیلانی نے جامعہ نعیمیہ کا دورہ کیا۔ شہید پاکستان کے مزار پر دعا کی اور جامعہ کی لائبریری میں شہید کے لواحقین اور اکابرین اہلِ سنّت سے ملاقات کی۔ اس موقع پر انہوں نے اپنی گفتگو میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی دینی' ملی اور قومی خدمات کو سراہا۔ ملاقات کے دوران سنّی اتحاد کونسل کے چیئر مین صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم' علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی' پروفیسر محفوظ الرحمٰن نعیمی' مولانا عبدالعلیم سیالوی' پیر محمد افضل قادری' مولانا غلام محمد سیالوی' صاحبزادہ عبدالمصطفی ہزاروی' پیر سید محفوظ مشہدی' صاحبزادہ سید محمد صفدر شاہ' محمد نواز کھرل' مفتی ظفر جبار چشتی' علامہ محمد قاسم علوی' محمد ضیاء الحق نقشبندی' محمد علی رضوی' علامہ نعیم جاوید نوری' ممتاز طاہر' علامہ ارشد اقبال بھی موجود تھے۔

● 4 جولائی...... تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے جامعہ نعیمیہ میں شہید پاکستان کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور ڈاکٹر راغب حسین نعیمی سے ملاقات کر کے ان کے عظیم والد محترم کو خراج تحسین پیش کیا۔

اعتراف عظمت

☆☆☆☆

شہیدِ پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی
اہلِ صحافت کی نظر میں

●●●

وطنِ عزیز پاکستان کے صفِ اول کے کالم نویسوں کے تاثرات واحساسات اگلے صفحات پر پیش کیے جا رہے ہیں جو ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کی دردناک شہادت کے سانحہ کے بعد مختلف قومی اخبارات میں شائع ہوتے رہے۔

(مرتبہ: مفتی ظفر جبار چشتی)

کیا سرفراز نعیمیؒ کا لہو بھی!

(عرفان صدیقی)

وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور مسجد نبویؐ کے دالان ہجوم عاشقان سے چھلک رہے تھے۔ فجر کی نماز کے بعد جب میں ایک گوشے میں بیٹھا روضہ رسولؐ اور کبھی عاشقان رسولؐ کی طرف دیکھ رہا تھا تو طرح طرح کے خیالات قلب و ذہن میں مچلنے لگے تھے۔ مجھے اصحاب صفہ یاد آ گئے تھے جو بارگاہ رسالت سے کسب فیض کے لیے جانے کہاں کہاں سے یہاں آئے تھے۔ انہیں حضورؐ سے اور حضورؐ کو ان سے کیسی محبت تھی کہ داستانیں چھوڑ گئی۔ ان میں حضرت ابو ہریرہؓ بھی تھے۔ فرماتے ہیں "میں نے ۷۰ ایسے افراد کو دیکھا کہ ان کے کپڑے ان کی رانوں تک نہیں آتے تھے جب نماز پڑھتے تھے اور رکوع میں جاتے تھے تو کپڑوں کو اپنے ہاتھ سے سمیٹ لیتے تھے کہ پردہ دری نہ ہو۔ ایک دوسرے سے یوں جڑ مل کر بیٹھتے تھے کہ ایک کے ذریعے دوسرے کی پردہ پوشی ہوتی رہے۔ کئی بھوک اور ضعف سے دوران نماز گر جاتے۔ ایک دن کچھ نے حضورؐ سے عرض کیا" کچھ کھانے کو نہیں ملتا، کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا دیئے ہیں" حضورؐ نے خاموشی اختیار کی لیکن دل ہی دل میں کہا "تمہیں کیا خبر، ایک یا دو مہینے سے رسولؐ کے گھر میں دھواں نہیں اٹھا۔ صرف پانی اور کھجور پر بسر ہے" پھر مجھے اپنے ہاں کے وارثان منبر و محراب، واعظان خوش کلام، صاحبان جبہ و دستار اور سفیران دعوت و ارشاد کا خیال آیا جو دنیا کے ہو کر رہ گئے ہیں اور جن کا کروفر بڑے بڑے اہل دولت و حشمت کو بھی شرماتا ہے۔ جمعہ کے وقت ہجوم ایک بیکراں سمندر بن چکا تھا بصد مشکل سیڑھیاں چڑھ کر بالائی منزل کے برآمدے تک پہنچ پایا۔ امام مسجد نبوی، خطبہ ارشاد

فرمارہے تھے کہ مجھے اپنے فون پر ایک پیغام موصول ہوا ''لاہور میں بم دھماکا، ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید ہو گئے'' میرے دل میں درد کی ایک لہر سی اٹھی اور آپ ہی آپ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔ نماز تمام ہوئی، میں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اللہ اس پاکباز شہید کے درجات بلند فرما، اسے اس مقام بلند سے نواز جو سچے عاشقان رسولؐ کے لیے مخصوص ہے، اسے دربارِ رسالتؐ کے خاصان میں شمار فرما۔ مغرب کے بعد میں نے روضہ رسولؐ پر حاضری دی اور شہید کی روح کا سلام پہنچایا۔ جالیوں سے آتی ٹھنڈی معطر ہوا کے ایک جھونکے نے کہا ''وہ ہمارے حلقۂ نور میں پہنچ چکی ہے''۔ علماء کے قتل کا سلسلہ ایک مدت سے جاری ہے۔ ہر مسلک اور ہر مکتب فکر اپنے شہداء کی فہرست رکھتا ہے لیکن سرفراز نعیمی تو ایک صلح کل شخص تھا۔ میں نے کبھی اس کی زبان سے کوئی تلخ جملہ، کوئی تندو تیز لفظ اور کوئی ناتراشیدہ تبصرہ نہیں سنا۔ ایک خاص مسلک کا ترجمان اور سرکردہ نمائندہ ہونے کے باوجود ان کی گفتگو میں دوسروں کے لیے ملائمت اور نرمی تھی۔ وہ دینی تعلیم کے علاوہ جدید دنیوی علوم سے بھی آراستہ تھے۔ حافظ قرآن ہونے کے ناتے ان کا سینہ انوار کا خزینہ تھا۔ وہ توپ، تلوار، بندوق اور کلاشنکوف جیسی چیزوں سے ناآشنا تھا۔ وکالت کی ڈگری بھی لے رکھی تھی اور دلیل پر یقین رکھتا تھے۔ ان کے لہجے میں عالمانہ تفاخر کی رمق نہ تھی۔ وہ گھن گرج کے آدمی تھے ہی نہیں۔ ساون کی بارشوں کے خروش کے بجائے وہ دسمبر کی رم جھم جیسے تھے جو پھوار کی طرح برستی اور دلوں کو نہال کر جاتی ہے۔

مجھے دو بار جامعہ نعیمیہ کی تقریبات میں جانے کا موقع ملا۔ ڈاکٹر صاحب سے کئی ملاقاتیں رہیں۔ کم از کم تین بار وہ میرے گھر تشریف لائے وہ جب بھی کسی تقریب کے لیے بلاتے تو پہلے ٹیلی فون کرتے پھر باضابطہ دعوت نامہ بھجواتے اور پھر خود تشریف لاتے۔ میں ہر بار کہتا کہ ڈاکٹر صاحب فون ہو گیا، دعوت نامہ آ گیا، اب آپ کیوں زحمت فرماتے ہیں

لیکن وہ لطافت میں ڈوبا ایک ہی جملہ فرمایا کرتے ''اس بہانے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جائے گا''۔ میں نے کبھی انہیں چمکتی دمکتی کسی عالی نسب گاڑی پر نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ہی پرانے ماڈل کی چھوٹی سی گاڑی پہ ہوتے جو کئی کئی ہچکیاں لینے کے بعد اسٹارٹ ہوتی تھی۔ ہمارے جید علمائے کرام میں سے شاید ہی کوئی ایسی گاڑی میں بیٹھنے کی خجالت برداشت کرے۔ انہوں نے موٹر سائیکل رکھا ہوا تھا۔ میں نے خود ایک بار انہیں موٹر سائیکل پر سوار دیکھا۔ وہ ان خرخشوں سے بے نیاز تھے۔ ان کے لباس میں بھی فقیرانہ سادگی تھی نہ جبہ، نہ عمامہ، نہ کلاہ نہ دستار، کوئی واقف نہ ہو تو قیاس نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں بڑے باپوں کی اولاد چھوٹی اور ہلکی نکلی لیکن مولانا محمد حسین نعیمی کی روح آسودہ ہوگی کہ ان کا بیٹا سرفراز شہادت کے منصب عظمٰی پر سرفراز ہوا اور انہیں بھی سرفراز کر گیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی محنت اور مشقت کرنے والے شخص تھے۔ انہوں نے بھرپور ریاضت سے نہ صرف اپنے عظیم والد کی علمی وراثت کو سنبھالا بلکہ اس میں گراں قدر اضافہ بھی کیا۔ ایک بار انہوں نے مجھے جامعہ کا تفصیلی دورہ بھی کرایا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی تھی کہ اس عظیم کام کے لیے ڈاکٹر صاحب وقت کہاں سے نکالتے اور وسائل کیسے فراہم کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران، علامہ اقبال کا ایک شعر مسلسل میرے ساتھ ساتھ رہا۔ کبھی خیال میں کبھی ہونٹوں پر

تو اے مولائے یثرب آپ میرے چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی، میرا ایماں ہے زناری

بلاشبہ ہماری سوچ مغرب زدہ ہے اور ہمارا ایمان شرک و بت پرستی میں لت پت ہے۔ ایسے میں صرف حضورؐ کی نگاہ کریم ہی دلوں کی دنیا بدل سکتی اور سوچ کو روشنی عطا کر سکتی

ہے۔ مولائے یثرب کی چارہ سازی کے بغیر نہ علم کسی کام کا نہ حکمت و دانش سے کچھ حاصل۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی یقیناً مولائے یثرب کے دامان رحمت کے سائے تلے تھے۔ عشق رسولؐ ان کا سب سے بڑا سرمایہ تھا۔ رسالت مآبؐ کے خاکوں کا مسئلہ اٹھا تو سرفراز نعیمی احتجاج کے سب سے بڑے پرچم بردار تھے۔ انہیں قید و بند سے بھی گزرنا پڑا لیکن ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ نواز شریف کے خاندان سے تعلق کے باعث انہیں مشرف حکومت کی طرف سے دباؤ کا بھی نشانہ بننا پڑا۔ وہ سرکار دربار کے آدمی نہیں تھے۔ چاہتے تو میاں صاحب سے ٹکٹ مانگ کر قومی اسمبلی یا سینٹ میں پہنچ جاتے لیکن کبھی اس کی آرزو نہ کی۔ جامعہ نعیمیہ کی دیکھ بھال اور اس کا فروغ، ان کی بڑی ترجیح رہی۔ اتحاد بین المسلمین کے لیے وہ ہمیشہ سرگرم رہے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے فورم سے بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ نفرتوں کے کاروبار سے نا آشنا تھے۔ ان کی زندگی کے آخری ایام سے اندازہ ہوتا ہے جیسے بہت دور سے ان کا محبوب انہیں بلا رہا تھا اور انہیں اپنے لہو میں نہا کر قبائے شہادت پہننے کی جلدی تھی۔

بیت اللہ کا ایک طواف ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی روح پاک کی نذر کرنے کے بعد مقام ابراہیم کے سامنے آب زمزم پیتے ہوئے میں سوچ رہا تھا؟؟ کیا اس مرد درویش کا لہو بھی رخ پاکستان کا غازہ نہیں بن سکے گا۔

(۲۰/جون ۲۰۰۹ء روزنامہ جنگ)

آپ کا مشن جاری رہے گا

(حامد میر)

ہر مشکل وقت میں ہمت و حوصلے اور شفقت سے لبریز ایک آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ آواز دینے والا کہا کرتا تھا...... ''گھبرانا نہیں، ہم آپ کیساتھ کھڑے ہیں، آپ کے اور ہمارے دشمن مشترکہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرے گا''۔

افسوس کہ ہر مشکل وقت میں حوصلہ دینے والی یہ آواز پھر کبھی سنائی نہ دے گی۔ یہ آواز ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے ساتھ نیازمندی کافی پرانی تھی لیکن قربت گیارہ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد پیدا ہوئی۔ جنرل پرویز مشرف نے افغانستان پر حملے کے لیے امریکہ کو پاکستان میں ہوائی اڈے فراہم کئے تو ڈاکٹر سرفراز نعیمی بھی اسی فیصلے کی مخالفت کرنے والوں میں پیش پیش تھے۔ مشرف حکومت نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ حکومت پر تنقید بند کر دیں ورنہ انہیں محکمہ اوقاف کی ملازمت سے فارغ کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب پر اس پیغام کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اسلام آباد میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا ایک اجلاس ہوا جس میں متفقہ طور پر امریکا کو پاکستان کے ہوائی اڈے فراہم کرنے کی مذمت کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے اس اجلاس میں شرکت کی اور کچھ عرصہ کے بعد انہیں سرکاری ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔ ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک کے ایک اخبار نے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے توہین آمیز خاکے شائع کئے تو دنیا بھر کے مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے تحفظ ناموس رسالت کے نام سے ایک محاذ قائم کیا اور احتجاج شروع کر دیا۔

مشرف حکومت کو یہ احتجاج سخت ناپسند آیا اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو دہشت گردی ایکٹ کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ انہی دنوں آرمی ہاؤس راولپنڈی میں ایک بریفنگ کے دوران اس خاکسار نے جنرل پرویز مشرف سے یہ پوچھنے کی جسارت کرڈالی کہ اپ نے ایک بزرگ عالم دین ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو دہشت گردی کے الزام میں پابند سلاسل کیوں کر رکھا ہے؟ سوال سن کر حاکم وقت بھڑک اٹھا اور رعونت آمیز لہجے میں بولا۔ ''عالم دین؟ کون عالم دین یہ تو دو ٹکے کا مولوی ہے جسے نواز شریف نے خرید رکھا ہے اور یہ پاکستان میں دہشت گردی کرتا ہے میں تو اس کو نہیں چھوڑوں گا۔'' میں نے گزارش کی اور عرض کیا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور مفتی منیب الرحمان ان علماء میں سے ہیں جو پاکستان میں خودکش حملوں کی مخالفت کر رہے ہیں یہ آپ سے اختلاف رائے کر سکتے ہیں لیکن ان علماء کا دہشت گردی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حاکم وقت کچھ سننے کے لیے تیار نہ تھا لیکن چند ہفتوں کے بعد کوئی ٹھوس ثبوت دستیاب نہ ہونے کے باعث انسداد دہشت گردی کی عدالت کو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی رہائی کا حکم جاری کرنا پڑا۔

۳رنومبر ۲۰۰۷ء کو جنرل پرویز مشرف نے ایمرجنسی نافذ کرنے کے بعد میڈیا پر پابندیاں عائد کردیں۔ یہ خاکسار ان پانچ ٹی وی اینکرز میں شامل تھا جو کم وبیش چار ماہ تک ٹی وی اسکرین سے غائب رہے۔ پابندی کے دنوں میں لوگ ہم سے ہمدردی کیا کرتے تھے لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہمیشہ مجھے مبارکباد دیا کرتے۔ ان کا کہنا تھا کہ جنرل پرویز مشرف مسلمانوں کے دشمنوں کا اتحادی ہے اور ایسے شخص کی نفرت کا نشانہ بننا کسی بھی سچے مسلمان کے لیے فخر کی بات ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ہمیشہ کہا کرتے کہ جنرل پرویز مشرف نے پاکستان میں تشدد اور عسکریت پسندی کو سوچے سمجھے منصوبے کے تحت فروغ دیا تاکہ

امریکہ مشرف کو اپنی ضرورت سمجھتا رہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ نہیں بلکہ درجنوں مرتبہ کہا کہ جب تک امریکا کی فوجیں افغانستان میں موجود ہیں اس خطے میں امن قائم نہ ہوگا۔ اکتوبر ۲۰۰۸ء میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے ملک بھر کے علماء کو لاہور میں اکٹھا کیا اور خودکش حملوں کی مذمت میں ایک فتویٰ جاری کیا۔ اس سال یکم مارچ کو انہوں نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں اپنے والد مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی یاد میں ایک سیمینار منعقد کیا جس میں مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف، پیر علاؤالدین صدیقی صاحبزادہ فضل کریم اور دیگر زعماء کے علاوہ مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ جامعہ نعیمیہ کے احاطے میں بنائے گئے اسٹیج پر بلٹ پروف نصب کیا گیا تھا۔ اس شیشے کو دیکھ کر نواز شریف کہنے لگے کہ موت کا ایک دن مقرر ہے، جس دن موت آنی ہے یہ بلٹ پروف شیشہ کسی کو نہیں بچا سکتا۔ یہ سن کر ڈاکٹر سرفراز نعیمی بولے کہ موت کا واقعی دن مقرر ہوتا ہے لیکن آپ کی حفاظت کے لیے تدابیر کرنا بھی ہم میزبانوں کا فرض تھا۔ اس دن ڈاکٹر صاحب بڑے خوش تھے۔ اس سیمینار میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کھل کر کہا کہ پاکستان کو درپیش تمام مسائل کی وجہ امریکی غلامی ہے جب تک ہم اس غلامی کو نہیں چھوڑیں گے ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

اس واقعے کے چند ہی دنوں کے بعد معزول ججوں کی بحالی کے لیے لانگ مارچ ہوا۔ ایک مذہبی جماعت کے سربراہ نے اس لانگ مارچ کو صرف ایک صوبے کی تحریک قرار دے کر متنازع بنانے کی کوشش کی حالانکہ لانگ مارچ کا آغاز سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر علی احمد کرد نے کوئٹہ سے کیا تھا۔ معزول ججوں کی بحالی کی تحریک کو متنازع بنانے کی کوشش کرنے والے گروہ کا سیاسی وفکری ماضی سامنے لانے پر میرے خلاف مظاہرے ہوئے اور کھلم کھلا قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر سرفراز

نعیمی مجھے اپنے پیچھے کھڑے نظر آئے۔ وہ کئی دن تک مسلسل روزانہ فون کر کے میری خیریت دریافت کرتے رہے بلکہ انہوں نے لاہور اور کراچی میں اس ناچیز کے حق میں جلوس بھی نکال ڈالے۔ یہ میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب نے جامعہ نعیمیہ کے طلبہ کے ہمراہ میرے حق میں آواز بلند کی۔ شہادت سے چند دن پہلے انہوں نے پھر فون کیا اور مجھے محتاط رہنے کی تاکید کی۔ میں نے ان کی تاکید کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ حضرت میری فکر چھوڑیں آپ اپنی فکر کریں۔ انہوں نے تصدیق کی کہ وہ بھی خطرات محسوس کر رہے ہیں لیکن دوسرے ہی لمحے انہوں نے ایک اور سیمینار کے بارے میں صلاح مشورہ شروع کر دیا۔

ان کا خیال تھا کہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے جید علماء کو جامعہ نعیمیہ یا کسی اور مقام پر اکٹھا کر کے ملکی مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شخصیت فرقہ واریت سے بالا تھی ۱۲ جون کو انہیں خودکش حملے میں شہید کرنے والوں کی پوری کوشش تھی کہ لاہور میں بریلوی اور دیوبندی لڑائی شروع ہو جائے لیکن ڈاکٹر ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے سمجھدار شاگردوں نے یہ سازش ناکام بنادی۔ ڈاکٹر صاحب اپنی زندگی میں اس سازش کی بو سونگھ چکے تھے اور اپنے کئی احباب سے کہہ چکے تھے کہ جس طرح امریکا نے عراق میں شیعہ سنی فسادات کرائے اب پاکستان میں بریلوی دیوبندی فساد کی سازش کی جارہی ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی پہلے عالم دین نہیں جنہیں خودکش حملوں کی مخالفت پر موت کی نیند سلایا گیا۔ ۱۸ ستمبر ۲۰۰۷ء کو پشاور میں مولانا حسن جان کو بھی اسی لیے شہید کیا گیا کہ وہ خودکش حملوں کی مذمت کرتے تھے۔ ان کا تعلق جمعیت علمائے اسلام سے تھا اور وہ بھی افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی کو تمام مسائل کی وجہ سمجھتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ

بیت اللہ محسود اور اس کے ساتھی مولانا حسن جان اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے علماء کو شہید کر رہے ہیں جو امریکہ کے مخالف ہیں جبکہ امریکہ کے اعلانیہ حامیوں کے لیے ان کی دھمکیاں صرف زبانی کلامی ہوتی ہیں۔ بیت اللہ محسود امریکہ کے مخالفوں کا صفایا بھی کر رہے ہیں اور امریکہ کی شروع کردہ جنگ کو پھیلانے اور اپنانے کا سامان بھی پیدا کر رہے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی سازش ہے اور اس سازش کو سمجھنے کے لیے جامعہ نعیمیہ لاہور میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو اکٹھے ہونے کی ضرورت ہے۔ علماء کو متحد کرنا ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا مشن تھا۔ ان کی آواز اب کبھی سنائی نہ دے گی لیکن ہمیں ان کا مشن جاری رکھنا ہے۔

(۱۵/جون ۲۰۰۹ء روزنامہ جنگ)

روشنی کی لکیر!

(عطاءالحق قاسمی)

میں نے جب پہلی دفعہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو دیکھا تو مجھے یقین نہ آیا کہ یہ پاکستان کے ایک بہت بڑے دینی مدرسہ کے مہتمم، سواداعظم اہل سنت والجماعت کے ایک بڑے رہنما، ایک بڑے اسلامی اسکالر اور اپنے وقت کے ایک بہت بڑے عالم دین مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے جانشین ہیں۔ کیونکہ وہ ستر اسی لاکھ کی گاڑی پر سوار نہ تھے۔ ان کے ساتھ گن مین نہیں تھے، ان کے لہجے میں علمی رعونت اور زہد وتقویٰ کا کوئی زعم شامل نہیں تھا بلکہ وہ سادہ سے لباس میں ایک پرانے سے موٹر سائیکل پر سوار تھے اور واپس جاتے وقت انہیں اس موٹر سائیکل کو دھکا بھی لگوانا پڑتا تھا۔ ان کی گفتگو میں شیرینی تھی اور ان کے لہجے میں عجز وانکسار بہت فطری تھا۔ تاہم مجھے یہ سب کچھ ''غیر فطری'' لگ رہا تھا کیونکہ ہمارے ہاں مذہب کے نام پر ایک ایسا گروہ وجود میں آچکا ہے جس کے ارکان عالیشان کاروں میں سفر کرتے ہیں۔ سفر کے دوران ان کے ساتھ گن مین ہوتے ہیں جو ان کی ہیبت میں اضافہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے بنگلے ان کی امارت کا پتہ دیتے ہیں اور ان کی یہ سب شان وشوکت جن ذرائع کی مرہون منت ہے، اس کا پتہ عام آدمی کو آج تک نہیں چل سکا جبکہ حکومت چلانے والے ان ذرائع سے واقف ہیں لیکن وہ اس گروہ سے بنا کر رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے ہر برے وقت میں حکومت کے کام آنا ہوتا ہے!

اس کے برعکس پاکستان سے ٹوٹ کر محبت کرنے والے اور جمہوری قدروں کے لیے قربانیاں دینے والے شہید ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ ان ''دیوہیکل علماء'' سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ وہ اپنے مدرسے میں طلبہ کو قرآن وحدیث کا درس دیتے تھے اور اپنا کچن چلانے کے لیے صرف چھ ہزار روپے ماہانہ مدرسے کے ''بیت المال'' سے وصول کرتے تھے۔ وہ کسی محل میں نہیں رہتے تھے چنانچہ انہیں کبھی حکومتوں کا ''شرعی ترجمان'' بننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ ان کی درویشی کا یہ عالم تھا کہ بقول انور قدوائی صاحب انہوں نے ''جنگ'' کے لئے لکھے گئے دینی مضامین کا کوئی معاوضہ وصول کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔ مولانا اہل سنت کے بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے اور اتحاد بین المسلمین کے بہت بڑے پرچارک تھے۔ وہ اس حوالے سے اپنے عظیم والد مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ ایسا نہیں کہ وہ اختلافی موضوعات پر بات نہیں کرتے تھے۔ وہ ان موضوعات کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر پیش کرتے رہتے لیکن انہوں نے اختلاف کو کبھی باعث فساد نہیں بننے دیا چنانچہ تمام مکاتب فکر کے علماء ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور دل سے ان کا احترام کرتے تھے۔ حضرت مولاناؒ سے میری آخری ملاقات جناب مجید نظامی کی اہلیہ محترمہ کی نماز جنازہ کے بعد باغ جناح کی مسجد سے باہر نکلتے ہوئی۔ حسب معمول بے حد شفقت سے ملے، مجھے علم نہیں تھا کہ میری ان سے یہ آخری ملاقات ہے ورنہ میں اس شخص کو اور جی بھر کر دیکھ لیتا کہ یہ ایک ایسا عالم دین تھا اور اس کا کردار اتنا شفاف تھا کہ میں پاکستان کے ہر عالم دین میں اس کا عکس دیکھنے کا متمنی رہا تھا۔ علمائے بریلی اور علمائے دیوبند میں قرون اولیٰ کے مسلمانوں والی صفات کے حامل علماء ایک ایک کر کے ہم سے رخصت ہوتے جارہے ہیں اور ان کی جگہ وہ گروہ لے رہا ہے جن کی درویشی کے متعلق اقبالؒ نے

خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

والا شعر کہا تھا!

میں یہاں ایک افسوسناک حقیقت کا اظہار بھی کرنا چاہتا ہوں کہ میاں نواز شریف کا خاندان ہر مسلک کے علماء کے ساتھ عقیدت کا تعلق رکھتا ہے۔ ۱۲ اکتوبر ۹۹ء کو ایک فوجی آمر نے جس طرح آئین اور قانون کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اقتدار پر قبضہ کیا۔ اس پر بہت کم لوگ تھے جنہوں نے حق وانصاف کا ساتھ دیتے ہوئے اس آمر کے خلاف زبان کھولی ہو۔ اسی سرد مہری کا اظہار علماء کے طبقے کی طرف سے بھی ہوا۔ اگر کسی نے زبان کھولی تو بریلوی مکتب فکر کے علماء میں سے وہ مولانا سرفراز نعیمیؒ، صاحبزادہ مولانا فضل کریم اور پیر امین الحسنات تھے یا پھر اہل حدیث علماء میں سے علامہ ساجد میر اس حوالے سے سامنے آئے۔ باقی یا تو صف دشمناں میں شامل ہو گئے یا منہ میں گنگنیاں ڈال کر بیٹھے رہے! متذکرہ علماء میں سے بھی صرف ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ واحد مثال تھے جن کا کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں تھا مگر انہوں نے شدید دباؤ کے باوجود نو سالہ دور آمریت میں اس کردار کا مظاہرہ کیا جو ہمارے علمائے حق کا وتیرہ رہا ہے۔ اگر کوئی شخص طالبان کے ''مسلک'' کا حوالہ دے کر ان کی درندگی اور ان کی بربریت کو اس مسلک کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کرے تو یہ ناانصافی ہوگی کیونکہ ''طالبان'' کے نام پر سرگرم طبقہ امریکی، بھارتی اور یہودی ایجنڈے کی تکمیل میں مشغول ہے چنانچہ انہیں کسی مسلک سے وابستہ سمجھنا سادہ لوحی ہوگی۔ مولانا سرفراز نعیمیؒ اس نکتے کو سمجھتے تھے چنانچہ انہوں نے اسی طبقے کو پاکستان اور اسلام دشمن طبقہ سمجھ کر ہی ان کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ امیر جماعت اسلامی

سید منور حسن نے ''جیو'' کے تعزیتی پروگرام میں مولانا نعیمیؒ کے بارے میں صرف یہ کلمہ خیر کہا کہ وہ ایک معتدل شخصیت تھے۔ اس کے بعد نہ کوئی تعزیتی کلمہ ان کی زبان سے نکلا اور نہ مولانا کی شہادت پر رتی بھر دکھ کا اظہار ان کے لہجے سے ہوا بلکہ وہ اپنا سارا غصہ اس بات پر اتارتے رہے کہ (مولانا کو شہید کرنے والے) طالبان کے خلاف فوجی آپریشن کیوں ہو رہا ہے۔ اینکر پرسن نے جب انہیں اس موضوع کی طرف لانے کی کوشش کی تو انہوں نے اس اینکر پرسن پر طعن و تشنیع کے نشتر چلانے شروع کر دیئے حالانکہ مولانا نعیمیؒ کی شہادت تمام مسالک کے علماء کے درمیان ایک اخوت اور بھائی چارے کی فضاء پیدا کرنے کا باعث بن سکتی تھی اور یہ اسی صورت میں ممکن تھا کہ تمام مذہبی جماعتیں، تمام مسالک کے دینی مدارس اور مختلف طبقہ فکر کے حامل علماء مولانا نعیمیؒ کی شہادت کا مشترکہ سوگ مناتے۔ ایسا ہوا بھی لیکن اس طرح نہیں ہوا جس طرح ہونا چاہئے تھا یہ کام زیادہ منظم اور زیادہ موثر طور پر ہوسکتا تھا۔

مولانا نعیمیؒ کے بارے میں ایک اور بات قابل ذکر ہے اور وہ یہ کہ ان کے مدرسہ میں دینی تعلیم کے علاوہ دنیاوی تعلیم کا بھی بندوبست تھا۔ مجھے ایک دفعہ یہ مدرسہ دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا اور مجھے بے حد خوشی ہوئی جب میں نے باریش طلبہ کو کمپیوٹروں پر بیٹھے دیکھا۔ دراصل مولانا بظاہر روایتی عالم دین ہونے کے باوجود آج مذہب کو درپیش مسائل کا مکمل ادراک رکھتے تھے اور اس حوالے اپنے فرض اور اس کے کما حقہ ادائیگی سے بھی واقف تھے۔ دراصل مولانا مرحوم و مغفور ہر معاملے میں معتدل مزاج کے حامل تھے وہ دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم کو بھی ضروری سمجھتے تھے۔ وہ اپنے مسلک کے پرچارک تھے اور دوسرے مسلک کے لوگوں سے باہمی احترام کا رشتہ بھی استوار رکھتے تھے۔ وہ پاکستان اور عالم اسلام کے خلاف امریکی جارحیت کے مخالف بھی تھے لیکن اس مخالفت کی آڑ میں وہ امریکہ کے آلۂ کار

عناصر کے لیے دل میں کوئی نرم گوشہ بھی نہیں رکھتے تھے چنانچہ انہوں نے ان عناصر کے خلاف فوجی آپریشن کی کھل کر حمایت کی اور خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ بھی صادر کیا اور پھر یہی چیز ان کی شہادت کا باعث بنی۔ ان کی شہادت نے دلوں کو ولولہ تازہ دیا ہے۔ ان کا خون بہانے والوں کو پتہ نہیں کہ اس عالم باعمل کے خون کی لکیر پاکستان کے مسلمانوں کے لیے روشنی کی لکیر کا درجہ حاصل کر چکی ہے! یہ روشنی کی لکیر انتہاء پسندی کے اندھیروں میں ہمیں اس منزل تک لے جائے گی جس منزل کا خواب برصغیر کے مسلمانوں نے دیکھا تھا!

(۱۶/جون ۲۰۰۹ء روزنامہ جنگ)

عظیم شہادت میں عزم کا پیغام

(الطاف حسن قریشی)

دہشت گردی کے عفریت نے ہمارے عہد کے ایک بہت بڑے عالم اور فقیر منش انسان کو ہڑپ کرلیا ہے جس کے نتیجے میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے جو اس قحط الرجال کے زمانے میں شاید ہی پر ہو سکے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ان رجال کبیر میں سے تھے جو امت مسلمہ میں اتحاد کے داعی اور اعتدال اور توازن کا ایک خوبصورت پیکر تھے۔ ان کے لیے تمام مکاتب فکر کے علماء میں عزت واحترام پایا جاتا تھا۔ گزشتہ کئی ماہ سے وہ دہشتگردی کے خلاف بڑے سرگرم تھے اور ایک متحدہ محاذ بنانیکی بھرپور کوشش کر رہے تھے۔ وہ بڑے باہمت اور پرعزم دینی رہنما تھے اور خودکش حملوں کو حرام سمجھتے تھے۔ ان کی شبانہ روز کوششوں سے متحدہ علماء کونسل نے خودکش حملوں کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تھا جس نے عام لوگوں کا ذہن تبدیل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا تھا۔ وہ دینی علوم کے علاوہ عصری علوم پر بھی دسترس رکھتے اور عالمی سیاست کے پیچ وخم سمجھتے تھے۔ وہ جس قدر طالبان کی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف تھے، اسی قدر وہ امریکہ اور بھارت سے بھی بدظن تھے جو پاکستان کو غیر مستحکم بنانے کی سازشیں کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو شہادت کا درجہ حاصل ہوا اور ان کے قریبی ساتھی بھی حق کی شہادت دیتے ہوئے کام آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں اور ہمارے علما کو ایک فتنے کے خلاف مکمل طور پر متحد ہونے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین! آج پاکستان جس دور سے گذر رہا ہے، وہ ہماری تاریخ کا سب سے نازک

اور کٹھن دور ہے۔ ہم اس وقت بیک وقت داخلی اور خارجی خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اور ہمارے ماضی کے حکمرانوں کے عاقبت نااندیش اور مفاد پرستانہ فیصلوں کی بدولت داخلی خطرات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے اور یہ خدشہ پیدا ہو چلا ہے کہ شاید ہم اپنے آپ کو سنبھالنے میں ناکام ہو جائیں۔ دہشت گرد ہم پر نفسیاتی جنگ مسلط کیے جارہے ہیں اور ان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ وہ تمام آوازیں یکے بعد دیگرے خاموش کر دی جائیں جو انتہا پسندی کے خلاف منظم ہو گئی ہیں۔ خودکش حملوں سے پورے ملک میں خوف کی لہر دوڑتی جارہی ہے اور اس تاثر کو تقویت مل رہی ہے کہ ہماری حکومت اور ہماری خفیہ ایجنسیاں بم دھماکوں اور خودکش حملوں کے سامنے بے بس ہیں۔ بعض ذمے دار حکام کی طرف سے جب یہ بیان دیا جاتا ہے کہ خودکش حملے نہیں روکے جاسکتے تو اس کا عوام کے مورال پر ایک بہت بڑا اعصاب شکن اثر ثابت ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ خودکش حملہ آور جہاں تربیت لیتا ہے اور جہاں سے سازوسامان حاصل کرتا ہے اور جو سواری حاصل کرتا ہے، ان کے بارے میں پیشگی معلومات کیوں حاصل نہیں کی جاتیں۔ دراصل ہمارے ہاں انسداد دہشت گردی کا ایک مرکزی نظام کام نہیں کر رہا۔ فوجی اور سول اداروں میں موثر اور قابل عمل رابطوں کا فقدان ہے۔ کچھ یہی عالم مرکزی اور صوبائی خفیہ ایجنسیوں کا ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں اور خفیہ ایجنسیوں کے مابین مسلسل رابطوں کا فقدان محسوس ہوتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ کہ ہم نے عوام کو خود حفاظتی کی تربیت کا سرے سے کوئی انتظام نہیں کیا۔ ان مختلف دائروں میں جو فاصلے موجود ہیں، بمبار اور خودکش حملہ آور انہی کے درمیان سے گزر کر اپنے اہداف تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہمیں ان کے خلاف ایک مضبوط حصار قائم کرنا اور پوری قوم کو اس ایک نقطے پر متحد کرنا ہوگا کہ ہم پاکستان کو ہر نوع کی عسکریت پسندی اور دہشت گردی سے محفوظ رکھیں گے اور اپنے معاشرے میں اسلحہ اٹھانے والوں کو ہرگز برداشت نہیں کریں

گے۔ ملک میں یہ فضا پیدا کرنے کے لیے ہماری سیاسی، دینی جماعتوں اور سول سوسائٹی کو قائدانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔

مفتی سرفراز نعیمی کی شہادت نے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ اصل زندگی باطل کے سامنے ڈٹ جانا اور مشکل سے مشکل وقت میں حق کی شہادت دینا ہے۔ شہادت حق کے ساتھ ساتھ عوام کی قیادت کا فرض ادا کرنا وقت کا سب سے بڑا تقاضا ہے۔

(۱۵/جون ۲۰۰۹ء جناح)

اصل سوالات

(عباس اطہر)

ایوب خان کے زمانے میں مزدوروں اور طلبا کے تقریباً ہر مظاہرے میں ایک شعر بینروں کی زینت ضرور بنا کرتا تھا۔

ستون دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ
جہاں تلک یہ ستم کی سیاہ رات چلے

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو میں نماز جمعہ کے بعد ایک خودکش حملہ میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت پر مجھے بے ساختہ یہ شعر یاد آ گیا۔ ایوب دور سے مشرف دور تک پاکستان پر مسلط رہنے والی ستم کی سیاہ رات کی نوعیت اور تھی اور موجودہ سیاہ رات کی نوعیت بالکل اور۔ وہ دور جمہوریت کی جدوجہد کے دوران آمریت کے اندھیرے میں سروں کے چراغ جلانے کا تھا۔ یہ سیاہ رات ۹/۱۱ کے بعد ہمارا مقدر بنی۔ ہم دباؤ میں آ کر افغانستان میں امریکی جنگ کا حصہ بنے اور پھر ہمارے اپنے گناہ ہمارے گلے کا ہار بن گئے۔

افغان جہاد میں ہم اور ہمارے مرحوم فوجی آمر جنرل ضیاء الحق رضا کارانہ طور پر روس کے خلاف جنگ میں کودے تھے۔ انہوں نے امریکہ سے پیسہ اور اسلحہ لیا۔ لاکھوں افغان مہاجرین کو اپنے ملک میں عارضی پناہ اور مستقل رہنے کی رعایت دے کر ملک کو ہیروئن اور کلاشنکوف کلچر سے مالا مال کیا، اور پھر ہم نے اپنی ''اوقات'' کا اندازہ لگائے بغیر یہ سمجھ لیا کہ چین سے چیچنیا تک ''مجاہدین'' بھیج کر ہم دنیا کی فتح کا سلسلہ شروع کر سکتے ہیں۔ ہم نے ''سٹریٹیجک ڈیپتھ'' کا لالچ اپنے دل و دماغ میں پالا، افغانستان میں ایک اجڈ اور بے

عقل ٹولے کی حکومت کو قائم کرنے اور اس کے پھلنے پھولنے میں بھرپور حصہ لیا۔ مذہبی انتہا پسندوں کی یہ حکومت مہذب دنیا کا حصہ بننے کے بجائے، اس کے لیے خطرہ بنی۔ اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے جنگجوؤں کو پناہ دیکر امریکہ اور یورپ کے نشانے پر آئی اور اپنا ''تورا بورا'' کروا بیٹھی۔

۹/۱۱ کے بعد پاکستان امریکہ کے مطالبات ماننے سے انکار کر دیتا تو اسے ایک اور طرح کی تباہی کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ تباہی کسی بھی صورت میں اتنی خوفناک نہ ہوتی جس کا آج سامنا ہے لیکن ہماری مجبوریوں کے علاوہ جنرل پرویز مشرف کی ہوس اقتدار نے ہمیں تباہی کی موجودہ جنگ میں دھکیل دیا۔ جنرل موصوف کا خیال تھا کہ ''امریکی مجاہد'' بن کر وہ بھی جنرل ضیاء الحق کی طرح تاحیات ملک پر قبضہ برقرار رکھ سکتے ہیں اور اپنے پیشرو کے مقابلے میں اتنے دانشمند ہیں کہ کوئی ایسا وقت بھی نہیں آنے دینگے جب وہ امریکیوں کے لیے اتنا بڑا بوجھ بن جائیں کہ وہ انہیں بھسم کرنے پر تل جائے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں جنرل مشرف کی دوغلی دانشمندی کا نتیجہ یہ نکلا کہ قبائلی علاقے پر ہماری عملداری ختم ہوئی۔ وہاں خودکش بمبار بنانے والی فیکٹریاں قائم ہوئیں اور پاکستان کے دشمنوں کی طرف سے اتنا اسلحہ اور پیسہ آیا کہ قبائلی علاقہ عملی طور پر پاکستان دشمن مسلح سلطنت میں تبدیل ہو گیا۔ اس سلطنت کے کئی حکمران ہیں اور ان کے ایجنڈے اور نظریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ کوئی امریکہ کو شکست دینا چاہتا ہے اور کسی کا خیال ہے کہ دنیا میں اسلام کا بول بالا کرنے کے لیے پاکستان کو تباہ کرنا اور افغانستان جیسا کھنڈر بنانا ضروری ہے۔ غیر ملکی اسلحہ اور پیسہ نہ مل رہا ہو تو دہشت گردوں کے یہ گروہ چند دنوں میں تتر بتر ہو سکتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ امریکہ ان کے سپلائی روٹ بند کر سکا ہے نہ ہی پاکستان کو خاص کامیابی ہوئی ہے۔ سیٹلائٹ ٹیکنالوجی سمیت امریکہ کا انٹیلی جنس نیٹ ورک پوری دنیا پر محیط ہے۔

پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں کے بارے میں یہ بھی دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ بھارت کی ''را'' اور اسرائیل کی ''موساد'' سے برتر ہیں لیکن عملی صورتحال یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی انٹیلی جنس اب تک یہ پتہ نہیں چلا سکے کہ دہشت گردوں کو اسلحہ اور پیسہ کن ممالک کی طرف سے آتا ہے۔ اس کا روٹ کیا ہے اور ان کی سپلائی لائن کیسے منقطع کی جا سکتی ہے۔

دہشت گرد تباہ کن بارود کی گاڑیاں تیار کر کے آسانی سے پاکستان کے ہر شہر میں اپنی پسند کے ٹارگٹ پر پہنچا رہے ہیں۔ خود کش بمباروں کو کسی بھی عمارت یا ہجوم میں آسانی سے داخل کروا لیتے ہیں۔ ہر سانحہ کے بعد ہمارے تفتیشی ادارے اس طرح کی کوئی نہ کوئی خوشخبری ضرور چھوڑتے ہیں کہ ایک یا ایک سے زیادہ ملزم پکڑ لئے گئے ہیں۔ لیکن آج تک یہ پتہ چلانے میں کامیاب نہیں ہو سکے کہ حملے میں استعمال ہونے والا خود کش بمبار یا گاڑی کہاں پر تیار ہوئی۔ کس راستے سے اپنے ٹارگٹ تک پہنچی اور اسے مقامی طور پر کس قسم کے لوگوں یا گروہوں سے راہنمائی ملی۔

پچھلے دو تین ہفتوں میں لاہور، پشاور اور دوسرے شہروں پر خود کش حملوں کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دن کے وقت ٹریفک کم کم اور ڈری ڈری سی لگتی ہے بازار سرِ شام بند ہو جاتے ہیں۔ ہر طرف ایک سناٹا اور خوف طاری ہے دہشت گردوں نے اپنی یہ طاقت منوالی ہے کہ وہ جسے چاہیں، ہٹ لسٹ پر رکھ سکتے ہیں اور جب چاہیں اس کا کام تمام کر سکتے ہیں۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی مالاکنڈ میں فوجی کارروائی کے اعلانیہ حامی تھے۔ حکومت کہتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے سکیورٹی نہیں مانگی۔ کیا حکومت کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ طالبان کے کھلے مخالف ہونے کے سبب دہشت گردوں کا ٹارگٹ بن سکتے ہیں؟ اگر سچ مچ حکومت ان کی زندگی کو لاحق خطرات سے بے خبر تھی تو اسے شاباش دینی چاہیے۔ پچھلے چند ماہ میں دہشت گردوں نے اتنی کامیابی سے اپنے ٹارگٹ ہٹ کئے ہیں کہ حکمرانوں کو اپنے علاوہ ہر اس

مذہبی یا سیاسی لیڈر کی سکیورٹی کا بندوبست کرنا چاہیے جو دہشت گردوں کی کھلی مخالفت کر کے خطرات مول لے رہا ہے۔ یہ تھیوری اپنی جگہ کہ خودکش حملوں کو نہیں روکا جا سکتا لیکن اس نااہلی کا کیا جواز ہے کہ درجنوں خودکش حملوں کے باوجود ابھی تک یہ سراغ نہیں ملا کہ حملہ آور کون ہیں، وہ کہاں سے چلتے اور کس طرح ٹھیک اپنے ٹارگٹ پر آ پہنچتے ہیں جو بظاہر ان کے لئے اجنبی شہروں کے ایسے مقامات ہوتے ہیں جو انہوں نے پہلے کبھی دیکھے تک نہیں ہوتے۔ کہیں معاملہ یہ تو نہیں کہ دہشت گردی کے خفیہ اڈے ہمارے شہروں کے اندر موجود ہیں اور حملہ آور باہر سے نہیں، اندر سے ہی آتے ہیں۔ کیا ہماری انٹیلی جنس ایجنسیاں اور قانون نافذ کرنے والے ادارے ایک دوسرے سے جھگڑنے کے بجائے اصل سوالوں کے جواب تلاش کر سکتے ہیں؟

(۱رجون ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس، لاہور)

جید عالم۔ عظیم انسان

(سید انور قدوائی)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایسے عظیم عالم اور بڑے شخص تھے کہ ان کی اندوہناک اور المناک شہادت پر اپنے ہی نہیں غیروں نے بھی آنسوؤں کا نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔ وہ ممتاز عالم دین تو تھے ہی لیکن وہ ایک عظیم اور آج کے دور میں سچے، انتہائی روایتی اور ایسی شخصیت تھے کہ ان کے بچھڑ جانے کے بعد ان کا خلاء کبھی پورا نہیں ہوگا۔ میری ان کی نصف صدی کی نیازمندی تھی، ان کے والد گرامی حضرت مفتی محمد حسین نعیمیؒ مجھ سے بڑی شفقت اور محبت کرتے تھے۔ مجھے ان کی صحبت میں بیٹھنے، ان سے علم حاصل کرنے کا شرف واعزاز حاصل ہوا۔ عام طور پر یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ بڑے عالم دین کی اولاد ان جیسی بڑی عظیم نہیں ہوتی لیکن علامہ سرفراز نعیمی اپنے والد گرامی کے صحیح اور سچے جانشین تھے۔ والد کا علم و فضل، سادگی، دین و مذہب سے انتہائی محبت اور موقف پر چٹان کی طرح ڈٹے رہنا سب سے بڑھ کر عشق رسولؐ انہیں وراثت میں ملا تھا۔ انہوں نے ساری زندگی انتہائی سادگی سے بسر کی، کبھی بھی کسی عہدے کی آرزو نہیں کی اور نہ ہی سرکار دربار سے وابستہ ہوئے، اگرچہ میاں نواز شریف، میاں شہباز شریف سے ان کا قلبی تعلق تھا۔ وہ میاں نواز شریف کے بچپن کے ساتھیوں میں سے تھے، اکٹھے پتنگ اڑایا کرتے تھے۔ مرحوم میاں شریف کا مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے عقیدت و احترام کا یک دیرینہ رشتہ تھا، مولانا نعیمیؒ چوک دالگراں کی جامع مسجد میں خطیب تھے۔ ان دنوں میاں شریف کی سرائے سلطان میں رہائش تھی، جہاں میاں نواز شریف، شہباز شریف کی علامہ سرفراز نعیمی سے دوستی اور تعلقات کا آغاز ہوا اور محبت کا

یہ رشتہ آخری وقت تک قائم رہا۔ میاں نواز شریف دو بار وزیر اعظم اور شہباز میاں وزیر اعلیٰ پنجاب رہے اور اس وقت بھی ہیں، ان کی خواہش رہی کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی علمی خدمات سے استفادہ کیا جائے لیکن ڈاکٹر صاحب مرحوم نے کبھی بھی ان کی ایسی کسی پیش کش کو قبول نہیں کیا اور نہ ہی کوئی سرکاری مراعات حاصل کی، جب وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے قرآن بورڈ قائم کیا تو ان کی خواہش تھی کہ ڈاکٹر نعیمی کو اس کا سربراہ بنایا جائے لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں سرکاری عہدہ لینا پسند نہیں کرتا۔ آج بہت سے علماء کرام ایسے ہیں جن کے پاس بڑی، بڑی گاڑیاں ہیں، ٹھاٹ باٹھ ہیں لیکن ڈاکٹر شہید درویش صفت شخصیت تھے۔ ان کے پاس ایک پرانی موٹر سائیکل تھی جس پر وہ زندگی بھر سفر کرتے رہے۔ ان کا تعلق بریلوی مسلک سے تھا لیکن تمام مسالک میں مقبول و محبوب تھے۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ کا تعلق جمعیت علماء پاکستان سے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی، ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے بڑی محبت کرتے تھے اور جامعہ نعیمیہ کی تقاریب میں شریک ہوا کرتے۔ مولانا نورانی جب لاہور تشریف لاتے تو جامعہ نعیمیہ جایا کرتے اور ڈاکٹر صاحب بھی ان سے ملنے جاتے تھے اور یہ دونوں قائدین ان کی دینی علمیت اور کردار کے معترف بھی تھے، اگرچہ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کا کسی سیاسی جماعت سے عملاً تعلق تو نہیں تھا لیکن دینی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے ملک میں نظام اسلام کے نفاذ کے لیے جدوجہد میں ہمیشہ شریک رہے۔ یہ ان کا ایک بڑا دینی کارنامہ ہے کہ انہوں نے ۲۲ دینی جماعتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا اور جب توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کا فتنہ برپا کیا گیا تو جناب ڈاکٹر نعیمی کی قیادت میں سارا ملک سراپا احتجاج بن گیا جس نے حکومت کو بھی احتجاج کرنے پر مجبور کر دیا۔ آج جب ملک دہشت گردی کے شدید بحران سے دوچار ہے اس وقت جن علماء کرام و مشائخ عظام نے

آگے بڑھ کر ان کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کیا اور رائے عامہ کو ہموار کرنے میں کردار ادا کیا۔ ان میں ڈاکٹر نعیمی قائد کی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے سوات، مالاکنڈ میں فوجی آپریشن کی بھرپور حمایت کی اور اسے ملک کے استحکام کی جنگ قرار دیا۔ ملک میں نئی نسل کی دینی تربیت کے لیے مولانا محمد حسین نعیمی نے جامعہ نعیمیہ قائم کر کے جس مشن کا آغاز کیا تھا اسے ڈاکٹر سرفراز شہید نے اسی جذبہ ولگن سے جاری رکھا۔ اس وقت لاہور میں ان کے گیارہ مدارس موجود ہیں اور دوسرے شہروں میں بھی بہت سے مدرسوں کا ان سے الحاق ہے۔ جہاں دینی تعلیم کے علاوہ جدید تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جامعہ نعیمیہ میں آئی ٹی کی تعلیم کا بھی اہتمام کیا گیا۔ میاں طارق شفیع نے شورکوٹ میں شوگر ملز کے ساتھ ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تو جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اس کے قیام وانتظام کی ذمہ داری لی۔ اس سلسلہ میں کئی بار وہ شورکوٹ تشریف لے گئے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ اس مدرسہ میں ایک عالم ایسا مقرر ہو گیا جس کا تعلق دوسرے مسلک سے تھا جس پر کئی جانب سے اعتراض کیا گیا اور اصرار کیا گیا کہ اسے علیحدہ کر دیا جائے لیکن مولانا سرفراز نعیمی نے یہ کہہ کر اسے الگ نہ کرنے کی ہدایت کی کہ متذکرہ عالم قرآن پاک کی بڑی خوبصورت تلاوت فرماتے ہیں اور یہ بات بھی کہ ایک بار حاجی طارق شفیع نے ان کی خدمت میں ایک مناسب رقم بطور ہدیہ پیش کرنے کی جسارت کی تو اس پر جناب سرفراز نعیمی نے شدید برہمی کا اظہار کیا اور ان سے کہا کہ اگر آئندہ ایسی بات کرنے کی کوشش کی گئی تو وہ ان سے قطع تعلق کر لیں گے۔ اس حوالہ سے میرا بھی ایک ذاتی تجربہ ہے کہ جب روزنامہ جنگ کے ادارتی صفحہ کو اور بہتر بنانے کا فیصلہ کیا گیا تو یہ طے پایا کہ ایک دینی کالم بھی شائع کیا جائے، چنانچہ میں نے ڈاکٹر صاحب قبلہ سے رابطہ قائم کیا اور ان سے دینی کالم لکھنے کی استدعا کی ان کا جواب تھا کہ ''میں کالم نہیں لکھتا، کبھی کبھی اسلامی موضوعات پر ایک آدھ آرٹیکل لکھ دیا کروں گا''، لیکن

یہ کہہ کر حامی بھر لی ''آپ میرے محترم ہیں میں آپ سے انکار نہیں کر سکتا''۔ اس طرح روزنامہ جنگ میں ان کا دینی کالم باقاعدگی سے شائع ہونا شروع ہو گیا اور بڑی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس دوران ایک دو بار میں نے انہیں مناسب اعزازیہ کی پیش کش کی لیکن انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''میں یہ کالم دین کی خدمت کے لیے تحریر کرتا ہوں اس کا معاوضہ لینا کسی صورت مناسب نہیں ہے''۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید میں وہ تمام انسانی اقدار و روایات موجود تھی جن سے آج کا نوجوان محروم ہے۔ وہ ایسے بڑے آدمی تھے جنہوں نے دین کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی زندگی وقف کر رکھی تھی۔ یہ سچ ہے کہ وہ دین کی سربلندی اور وطن کے استحکام کے لیے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ اس طرح ملک ایک جید عالم، دردمند انسان اور محبت کرنے والی شخصیت سے محروم ہو گیا۔ جمعہ کو میری طبیعت خراب تھی گھر میں سو رہا تھا کہ میرے ایک ساتھی نے فون پر اس اندوہناک سانحہ کی اطلاع دی تو ایسا لگا جیسے دل پھٹ جائے گا۔ علماء کرام ہی نہیں ان کے سارے جاننے والے دھاڑیں مار کر رو رہے تھے ایسے بڑے لوگ کہاں؟ آخر میں ان کے ہونہار صاحبزادے مولانا راغب نعیمی سے دلی اظہار تعزیت اس یقین کے ساتھ کہ وہ اپنے شہید والد گرامی کے مشن کی تکمیل تک نظریہ پاکستان کے تحفظ اور استحکام وطن کی جدوجہد میں اسی جذبے، لگن کے ساتھ شریک رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب شہید کو جنت الفردوس میں بلند درجات عطا فرمائے۔ ''آمین''۔

(۱۴؍ جون ۲۰۰۹ء روزنامہ جنگ)

نعمتِ کبریٰ کی شہادت

(تنویر قیصر شاہد)

ہمارے ہاں کتنے علمائے دین اور مفتیان کرام ایسے ہوں گے جو ڈاکٹریٹ کی ڈگری رکھتے ہیں؟ ڈاکٹر مفتی محمد سرفراز نعیمی علیہ رحمہ ایسے ہی خوش قسمت علماء میں سرفراز تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمیؒ صاحب کے بلند مرتبت صاحبزادے وہ مفتی محمد حسین نعیمیؒ جنہوں نے مفتی نعیم الدین مراد آبادیؒ ایسے استاذ الاساتذہ اور صوفی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ ان کے ہم جماعتوں میں پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی تھے اور پیر نور اللہ صاحب بصیر پوری بھی۔ اپنے استاذ اور مرشد کے نام سے لاہور میں جامعہ نعیمیہ ایسا مستند دینی ادارہ قائم کیا۔ میاں نواز شریف کے سارے خاندان نے ان سے قرآن مجید پڑھا اور قراءت و تجوید کا علم بھی حاصل کیا۔ مفتی محمد حسین نعیمیؒ اور میاں شریف مرحوم کے درمیان محبتوں اور عقیدتوں کا یہ سفر لاہور کے چوک دالگراں سے لے کر گڑھی شوہو کے جامعہ نعیمیہ اور وہاں سے ماڈل ٹاؤن میں شریف برادران کے دولت کدوں تک پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ اس پس منظر میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ میاں محمد نواز شریف ۱۳ جون کو اپنے استاد کے جید شہید بیٹے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی میت کے سرہانے غم زدہ کھڑے ہیں اور ڈبڈبائی آنکھوں سے ان کے ہاتھوں نے شہید کی خون سے تر داڑھی تھام رکھی ہے تو عقیدتوں کے اس سفر کی داستان سمجھ میں آتی ہے۔ اللہ نے علم، محنت، سادگی اور استغنا کی جو دولت مفتی محمد حسین نعیمیؒ کو عنایت فرما رکھی تھی، عظیم والد نے یہ دولت بطور میراث ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو منتقل کر دی۔ وہ قاری بھی تھے اور حافظ قرآن بھی۔ ایل ایل بی اور ایم اے بھی کیا اور پی ایچ ڈی کی ڈگری بھی بغل

میں تھی مگر کبھی زعم علم کا شکار ہوئے نہ تقویٰ پر اترائے۔ ثمر دار شاخ کی طرح بس جھکے ہی رہے۔ اسی انداز و اسلوب میں اپنے خالق کے حضور پیش ہو گئے۔

ان کی شہادت کے بعد جتنے بھی مضامین اور کالم شائع ہوئے ہیں، بعض میں یہ بات خصوصی طور پر کہی گئی ہے کہ شہید ڈاکٹر سرفراز نعیمی فرقہ پرستی کے تعصّبات سے بالاتر تھے۔ یہ سچ ہے، ڈاکٹر نعیمی صاحبؒ کی زندگی اتحاد بین المسلمین کے جذبات سے عبارت رہی لیکن گزشتہ کچھ عرصہ کے دوران دیوبندی مسلک رکھنے والے طالبان نے جس طرح بریلوی مکتب فکر کے دینی مدارس، شخصیات اور خانقاہوں کو اپنی نفرت کا ہدف بنایا، اس نے علامہ سرفراز نعیمی صاحبؒ کی زندگی میں جوہری تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں۔ گزشتہ چھ ماہ کے دوران میری ان سے جتنی بھی ملاقاتیں ہوئیں (جن میں حضرت مولانا ضیاء الحق علی پوری صاحب اور دانشور نواز کھرل صاحب خصوصی طور پر موجود رہے) راقم نے بطور خاص اس تبدیلی کو محسوس کیا۔ وہ بار بار فرماتے تھے: ''ہم نے ہمیشہ صلح جوئی اور محبت گوئی کا مظاہرہ کیا لیکن طالبان کے پشتی بان علماء کی طرف سے ہمیشہ تعاون، محبت اور برابری کا احساس کبھی نہ دلایا گیا'' اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا سرفراز نعیمی صاحب نے طالبان رویے کے خلاف جتنے بھی جلسے جلوس نکالے اور کنونشن منعقد کیے، مخالف مسلک کے علماء کو مدعو کرنے سے گریز اور پرہیز ہی کیا۔ شہادت سے دو روز قبل ۱۰ جون ۲۰۰۹ء کو آپ نے ایوان اقبال لاہور میں طالبان رویوں کے خلاف جو شاندار کنونشن منعقد کروایا، اس میں دیوبندی مکتب فکر کے کسی بھی عالم دین کو مدعو نہیں کیا گیا تھا۔

اسی طرح کے دو واقعات اور بھی پیش آئے تھے۔ دیوبندی مکتب فکر کے ممتاز عالم دین پیر سیف اللہ صاحب نے لاہور کینٹ میں واقع اپنے شاندار مدرسے جامعہ منظور الاسلامیہ میں ایک کنونشن کے سلسلے میں جب ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو شرکت کی دعوت دی تو

مولانا مرحوم نے شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ بعدازاں جماعت الدعوۃ کے مرکزی رہنماء امیر حمزہ نے اپنی اور حافظ محمد سعید صاحب کی دو کتابوں کی تقریب رونمائی کے لیے مقامی ہوٹل میں منعقد ہونے والی ایک تقریب میں نعیمی صاحب کو شرکت کی دعوت دی لیکن مولانا سرفراز صاحبؒ نے اس میں بھی شریک ہونے سے معذرت کر لی تھی۔ ڈاکٹر نعیمیؒ نے حتمی فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ کسی بھی ایسی دینی جماعت کے جلسے جلوس، اجتماع اور کنونشن میں شریک نہیں ہوں گے جو گولی کی زبان میں بات کرنا اپنا شعار سمجھ بیٹھے ہیں اور جو طالبان کی پشتی بانی کر کے مملکت خداداد کے وجود کے درپے ہیں۔ مخالف مسلک کو بھی اس تبدیلی کا احساس وادراک ہو چکا تھا اور انہیں اس تبدیلی کا رنج بھی تھا، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر نعیمی صاحب کی نماز جنازہ میں لاہور سے دیوبندی مکتب فکر کی کسی بھی اہم شخصیت نے شریک ہونے کا تکلف گوارا نہ کیا۔ یہ ہے وہ خطرناک تقسیم جو دونوں مسالک کے درمیان پیدا ہو چکی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے بھی اس تقسیم کو ہوا دینے کی کوشش کی ہے۔ ۱۴ اور ۱۵ جون ۲۰۰۹ء کی درمیانی رات ایک نجی ٹی وی چینل پر مولانا فضل الرحمٰن کا انٹرویو نشر ہوا۔ اس میں آنجناب نے بریلوی علماء کو ''فرقہ پرست'' قرار دیا۔ ان کا اشارہ ۱۷ مئی ۲۰۰۹ء کو اسلام آباد کے کنونشن سنٹر میں صاحبزادہ فضل کریم کی زیر قیادت ہونے والے طالبان مخالف ایک اجتماع کی طرف تھا جس میں پورے پاکستان سے کسی ایک بھی دیوبندی عالم کو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ دیوبندی مسلک کے قائد حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے مذکورہ انٹرویو میں جب پوچھا گیا کہ کیا آپ خودکش حملوں کو حرام سمجھتے ہیں تو انہوں نے واضح جواب دینے سے انکار کر دیا تھا۔

غلامی رسولؐ میں موت کو بھی قبول کر لینے کا عملی ثبوت فراہم کرنے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ شہادت کا تاج زیب سر کر کے ہم سے بظاہر جدا ہو چکے ہیں لیکن دل و دماغ

اسے قبول نہیں کرتا۔ رفتید و لے نہ از دل ما۔ کہا جارہا ہے کہ ان کی شہادت کے بعد صوفیوں کے نام لیوا طالبان کے ڈر سے گھروں کے دروازے بند کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اب طالبان کی جارحیت اور بربریت کے خلاف بریلوی مکتب فکر کی زبانوں پر قفل پڑ جائے گا؟ کیا ایسا ہی ہے؟ سرفراز نعیمی صاحبؒ کی شہادت کے بعد ان کے اکلوتے صاحبزادے راغب حسین نعیمی صاحب کی طرف سے تحریک طالبان پاکستان کے رہنماء بیت اللہ محسود کے خلاف قتل کی جوایف آئی آر درج کرائی گئی ہے، وہ اس بات کا مظہر ہے کہ طالبان کا خوف مردان وفا کو چھو کر بھی نہیں گزرا۔ جناب راغب نعیمی کی دستار بندی کی تقریب، جس میں مذہبی امور کے وفاقی وزیر جناب حامد سعید کاظمی بھی بنفس نفیس موجود تھے، سے خطاب کرتے ہوئے راغب صاحب اور صاحبزادہ فضل کریم سمیت بریلویوں کے دیگر جید علماء نے اپنے اپنے خطاب میں جس طرح طالبان کی مذمت کی اور طالبان کے خلاف فوجی آپریشن کی حمایت میں جو نعرے بلند ہوئے، اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ مسلک طالبان کے خلاف ڈٹا رہے گا اور طالبانائزیشن کے خلاف اٹھے قدم واپس نہیں مڑیں گے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کی نماز جنازہ کے موقع پر لاہور کی انتظامیہ نے راغب نعیمی اور بریلویوں کی اعلیٰ ترین قیادت سے کہا تھا کہ آپ ناصر باغ کی بجائے جامعہ نعیمیہ کے اندر ہی یہ فریضہ انجام دے لیں کیونکہ طالبان کی دہشت گردی کا شدید خطرہ ہے لیکن جماعت اہلسنت والجماعت کے قائدین نے کہا کہ نماز جنازہ ناصر باغ ہی میں ادا ہو گی خواہ ہم سب طالبان کے ہاتھوں مارے جائیں۔ پھر بہت سی رکاوٹوں کے باوجود جس طرح ہزاروں لوگ پاپیادہ نماز جنازہ میں شریک ہوئے، یہ منظر بھی اس امر کا غماز ہے کہ سواد اعظم کے وابستگان قطعی طور پر طالبان ظالمان سے خوفزدہ نہیں ہیں۔ سنی اتحاد کونسل کے زیر اہتمام سانحہ جامعہ نعیمیہ کی مذمت میں ۱۹ جون کو ملک گیر احتجاج بھی ہو رہا ہے۔ ۱۴ جون

۲۰۰۹ء کو لاہور میں جامعہ نعیمیہ سے ملحق ''تنظیم المدارس'' کے دفتر میں سنی اتحاد کونسل جس میں بریلویوں کی آٹھ بڑی جماعتیں شامل ہیں، کا اجلاس ہوا۔ اس کی صدارت رکن قومی اسمبلی صاحبزادہ فضل کریم نے کی۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ شہید ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی یاد میں پشاور کے نشتر ہال میں ایک کنونشن منعقد ہوگا۔ بعض بریلوی علماء کی طرف سے تحفظات کا اظہار کیا گیا کہ پشاور میں شہید نعیمی صاحب کے بارے میں کنونشن نہ کروایا جائے کیونکہ یہ تو طالبان کو مشتعل کرنے کے مترادف ہوگا لیکن ایسے تحفظات کو مسترد کر دیا گیا اور اب یہ کنونشن ۱۲ جولائی کو وہیں منعقد ہوگا۔ کیا یہ مثالیں ایسی ہیں کہ علامہ سرفراز نعیمیؒ کی شہادت نے اہل سنت والجماعت کے علماء کو خوفزدہ کر دیا ہے اور زبانیں طالبان کے خوف سے گنگ ہوگئی ہیں؟ پروفیسر ناصر بشیر صاحب کا شعر کس وقت یاد آیا ہے:

گو قتل ہو گیا ہوں میں ظالم کے ہاتھ سے
اک بیج خودسری کا بو گیا ہوں میں!

(۱۹؍جون ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس)

کھٹے میٹھے، میل ملاپ

نذیر ناجی

گزشتہ چند روز کے دوران دو سانحے بھی ہوئے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت نے پاکستان ہی نہیں۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کو سوگوار کر دیا۔ وہ اگلے وقتوں کے ان علمائے کرام کی نشانی تھے، جنہیں عجز و انکسار اور علم و بصیرت کے حوالے سے ایک سچے مومن کی مثال کہا جا سکتا ہے۔ دینی و دینوی علوم سے مالا مال ہونے کے باوجود کبھی اپنی رائے مسلط کرنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ ہر شخص کی رائے کو احترام سے سنتے اور ایسے انداز میں جواب دیتے کہ مخاطب اپنے آپ کو عزت و احترام سے بلند تر درجے پر فائز سمجھنے لگتا۔ میں ان کے والد مفتی محمد حسین نعیمی کا بھی نیاز مند تھا۔ جب میں نے لاہور میں جنگ فورم شروع کیا تو مفتی محمد حسین نعیمی میرے اولین مہمانوں میں تھے اور پھر وہ اکثر جنگ فورم کے مباحثوں میں شریک ہو کر ہماری عزت افزائی فرماتے رہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اسی رشتے کا تسلسل تھے۔ مجھ سے بے تکلفانہ گفتگو بھی کر لیتے اور کبھی کبھی ایسے جملوں کا تبادلہ بھی ہوتا جو آج کے نستعلیقی علماء سن لیتے تو ان کا بناوٹی تقدس خطرے میں پڑ جاتا۔ ہمارے علمائے دین آج کے نام نہاد علماء کی طرح نہ تو زندگی سے بیزار تھے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی زینتوں اور حسن کے گوناگوں فطری مظاہروں سے لطف اندوز ہونے میں بخل سے کام لیتے تھے۔

(روزنامہ جنگ لاہور، ۳۰ جون ۲۰۰۹ء)

تم ناحق کرچیاں چن چن کر اک آس لگائے بیٹھے ہو؟

(بشریٰ رحمٰن)

یہ عجیب دھچکا تھا۔

جناب علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید ہو گئے۔

اب ٹیلیویژن لگاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے۔ نہ جانے کونسی گھڑی...... کیسی خبر لے آئے پہلے سکول، کالج، ہوٹل، درسگاہیں...... اور اب مساجد کے اندر بھی......

ایک ایک دن میں کئی کئی شہروں میں...... خون سے لتھڑی ہوئی لاشیں، ٹوٹے ہوئے اعضاء، کراہتی ہوئی زندگی، بین ہوئے لواحقین......

یہ کب تک ہوتا رہے گا......

ہر شہید ہونے والا فرد انتہائی قیمتی ہوتا ہے...... معذور اور اپاہج ہو جانے والے کسی کے دشمن نہیں تھے پھر زندگیاں اور خوشیاں ان سے کیوں چھینی جا رہی ہیں۔ حکومت کی ساری کی ساری تجویزیں اور تاویلیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں اور ایک دھماکہ اور ہو جاتا ہے۔ ابھی پہلوں کی صف بکھرتی نہیں ایک اور بچھا دی جاتی ہے......

وقت کی کس منحوس اور بیدرد گھڑی میں پاکستان داخل ہو گیا ہے؟

محترم ڈاکٹر علامہ سرفراز نعیمی ایک بہت بڑے عالم دین ہی نہیں بہت بڑے انسان تھے۔ ہر دور میں ان کی بیداغ شخصیت غیر متنازع رہی۔ وہ متعصب نہیں تھے۔ وہ ہمیشہ دوسروں کی بات بڑے تحمل سے سنا کرتے تھے۔ ان کے دلائل میں بڑا وزن ہوتا تھا۔

مجھے ان کے ساتھ کئی ملاقاتوں کا شرف حاصل ہوا ان کی منکسر المزاجی اور عالی

ظرفی کی اس سے بڑی اور کیا مثال ہوگی کہ جب ان کے مدرسہ میں خواتین کا جلسہ تقسیم اسناد ہوا تو خود مجھے دعوت نامہ دینے میرے گھر تشریف لائے۔ مجھے دو تین بار ان کی درسگاہ کے اجتماعات میں جانے کا اتفاق ہوا۔ ہمیشہ وہاں جا کر اور ان طالبات سے مل کر ایک روحانی خوشی ہوتی تھی۔ وہاں ان کی تعلیم ہی مکمل نہیں ہوتی تھی بلکہ وہاں طالبات کی تربیت سازی بھی ہوتی تھی۔ آنے والے دنوں کے لیے نئی نسل کی مائیں تیار کی جاتی تھیں۔

دو تین بار ہم نے انہیں ہمدرد کی مجلس شوریٰ میں بھی مدعو کیا۔ وہاں اسلام کے حوالے سے ہم نے جس موضوع پر بولنے کی انہیں دعوت دی۔ انہوں نے ہمیشہ بڑے متوازن اور مدبرانہ انداز سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ وہ ایک عظیم سکالر تھے۔ تقریر کرتے وقت کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کرتے تھے۔ انتہا پسند بھی نہیں تھے۔ وہ جانتے تھے اسلام کی بات کرنے والوں کا لب ولہجہ کس قدر میٹھا اور دل میں اتر جانے والا ہونا چاہئے۔ انہوں نے اپنے عظیم المرتبت والد ماجد کے مشن کو بڑی خوبصورتی سے آگے بڑھایا اور جامعہ نعیمیہ کو طلباء اور طالبات کے لیے ایک مثالی درسگاہ بنا دیا۔

تبھی باری تعالیٰ نے انہیں شہادت کے درجے پر فائز کیا۔ وطن کی مٹی پر قربان ہو جانا کتنی پروقار موت ہے اور موت بھی ایسی کہ پہلے جمعۃ المبارک کی نماز پڑھائی۔ اپنے رب کے حضور سربسجود ہوئے، اسی کا ذکر کیا۔ اسی کو گواہ بنایا۔ اسی کے دربار میں حاضری دی۔ کیسی حاضری دی کہ حاضری منظور ہوگئی۔

پر یہ آنکھ ترکیوں ہوئی جاتی ہے...... آفرین ہے ان کے ساتھیوں پر جو نماز کی صف میں بھی ہم جلیس تھے اور رتبہ شہادت میں بھی ہم جلو ہوئے...... وہ سارے عظیم لوگ...... وہ سب ہی ہمارے خراج کے لائق ہیں۔ جس جس شہر میں خودکش حملے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہمارے وطن کے عزیز اور عظیم لوگ چھین لئے ہیں۔ اللہ کی رحمت ہو ان سب شہیدوں پر جو اس وطن کے لیے اپنا لہو دے رہے ہیں۔

مگر کب تک.....میڈیا یہ خون میں لتھڑے ہوئے مناظر دکھاتا رہے گا.....ریز
ریزہ شیشے اور زمین بوس عمارتیں.....کب تک مسجدوں کے گنبد آہ و بکا سنتے رہیں گے، روز ہی
اعلان ہوتا ہے.....خودکش حملہ آور کا سر مل گیا.....کتنے سر ملے ہیں آپ کو، کیا ان کا مینار بنائیں
گے۔ کتنی جیکٹیں مل چکی ہیں آپ کو.....کیا ان جیکٹوں سے لٹے پٹے لوگوں کے لیے شامیانے
بنائیں گے۔ کتنے اعضا ملے ہیں آپ کو.....کیا وہ واقعی انسانی اعضاء تھے.....دیکھو تو سہی کہیں
وہ درندوں کے اعضاء تو نہیں تھے.....کب تک ثبوت اکٹھے کرتے رہو گے.....؟

تم ناحق بوٹیاں چن چن کر
اک آس لگائے بیٹھے ہو.....
تم ناحق ہڈیاں چن چن کر
اک آس لگائے بیٹھے ہو.....
تم ناحق ، دھبے دھو دھو کر
اک آس لگائے بیٹھے ہو
بوٹیوں کا مسیحا کوئی نہیں
ہڈیوں کا مسیحا کوئی نہیں
دل ٹوٹ گئے ....
گھر پھوٹ گئے ....
کب جانے والے لوٹ سکے
تم ناحق کرچیاں چن چن کر
اک آس لگائے بیٹھے ہو
شیشوں کا مسیحا کوئی نہیں
جو ٹوٹ گیا سو ٹوٹ گیا؟

(۱۴؍جون ۲۰۰۹ء روزنامہ نوائے وقت)

سپہ سالار کی شہادت

(اسداللہ غالب)

پاکستانی قوم ایک بہادر اور شیر دل سپہ سالار سے محروم ہوگئی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے حضرت امیر حمزہؓ اور سیدنا امام حسینؓ کی درخشندہ و تابندہ روایات پر عمل کرتے ہوئے شہادت کی موت کو قبول کرلیا ہے۔ یہ کیسا سپہ سالار تھا جو بالکل غیر مسلح تھا۔ جس کے پاس ٹینک نہیں تھے۔ بکتر بند گاڑیاں نہیں تھیں۔ توپیں اور میزائل نہیں تھے۔ ایف سولہ اور ڈرون نہیں تھے۔ لیکن یہ سپاہی عزم سے مالا مال تھا۔ وہ باطل کو باطل اور جھوٹ کو جھوٹ کہنے کی ہمت رکھتا تھا، وہ دہشت گردی کی جنگ میں نہتے پاکستانی عوام کی قیادت کر رہا تھا۔ جو بے خوف اور نڈر تھا جبکہ اس کا دشمن ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہے۔ یہ دشمن اس قدر بزدل ہے کہ اپنے چہرے پر نقاب چڑھائے رکھتا ہے۔ وہ کسی مورچے میں ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی سکت سے عاری ہے۔ وہ کسی اکھاڑے میں پنجہ لڑانے کی ہمت نہیں رکھتا۔ وہ چوروں کی طرح وار کرتا ہے۔ یہ کیسا دشمن ہے جو شریعت کا دعویدار ہے، جو انصاف کو رائج کرنے کا اعلان کرتا ہے لیکن شریعت کے اصولوں کو پامال کرتے ہوئے اپنے مسلمان بھائیوں کو شہید کر رہا ہے جو انصاف کی بجائے ظلم کا راج قائم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ جو بچوں کے سکولوں کو بموں سے اڑاتا ہے۔ جو مسجدوں میں بم پھینکتا ہے جو سرکاری دفاتر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیتا ہے۔ جو جمہوریت، پارلیمنٹ، عدلیہ اور پاکستان کے آئین کو غیر اسلامی قرار دیتا ہے۔ جو مارکیٹوں، سڑکوں، تھانوں اور چوکیوں پر خودکش حملوں سے قیامت برپا کرتا ہے۔ اس دشمن کو مسلمان کون کہہ سکتا ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے بھی ان کو دہشت گرد کہا۔ ڈنکے کی

چوٹ پر کہا اور یہ جانتے ہوئے کہا کہ خدا کی ذات کے علاوہ ان کی جان کی حفاظت کرنے والا کوئی نہیں۔ پنجاب حکومت ان کا دم بھرتی تھی۔ پورے ملک میں فوج کا ہائی الرٹ ہے۔ لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کو علم تھا کہ ان میں سے کوئی بھی ان کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ بلکہ الٹا یہ تمام حفاظتی فورسز اپنی جان بچانے کی فکر میں ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے پاس صرف دلیل کی قوت تھی۔ ایمان کی ڈھال تھی۔ ان کا عزم و حوصلہ ہمالہ سے بلند تھا۔ وہ امام ابو حنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر آئمہ کرام اور مجددین کے پیروکار تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ وہ جس ڈگر پر چل رہے ہیں اس میں بلال حبشیؓ کی طرح انہیں تپتی ریت پر گھسیٹا جا سکتا ہے۔ وہ اس راستے پر چلتے شہادت کے مرتبے پر سرفراز ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پاکستان میں ایک قیامت برپا ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا، اسے مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔ لیکن بانیان پاکستان سے بدعہدی کی گئی۔ یہاں اسلام اور جمہوریت کو پامال کیا گیا۔ فرعون صفت فوجی آمروں نے اس قوم کے آدرش کو مجروح کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اب ہمارے ازلی دشمن آخری وار کے لیے چڑھ دوڑے ہیں۔ انہوں نے اسلام کے بھیس میں اور جہاد کے پردے میں اس قوم کو خون کرنا شروع کر دیا ہے۔ مگر ہر کوئی جانتا ہے کہ یہ عناصر مسلمان تو کیا، انسان بھی نہیں، درندے ہیں۔ وہ را کے ایجنٹ ہو سکتے ہیں۔ انہیں بھارت سے ہلہ شیری مل سکتی ہے۔ انہیں کے جی بی، موساد اور خاد کی مدد حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کے پاس جدید ترین اسلحہ ہے۔ وہ اسلحہ جو افغانستان اور عراق میں نیٹو اور امریکی افواج کے پاس ہے۔ نیویارک ٹائمز کی رپورٹیں گواہ ہیں کہ خودکش بمباروں کی لاشوں کی پڑتال کی جاتی ہے تو ان سے امریکی اسلحہ برآمد ہوتا ہے۔ افغانستان میں امریکی اسلحے کے ذخیرے غائب ہو رہے ہیں اور بڑی معصومیت سے کہا جا رہا ہے کہ یہ اسلحہ دہشت گردوں کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ ان تک کیسے یہ اسلحہ پہنچ رہا ہے۔ یہ کوئی ڈھکا چھپا راز نہیں۔

مگر پاکستانی قوم مصلحت کے تحت خاموش ہے اور اس دشمن کے سامنے سینہ سپر ہے اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت سے وہ اپنے سپہ سالار سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ اب کون ہے جو آگے آئے اور ڈاکٹر نعیمی شہید کی طرح دہشت گردوں کو بے نقاب کرے اور ان کے سامنے حق وصداقت کا علم بلند کرے۔

ڈاکٹر نعیمی کی شہادت کے بعد بھی کوئی سیاسی جماعت یا مذہبی گروہ ایسا ہے جو اس جنگ کو اپنی جنگ، پاکستان کی بقا کی جنگ نہیں سمجھتا۔ میں نے لکھا تھا کہ عمران خان، قاضی حسین احمد، سید منور حسن کے اردگرد محلوں میں لاشیں اتریں گی تو ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ وہ لوگ جو دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہونے والوں کو ہلاک یا جاں بحق لکھ رہے تھے، ان کا کفر بھی ڈاکٹر نعیمی کی شہادت پر ٹوٹ گیا ہے اور وہ اپنی شہ سرخیوں میں ڈاکٹر صاحب کو شہید لکھنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں کو راہ راست پر لانے کے لیے قوم نے بہت بڑی قیمت ادا کی ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی موت ایک عالم کی موت ہے ایک جہان کی موت ہے۔ ڈاکٹر صاحب محض ایک فرد نہیں، ایک ادارہ تھے، قوم کے زندہ دلوں کی روشن علامت تھے۔ وہ پاکستان کی بقا کے ضامن تھے۔ ان کا خون یقینی طور پر ملک کی سلامتی اور تحفظ کے لیے کھاد کا کام کرے گا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ ڈاکٹر نعیمی کی شہادت ایک ٹارگٹ کلنگ ہے۔ ملک بھر میں ٹارگٹ کلنگ جاری ہے۔ ایک خاص مسلک کے لوگوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ ان کی مساجد اور ان کے مدرسوں کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ دوسری طرف ایک مخصوص مسلک اس دہشت گردی کی مذمت کرنے سے قاصر ہے۔ وہ مکمل طور پر گنگ دکھائی دیتا ہے۔ بلکہ ان کو موقع ملے تو وہ دہشت گردی کو کچلنے کے لیے فوجی آپریشن کی کھل کر مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس سے خطرہ پیدا ہو رہا ہے کہ ملک میں خانہ جنگی نہ پھیل جائے۔ میں وزیر

اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف کو داد دیتا ہوں کہ وہ اس بھیانک واردات کے فوراً بعد جامعہ نعیمیہ پہنچے۔ میں شاباش کہتا ہوں نواز شریف کے لیے جو خطرات سے کھیلتے ہوئی میو ہسپتال میں ڈاکٹر نعیمی کی میت کے سرہانے پہنچے اور میں صدر آصف علی زرداری کو بھی داد دیتا ہوں جنہوں نے اپنی نشری تقریر میں فوری ردعمل کا اظہار کیا۔ اس شہادت پر افسوس کا اظہار کیا۔ دہشت گردی کی پرزور مذمت کی۔ افواج پاکستان کی قربانیوں کو خراج تحسین پیش کیا اور دہشت گردوں کے سامنے ڈٹے رہنے کے عزم کا اظہار کیا۔ قومی قیادت کے اس ردعمل نے خانہ جنگی کے ایک یقینی خطرے کو ٹال دیا، ورنہ لوگوں کے جذبات بھڑکے ہوئے تھے اور اگر جذبات کو ٹھنڈا نہ کیا جاتا تو خدانخواستہ ہر طرف آگ اور خون کا راج ہوتا اور یہی بزدل دشمن کا مقصد تھا مگر قوم اور اس کی قیادت نے دشمن کے عزائم کو ایک بار پھر ناکام بنا دیا۔

ڈاکٹر نعیمی شہید نے ایک خوفزدہ معاشرے کو نئے عزم سے سرشار کیا ہے۔ آئے روز کے خودکش دھماکوں سے لوگ سہم گئے تھے۔ سکول بند کر دیئے گئے۔ سڑکوں پر ناکے لگ گئے۔ حساس مقامات قلعوں کا منظر پیش کر رہے تھے۔ لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے خون نے عزم و ہمت کی ایک نئی شمع روشن کی ہے اور قوم کو حیات تازہ کی نوید دی ہے۔ ان کی شہادت کا ایک ہی پیغام ہے کہ دہشت گردوں کے سامنے ڈٹ کر زندگی بسر کرو، زندگی اور موت خدا کے ہاتھ میں ہے، مگر ہمیں بہرصورت اس قوم کو اور اس ملک کی بقا کو یقینی بنانا ہے۔ ڈاکٹر نعیمی کی شہادت نے پاک فوج کے جانثاروں کو بھی یہ پیغام دیا ہے کہ وہ جانیں قربان کرنے میں اکیلے نہیں ہیں۔ پوری قوم ان کی پشت پر کھڑی ہے اور اس قوم کے سپاہ سالار اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی نہیں ہچکچاتے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

(۱۶ جون ۲۰۰۹۔ روزنامہ ایکسپریس)

''مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا''

(محسن گورایہ)

کیا ہمارا ملک بیروت نہیں بن رہا؟ میرے پاس اپنے دوست کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ جامعہ نعیمیہ لاہور کے انسان دوست، امن کے داعی اور اتحاد بین المسلمین کے علمبردار مولانا سرفراز نعیمی کی شہادت نے دل کو ایسا کچوکا لگایا ہے کہ لکھنے پڑھنے سے دل اچاٹ ہو گیا ہے۔ اوپر سے عزیز و اقارب اور دوست عزیز صحافی ہونے کے ناطے ہم سے ہر سوال کا جواب چاہتے ہیں۔ حکومت کہاں ہے؟ کیا کر رہی ہے؟ گھر سے کوئی فرد باہر جاتا ہے تو بڑے بزرگ اور دوسرے افراد واپسی تک نہ صرف راہ تکتے ہیں بلکہ سلامتی کی دعا کے سوا کچھ نہیں کرتے۔ میرا دوست لقمان مبشر ہمسائے سے انڈا مانگ رہا ہے، شکر ہے اسے اپنے ہمسائے کا پتہ ہے۔ اب تو شہر کے حالات یہ ہیں کہ دوسروں سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں آپ کا ہمسایہ ہے۔ لاہور شہر کو کس کی نظر لگ گئی ہے۔ پنجاب امن کا صوبہ ہے پاکستان عظیم ملک ہے۔

''مژگاں تو کھول شہر کو سیلاب لے گیا'' کے مصداق ہم آنکھیں بند کیے بیٹھے ہیں اور حکومت کو کوس رہے ہیں، بھئی کونسی حکومت کہاں کی حکومت؟ سیاستدانوں کو تو سیاسی پوائنٹ سکورنگ سے فرصت نہیں ہے اور حکمرانوں کو غیر ملکی دورے پڑ رہے ہیں۔ انہیں وطن کا خیال کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے لیے میں اور آپ جو پڑے ہیں۔ جب لاد چلے گا بنجارہ سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا۔

ہمارے ملک کی محبوب رہنما بے نظیر بھٹو اسی دہشت گردی کا شکار ہوئیں۔ آصف علی زرداری سچ کہتے ہیں کہ ان سے زیادہ دہشت گردی کو کون جانتا ہے۔ ان کے بچوں کی ماں دہشت گردی کی نذر ہو گئیں۔ ہم روز دھماکوں اور خودکش حملوں کے بارے میں سنتے ہیں، اگلے دن بھول جاتے ہیں، مگر پھر نیا دھماکہ ہو جاتا ہے۔ لگتا ہی نہیں ہے کہ کہیں حکومت نامی کوئی چیز ہے یا پھر پولیس کا کوئی وجود ہے؟ پولیس ہر حملے کے بعد اپنی سیکیورٹی میں اضافہ کر دیتی ہے اور رہی عوام کی سیکیورٹی تو وہ پرائیویٹ گارڈ رکھ لیں، جس طرح سے سیکیورٹی کا مسئلہ بڑھ رہا ہے کل کلاں کو پولیس والوں کو بھی اپنی حفاظت کے لیے پرائیویٹ سیکیورٹی گارڈ ہی رکھنے پڑیں گے۔ حساس اداروں کی خفیہ ایجنسیاں نشاندہی کر دیتی ہیں تو ہم اس پر بھی کچھ نہیں کرتے، جس طرح مولانا نعیمی پاک فوج کے آپریشن کی حمایت اور خودکش حملوں کو کفر قرار دے رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا۔ یہ عام آدمی کو بھی نظر آ رہا تھا۔ حکومت کی نظر میں شاید مولانا نعیمی ایک عام سا آدمی تھا۔ اس کی بجائے وزیروں کی فوج ظفر موج زیادہ اہمیت کی حامل تھی۔ اس لیے سیکیورٹی تو انہیں دی جاتی ہے۔

مولانا سرفراز نعیمی کے والد محترم مولانا محمد حسین نعیمی بھی مرد درویش تھے۔ ان کے شاگردوں اور معتقدین کی تعداد لاکھوں میں ہے مگر وہ چند روپے کے چنے اور ایک چھوٹے نان کی قیمت بھی ذاتی جیب سے ادا کرتے تھے۔ میرے بزرگ مولانا سید جمیل الرحمٰن شاہ جامعہ نعیمیہ میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ یہ اسی کی دہائی کے آخری سال ہوں گے۔ میں ان کی خدمت میں حاضری دینے کے لیے اکثر جامعہ نعیمیہ جاتا تھا۔ وہاں مولانا محمد حسین نعیمی کے ارشادات عالیہ سننے کا بھی موقع ملتا تھا۔

لاکھوں مریدین اور خود سادگی اور ملنساری کی علامت اور ان کے صاحبزادے مولانا سرفراز نعیمی کی سادہ زندگی کہ اس دور میں جہاں دس بچوں کے مدرسے کا مہتمم بھی کار

سے نیچے نہیں اترتا وہ موٹر سائیکل پر سفر کرتے تھے۔ان کے ایک معتقد کا مجھے فون آیا تو اس کے آنسو نہ رکتے تھے۔میاں نواز شریف کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ وہاں گئے تو آبدیدہ تھے۔مولانا نعیمی جیسے علما جو اس ملک میں امن کے داعی اور روشن خیالی کی زندہ تصویر تھے، وہ اسی طرح جاتے رہے تو اس ملک کا کیا بنے گا۔پولیس محو تماشا اور حکمران بے حس ہو چکے ہیں مگر کیا ہم سب بھی بے حس ہو جائیں گے؟ ہم سب کو آخر کب ہوش آئے گا۔

(۱۵؍جون ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس)

اسلامی ملک میں خودکش حملوں کا بھلا کیا جواز؟

(کرامت علی بھٹی)

''میں نے آپ کو دیکھا تھا، آواز بھی دی۔ آپ ۸۲ ماڈل موٹر سائیکل پر سوار تھے ناں؟''

''۸۲ نہیں ۸۶، اور آواز سنتا تو جواب بھی دے دیتا۔'' دھان پان ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے مسکراتے ہوئے ہمارے منہ میں خاک ڈالی۔

''سر! اتنی بڑی شخصیت اور پھٹیچر سی سواری، حکمت سمجھ میں نہیں آتی۔''

''کیا لازم ہے کہ ساری حکمتیں ایک ہی بار سمجھ میں آ جائیں۔''

پھر بھی سر! لینڈ کروزر باڈی گارڈ مصاحبوں کی منڈلی اور ہٹو بچو کی صدا، یہ تو آج کل مشہور ''علماء'' کا زیور ہے۔ فالودہ کھانے نکلیں تو بھی ان کا اہتمام کرنا نہیں بھولتے۔ پھر آپ کی موٹر سائیکل خراب ہو جائے تو مکینک تک کیا مرید پہنچاتے ہیں؟''

''مرید تو میں نے اب تک بنایا کوئی نہیں، شاگرد البتہ ہزاروں ہیں، لیکن ان بے چاروں کا کیا قصور جو مفت میں انہیں تکلیف دوں۔ خود ہی گھسیٹ گھساٹ کر جہاں پہنچانی ہو، پہنچا دیتا ہوں۔'' سادہ اطوار ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اطمینان سے جواب دیا۔

۶۱ برس قبل نامور عالم دین مفتی محمد حسین نعیمی (۱۹۹۸۔۱۹۲۳ء) کے گھر دالگراں بلڈنگ، لاہور میں فرزند تولد ہوا۔ گھر والوں نے نومولود کا نام محمد سرفراز رکھا۔ اسی سرفراز حسین نے بعد ازاں مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی الازہری کے نام سے شہرت پائی۔ مفتی محمد حسین نعیمی مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی (۱۹۴۸۔۱۸۸۷ء) کے شاگرد رشید تھے۔

جنہوں نے استاد کے کہنے پر بھارت سے پاکستان ہجرت کی اور یہاں مختلف دینی وملی خدمات کے علاوہ ۱۹۵۳ء میں عظیم دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ کی بنیاد ڈالی۔

جن دنوں جامعہ نعیمیہ کا قیام عمل میں آیا، شریف فیملی کی رہائش گاہ اسی علاقہ میں تھی۔ اس گھرانے کے بیشتر افراد مفتی محمد حسین نعیمی کے مقتدی تھے۔ میاں شہباز شریف کے چچا اور سسر حاجی عبدالعزیز جامعہ کی مجلس عاملہ کے تاحیات صدر رہے۔ آج کل حاجی طارق شفیع مجلس عاملہ کا حصہ ہیں بچپن میں کم گو اور شرمیلے سرفراز نعیمی کا ملنا جلنا محلے کے کم لوگوں سے رہا۔ اسلامی ذہن اور مشرقی روایت کے حامل نواز شریف اور شہباز شریف البتہ بہت اچھے لگتے۔ چنانچہ پڑھائی کے بعد کبھی ان کے ساتھ وقت گزرتا یا چھت پر کرکٹ کا دور چلتا۔ گورنمنٹ علامہ اقبال ہائی سکول گڑھی شاہو میں دوران تعلیم وہ بزم ادب سوسائٹی کے صدر رہے اور تقریر و حسن قرأت کے کئی مقابلے جیتے۔ اس دوران دینی تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ پرائیویٹ ایف اے، بی اے کے بعد انہوں نے ایل ایل بی، عربی و اسلامیات میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کیں۔ پھر کچھ عرصہ جامعہ الازہر، مصر میں گزارا۔

ڈاکٹر نعیمی ۹۹ء سے ۲۰۰۲ء تک اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر رہے۔ قبل ازیں انہوں نے بطور خطیب محکمہ اوقاف مسجد چوک دالگراں میں طویل عرصہ ذامہ داریاں نبھائیں۔ تین سال قبل مشرف حکومت نے توہین رسالت کا قانون بدلنے کی کوششیں کیں تو مولانا سرفراز نے انہیں ناکام بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ انہوں نے گستاخانہ کارٹونوں کے خلاف احتجاج کو ملک گیر سطح پر منظم کیا۔ جس کے نتیجے میں مقدمات درج ہوئے، گرفتار کیا گیا، ملازمت تک چھن گئی۔ بعدازاں عدالت کے حکم پر بحالی تو ہوئی لیکن یہ خود ہی مستعفی

ہو گئے۔ سات سال قبل بادشاہی مسجد سے تبرکات چوری ہوئے تو شریف خاندان سے گہرے تعلقات کے سبب ان پر بریف کیس لے کر احتجاج کا الزام لگایا گیا۔ جس حکومتی مشیر نے الزام لگایا، اسے بعدازاں عدالت میں تحریری طور پر معافی مانگ کر جان چھڑانی پڑی۔

جامعہ نعیمیہ کو قیام کے پانچ سال بعد ۱۹۵۸ء میں علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو منتقل کر دیا گیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی آج کل وہاں پرنسپل کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ بھی ہیں۔ قبل ازیں یہ تحفظ ناموس رسالت محاذ میں اہم عہدے پر فائز رہے۔ چھ سے زائد وقیع کتابوں کے مصنف ڈاکٹر سرفراز نعیمی سال ہا سال تک ایک قومی اخبار میں کالم لکھتے رہے ہیں۔

عالم دین ہونے کے باوجود ڈاکٹر سرفراز نعیمی مذہبی طبقے کی سوچ وفکر سے خود کو پوری طرح ہم آہنگ نہیں پاتے۔ ان کے بقول دینی جماعتوں نے محض عبادات کی بجا آوری کو اپنا مطمع نظر بنا رکھا ہے۔ خاص طور پر تبلیغ کرنے والی جماعتیں اس رویے کا زیادہ شکار ہیں حالانکہ عبادت دین اسلام کی تعلیمات کا ایک جز ہے اور دین تو انسان کی پوری زندگی پہ حاوی ہے، چاہے اس کا تعلق کاروبار سیاست سے ہو معاشرے یا تہذیب وتمدن کے ساتھ۔ دین کو عبادات تک محدود کرنے کا نقصان یہ ہوا کہ باقی شعبے علما کی دسترس سے باہر ہو گئے یا ان کا کردار وہاں موثر نہ رہا۔ دینی طبقے کی بداعمالیوں اور بے توقیریوں نے بہت نقصان پہنچایا۔ ایوب جیسے آمر کو صدارت کے لیے فیصلہ کن ووٹ کی ضرورت پڑی تو مولانا غلام غوث ہزاروی نے یہ مدد فراہم کی۔ اسی طرح مشرف کو ایم ایم اے نے کمک پہنچائے رکھی۔ بدقسمتی سے ہر حاکم کو اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے دینی شخصیات مل جاتی ہیں“۔

''بے شک میرے والد بھی ضیاء کی مجلس شوریٰ میں رہے مگر جب انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ شخص اسلام سے مخلص نہیں تو وہ واپس آ گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد تاریخ اسلام میں کم ہی کوئی دور ایسا گزرا ہوگا جو عوام کے لیے بہتر ثابت ہوا ہو۔ جمہوری انداز ہی اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اچھے آمروں میں ہارون الرشید، شیر شاہ سوری، مہاتیر محمد کی مثال دی جا سکتی ہے۔ قائداعظم کے بعد پاکستان کو جمہوریت نے کوئی فائدہ دیا نہ ہی آمریت کسی کام آئی۔ تمام رہنماؤں کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں تھی۔ اب تو خیر سے جہادی طبقہ بھی بیرونی مفادات کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے۔ خودکش حملوں کا مملکت اسلامیہ میں بھلا کیا جواز۔ خدا کے بندو مارنا ہی ہے تو امریکہ اور نیٹو کے فوجی مارو۔ اپنے ہی بے گناہ بھائیوں کے لہو سے ہاتھ کیوں رنگتے ہو۔ اس طرح کے لوگ دراصل اپنے غیر ملکی آقاؤں کے اس ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر سرگرم ہیں جن کا مقصد ملک کے حالات اس حد تک بگاڑنا ہے تاکہ بزور طاقت ہمارے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ کرنا آسان ہو جائے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا کہنا ہے'' پڑوسی ملک نے اپنے انقلاب کو برآمد کرنے کے لیے اپنا اثر ورسوخ بڑھانا چاہا تو امریکہ نے اس اثر کا توڑ کرنے کیلئے بالواسطہ طور صحابہ کے تحفظ کے نام پر دوست عرب ممالک کے ذریعے ایک شدت پسند تنظیم بنوائی۔ سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ صرف پاکستان میں بستے ہیں؟ اگر نہیں تو صرف پاکستان میں صحابہ کے تحفظ کے نام پر تنظیم کے قیام کا کیا جواز رہ جاتا ہے؟ شیعہ ہندوستان، بنگلہ دیش، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات سمیت بیشتر اسلامی ممالک میں موجود ہیں۔ وہاں ایسی تنظیم کیوں نہیں بنتی۔ اس کا سیدھا سا جواب یہ ہے کہ وہاں بڑی طاقتوں کو ایسا کرنے میں دلچسپی نہیں۔ بھارت میں شیعہ سنی فساد ہو تو وہ کمزور ہوتا ہے اور امریکہ کیوں اس ملک کو کمزور کرے گا جس سے اس

نے چین کے خلاف کام لینا ہو۔ یہی صورتحال باقی ممالک کی بھی ہے۔

برصغیر میں اسلام کی اشاعت دو طریقوں سے ہوئی۔ ایک طریقہ محمد بن قاسم شہاب الدین غوری کا تھا۔ یہ اسلامی جہاد کے جذبہ سے یہاں آئے جبکہ مغلیہ خاندان دنیاوی پس منظر میں برصغیر پر حملہ آور ہوا۔ غوری اور محمد بن قاسم تھوڑے عرصے بعد چلے گئے، اس لیے ان کے اثرات زیادہ دیر نہ رہے۔ ایک طبقہ البتہ ایسا تھا جس کے اثرات بڑے پائیدار رہے۔ یہ طبقہ صوفیاء کا تھا۔ یہ لوگ جس مقام پر گئے، وہیں پر زندگیاں بتا دیں۔ صلح جوئی، محبت اور امن کا پیغام ہر جگہ عام کیا۔ اس کے اثرات بڑے پائیدار ہوئے۔ اہل سنت والجماعت اولیاء کے عقیدت مند وہی پر امن لوگ ہیں جو ان تعلیمات پر عمل درآمد کی، قیمت ادا کر رہے ہیں۔ یہ رائے پختہ ہوتی جا رہی ہے کہ جدید جنگی مہارتوں اور اسلحہ سے لیس جہادی پنجاب آئے تو شمالی علاقہ جات کی طرح ان کا زیادہ تر نشانہ بریلوی مسلک کے لوگ ہی بنیں گے۔ عدم تحفظ کا یہی وہ ماحول ہے جس کے باعث نوجوان اسلحہ تھامنے پر مجبور ہو سکتے ہیں جو ملکی بقاء کے لیے بے حد خطرناک بات ہوگی۔ ہم اب بھی امید رکھتے ہیں کہ حکومت اور فوج صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر ٹھوس کردار ادا کرے گی''۔

سرفراز نعیمی کے بقول ''نائن الیون سے پہلے دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کا کوئی کسی کے پیش نظر ایجنڈا پیش نظر نہیں تھا۔ ۱۴ سو سال تک یہی نظام رائج رہا اس کے باوجود تشدد کا عنصر کہیں نمایاں نہیں رہا۔ جو کچھ تحرک اب نظر آ رہا ہے، اس کی وجہ نائن الیون کے واقعات اور اس سے قبل روس کی افغانستان پر یلغار ہے۔ قصور درس نظامی کا نہیں، ناانصافی پر مبنی ان حالات کا ہے جن کے سبب مسلمانوں میں ردعمل اور نفرت کا ماحول پیدا ہوا''۔

علماء اکیڈمی محکمہ اوقاف میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر راغب حسین نعیمی اور اپنے

گھروں میں خوش چار دین دار بچیوں کے والد گرامی ڈاکٹر نعیمی کے مطابق ''کوئی انسان ہمہ پہلو شخصیت کا حامل نہیں ہوتا۔ خواہ وہ ایسا بننے کی لاکھ کوششیں کرتا رہے۔ علماء اور پیر بھی اس سے مبرا نہیں۔ عام انسانوں کی طرح علماء میں بھی نفسیاتی کمزوریاں ہیں یہ خود پر ایک عجیب طرح کی گھمبیرتا طاری کیے رکھتے ہیں۔ مسکراتے اس خوف سے نہیں کہ اپنے عام ہونے کا تاثر نہ مل سکے۔ سلام میں پہل یا اپنے گھر کے لیے سودا سلف خریدنا تو گویا بڑی شرمندگی کے کام ہیں۔ اس طرح پیر طبقہ ایک عجیب طرح کے احساس برتری کا شکار ہے۔ پیر کا بیٹا جاہل بھی ہو تو باپ کی جگہ سنبھال لیتا ہے جبکہ عالم دین کا بیٹا بنا محنت کیے عالم نہیں کہلا سکتا''۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی حضرت سید مختار احمد اشرفی کچھوچھویؒ سے بیعت ہیں۔ سیاست میں مسلم لیگ اور میاں برادران سے تعلق تو قلبی اور قدیمی ہے ہی، ان کے علاوہ عمران خان کے کردار، صاف گوئی اور وطن سے محبت کا جذبہ انہیں متاثر کرتا ہے۔ والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمی ایسی شخصیت ہیں جن کا ذکر دوران گفتگو کئی بار ڈاکٹر نعیمی کی نوک زباں پر آیا۔ ان کے علاوہ پرانے کلاس فیلو غلام حسین مرحوم بطور خاص یاد آتے ہیں۔ مولانا فصل دین، مولانا سمیع اللہ، حافظ بشیر، مولانا گل محمد، صاحبزادہ مولانا جمیل الرحمٰن، پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، علامہ غلام رسول سعیدی، مفتی عبدالعلیم سیالوی، مولانا جان محمد، مولانا عطاء اللہ بٹ سے بھی خاص انس ہے۔ سماجی حوالے سے انہیں مولانا عبدالستار ایدھی کا کام تو اچھا لگتا ہے تاہم ان کی شخصیت زیادہ خوش نہیں آتی۔ ان کے بقول انسان کو صاف ستھرا رہ کر اچھے کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ میلا کچیلا رہنا کوئی کردار ہے نہ ہی ۸۰ سال کی عمر میں دوسری شادی کرنا، جس کا انجام یہ ہو کہ بیوی کروڑوں کے زیورات لے کر چلتی بنے''۔

کھانے میں گائے کا مغز پسند کرنے والے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو افسوس ہے کہ

مہنگائی نے غریب آدمی کا جینا حرام کر رکھا ہے جو لوگ آمادہ بہ قناعت ہیں، وہی دشواریوں سے نسبتاً بچے رہتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں ایک تاثر یہ بھی ہے کہ دینی مدارس کے بانی خود فکر روزگار سے آزاد ہو جاتے ہیں کہ یہی پراجیکٹ ان کی کمائی کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر نعیمی سے جب ان کا ذریعہ روزگار پوچھا گیا تو اس مرد نجیب کا جواب بڑا دلچسپ تھا ''محکمہ اوقاف سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۶۹۷۰ روپے پنشن ملتی ہے۔ جامعہ نعیمیہ سے ملنے والی تنخواہ ۹۳۰۰ روپے بنتی ہے۔ کم و بیش انہی وسائل کے ساتھ پانچ بچوں کی شادیاں کیں اور انہی وسائل کے ساتھ آج بھی گزارہ ہو رہا ہے۔ میں نے آج تک جامعہ نعیمیہ سے موٹر سائیکل کے لیے تیل لیا نہ ہی کبھی یہاں سے کھانا کھایا۔ یہ احتیاط پسندی اور قناعت میرے والد گرامی کی تربیت کا اثر ہے جس پر میں خدا کا جتنا بھی شکر ادا کروں، کم ہے۔

(۲۹ اپریل ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس)

شہید ڈاکٹر صاحب!

(ناصر بشیر)

یہ منظر جنوری ۲۰۰۴ء کا ہے۔ الحمرا ہال میں مولانا شاہ احمد نورانیؒ کی یاد میں ایک تقریب منعقد ہو رہی تھی۔ میں ہال میں داخل ہوا، تمام نشستوں پر لوگ بیٹھے تھے، جنہیں نشستیں نہیں مل سکیں، وہ دیواروں سے لگے کھڑے تھے:

جیسے تصویر لگا دے کوئی دیوار کے ساتھ

بہت سے لوگ کرسیوں کے درمیان بچ رہنے والی خالی جگہ پر بیٹھے تھے۔ میں نے سٹیج پر نظر ڈالی تو وہاں مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کی ایک کہکشاں سجی ہوئی تھی۔ متحدہ مجلس عمل میں شامل تمام جماعتوں کی بھرپور نمائندگی تھی۔ مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے فرزند انس نورانی بھی موجود تھے۔ وہ اپنے والد محترم کی ہو بہو تصویر بنے بیٹھے تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد بھی اپنی نشستوں پر بڑی شان اور تمکنت سے براجمان تھے۔ ان دونوں اصحاب کی بھاری بھرکم اور بارعب شخصیت نے تقریب کے شرکاء کو اپنی جانب متوجہ کر رکھا تھا۔ ان دونوں اصحاب کو پہلی بار دیکھتے ہی جو خیال دل میں پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ مولویوں کی ایلیٹ کلاس کے آدمی ہیں۔

ایلیٹ کلاس کے ان مولویوں کے ساتھ ایک دبلے پتلے مولوی صاحب بیٹھے تھے۔ ان کا لباس بھی عام سا تھا، ڈاڑھی خضاب سے پاک تھی، سر پر جناح کیپ تھی، جسمانی قامت میں وہ سٹیج پر بیٹھے تمام اصحاب سے کافی کم تر دکھائی دے رہے تھے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ میں نے انہیں اس لیے غور سے دیکھا کہ یہ مولانا فضل

الرحمٰن اور قاضی حسین احمد کے برابر بہت اعتماد سے بیٹھے تھے۔ان کے چہرے پر ذرا سا بھی احساس کم تری دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

سٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ اب جامعہ نعیمیہ کے سربراہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب خطاب فرمائیں گے وہی دبلے پتلے مولوی صاحب بہت اعتماد سے چلتے ہوئے مائیک تک پہنچے۔اللہ کا نام لینے کے بعد انہوں نے بولنا شروع کیا تو سارا ہال دم بخود رہ گیا۔ وہ متحدہ مجلس عمل کی قیادت پر برس رہے تھے۔ وہ اس بات پر خفا تھے کہ ایم ایم اے کی قیادت نے مولانا شاہ احمد نورانی کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی پرویز مشرف سے معاہدہ کر لیا اور اس طرح آمریت کو مزید مضبوط کر دیا۔ان کا لہجہ اتنا زوردار تھا۔ کہ سٹیج پر بیٹھے مولانا فضل الرحمٰن اور قاضی حسین احمد بار بار پہلو بدل رہے تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی سچی اور کھری باتیں سن کر لوگوں کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ان کے دلوں کی بات ایک بہادر شخص نے برسرعام کہہ دی تھی۔ مجھے اقبال کا یہ شعر یاد آ رہا تھا:

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی

بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں

یہ تھا ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے میرا پہلا تعارف۔ ان کی شخصیت میں سب سے پسندیدہ اور مضبوط خوبی یہ تھی کہ دل کی بات ہونٹوں تک لانے میں دیر نہیں لگاتے تھے۔ مصلحت ان کے قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ وہ حکمرانوں سے ڈرتے تھے، نہ اپنے ہم سفروں سے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے اپنی تقریر میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی بات کا جواب دینے کی کوشش کی، لیکن کچھ بات نہ بن سکی۔

یہ بات میں ابھی تک دل میں چھپائے ہوئے تھا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی مجھے کیوں اچھے لگے؟ اس کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے کبھی اپنے نام کے ساتھ مولانا نہیں

لکھا۔ ایک زمانے تک مولانا کسی پڑھے لکھے آدمی کو کہا جاتا تھا، اس کلیے کی رو سے کوئی ایسا شخص بھی مولانا ہو سکتا تھا۔ جس کی داڑھی نہیں ہوتی تھی۔ مثال کے لیے مولانا غلام رسول مہر اور مولانا صلاح الدین احمد کے نام لیے جا سکتے ہیں۔ عجیب زمانہ آ گیا ہے کہ ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی ہے کم لوگ ہیں جو مولانا کہلانے کے مستحق ہیں۔

فروری ۲۰۰۶ء میں جب ڈنمارک کے ایک کارٹونسٹ نے حضور پاکؐ کی شان میں گستاخی کی تو اہل لاہور نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی قیادت میں حب نبیؐ کا اظہار کیا اور ثابت کیا کہ وقت پڑھنے پر وہ شمع رسالت پر دل و جاں بھی قربان کر سکتے ہیں۔ ان کے اس عمل نے بھی ثابت کر دیا تھا کہ وہ مصلحت کوش مولوی نہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے جان کی قربانی دے کر ثابت کر دیا ہے کہ دشمن ان کی سچائی سے خوف زدہ تھے۔ وہ امریکہ کی مخالفت دوٹوک انداز میں کرتے تھے۔ طالبان کے خلاف بھی وہ کھل کر اور بروقت بولے اور اس وقت بولے، جب لوگ ابھی ہوا کے رخ کا تعین کر رہے تھے۔ انہوں نے خودکش حملوں کے خلاف متفقہ فتویٰ جاری کیا۔ انہوں نے تمام مسالک کے بڑوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔ ان میں سے کون سی بات ہے جو پاکستان کے دشمنوں کو اچھی لگتی ہو؟ ہمارے دشمن یہ بات تو قطعاً گوارا نہیں کر سکتے کہ ہم سب متحد ہوں، متفق ہوں، یکجا ہوں، لیکن ڈاکٹر صاحب کی منزل ہی یہی تھی۔

ڈاکٹر صاحب کی شخصیت کی سب سے اہم بات ہے کہ انہوں نے کبھی اپنا مول نہیں لگوایا۔ وہ ہمیشہ بن مول بکے۔ وہ محبت، خلوص اور صداقت کے آدمی تھے۔ یہ ایسے سکے ہیں جو آج اپنی قدر کھو چکے ہی، لیکن ڈاکٹر صاحب کی جھولی انہی سکوں سے بھری ہوئی تھی۔ یہ بات تو تمام پاکستانیوں کے لیے حیران کن ہوگی کہ مسلم لیگ (ن) کے رہنما میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف ڈاکٹر صاحب سے قلبی اور روحانی تعلق رکھتے

تھے۔اس کے باوجود ڈاکٹر صاحب نے کبھی ان سے کوئی دنیاوی عہدہ یا مالی فائدہ نہیں لیا۔
میں کئی مولانا صاحبان کی مثالیں دے سکتا ہوں جنہوں نے سیاسی رہنماؤں سے تعلق کو مالی
ترقی کے لیے سیڑھی بنایا۔ڈاکٹر صاحب خودکش دھماکے میں شہید ہوئے تو لوگوں کو پتلا چلا
کہ ان کی ماہانہ تنخواہ صرف ۶ ہزار روپے تھی،موٹر سائیکل پر وہ پورا لاہور گھوما کرتے تھے۔

آخر میں بس اتنا عرض کروں گا کہ انہیں شہید کرنے والوں نے ایک بہت اچھا
انسان تو ہم سے چھین لیا،لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ہزاروں لاکھوں لوگوں کا سچائی، سادگی،
قناعت اور انسانیت پر ایمان مزید پختہ ہوا ہے کہ یہی وہ خوبیاں ہیں جو مرنے کے بعد بھی
انسان کو معزز بنائے رکھتی ہیں۔

(۲۲ جون ۲۰۰۹ء روزنامہ پاکستان)

عشق کی شہادت

خواجہ جمشید امام

عشق مصطفیؐ سے لبریز اور فکر مصطفیؐ کا عملی نمونہ ہونا یقیناً اس اسوۂ حسنہ کی حقیقی پیروی ہے جو رب کائنات صرف اپنے منتخب بندوں کو عطا کرتا ہے وہ جو معشوق اعظمؐ کے عاشق حقیقی ہوں انہیں محبوب رکھنا سعادت بھی ہے اور فرض عین بھی۔ میرا ایمان ہے کہ عشق مصطفیؐ کے بحر بیکراں کے شناوروں کو موت کبھی نہیں چھوتی۔ وہ صرف شہید ہوتے ہیں جو عارضی زندگی سے سے حقیقی زندگی کی طرف سفر کا پہلا اور آخری پڑاؤ ہوتا ہے۔ صرف روح کو لباس جسم سے آزاد کرنے کے مرحلے سے گزرنا ہوتا ہے اور وہ حقیقت منتظر اپنے شاہد کو آغوش رحمت میں لے کر ابدی' اعلیٰ اور افضل زندگی کے بلند ترین مقام پر فائز کرنے کیلئے مچل رہی ہوتی ہے۔

سچ کیلئے جان دے دینا یقیناً آخری سچ ہوتا ہے۔ قول' عمل کے وجود میں اتر کر اس حرف حرف کی گواہی دے دیتا ہے جس کا دعویٰ منبر پر بیٹھ کر کیا جاتا ہے اور دار کو انعام مصطفیؐ سمجھ کر گردن میں ڈالتے ہوئے اعلان کیا جاتا ہے کہ یہ وہ مصطفوی طوق غلامی ہے جس پر کائنات کی ہر آزادی قربان کی جا سکتی ہے۔ فکر مصطفیؐ کے رکھوالوں کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ جان عزرائیل کے نہیں' عشق مصطفیؐ کے سپرد کرتے ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک وہ ہستی واحد ہیں جن کی زندگی کے ہر لمحے کو خیر کثیر نے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محفوظ کیا ہے۔ وجہ کائنات کا دین امن' محبت' اخوت اور بریشم کی طرح نرم ہے اللہ کی وحدانیت اور مقام مصطفیؐ پر مصلحت

اندیشی کفر نہیں بدترین کفر ہے۔ مصلحت کا وہ ہمہ رنگ زمیں جال جو عقابی آنکھوں کو بھی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ فرما کر آخرت کی ذلت سے بچائے۔ وہ جو اپنی ہر خواہش کو معشوق اعظم کی رضا پر قربان کر دیتے ہیں ان کے نزدیک اس دنیا کی تو کیا اس کے بعد کی دنیا بھی بازیچہ اطفال سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

12 جون (2009ء) بروز جمعۃ المبارک مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی جو حدت عشق مصطفیٰ میں مانند شمع قطرہ قطرہ پگھل رہے تھے۔ شمع رسالت پر نثار ہو گئے۔ انہوں نے عشق مصطفیٰ کے دعوے کو سچ کر دکھانے کیلئے اس راہ میں آنیوالے صراط کے تمام پل جس شان سے طے کئے اس نے فرشتوں کو بھی ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیا۔ عشق کی راہ میں جان دے دینا تقاضائے عشق بھی ہے اور رسمِ عاشقی بھی اور جس دھج سے مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اس رسم کو ادا کیا ہے اسے تو سوچنے کیلئے بھی خیالات کا باوضو ہونا ضروری ہے۔ اس دنیا میں آنا انسان کا اختیاری فعل نہیں لیکن اس دنیا میں کسی عظیم موقف کے ساتھ باوقار انداز سے زندہ رہنا اور پھر اپنے موقف کیلئے جان دے دینا انسان کا اختیاری فعل ہے۔ وہ لوگ جو زندگی بارے اپنا موقف رکھتے ہیں وہ عظیم ہوتے ہیں اور وہ جو اپنے موقف کیلئے جان دے دیں عظمتیں ان کے در پر سجدہ ریز ہو جاتی ہیں۔ مفتی ڈاکٹر سرفراز نعیمی بھی ایسی ہی بابرکت ہستی تھیں جنہوں نے جسم کے لباس کو اس مادی دنیا کے سپرد کیا اور ہمیں زندگی گزارنے کا بنیادی فلسفہ عطا کر کے دیارِ محبوب کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت بلالؓ نے جو حضور کے مؤذن خاص تھے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کبھی اذان نہ دی تھی کیونکہ آقا مولا کی یاد سے دل بھر آتا تھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں ان کے اصرار سے مجبور ہو گئے اور اذان دینی شروع کی۔ ان کی آواز سن کر حاضرین پر عجب کیفیت طاری ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد کا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ دل بے چین ہو گئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور حضرت عمرؓ کی تو ہچکی بندھ گئی۔ حضرت خبیبؓ کو اللہ کی توحید کے اقرار اور عشق

مصطفیؐ کے اظہار کے جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا تھا ایک شقی القلب نے ان کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تو تم پسند کرو گے کہ محمد پھنس جائیں اور اس کے عوض میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیبؓ نے پر جوش لہجے میں کہا خدا جانتا ہے میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جائے اور اس کے عوض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ یہ چند مختصر ترین واقعات ہیں ان عشاق کے جن کے وارث ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور عشق کا یہ مکتب ہے۔

میں نے اپنی زندگی میں مفتی سرفراز نعیمی شہید کو بارہا دیکھا۔ پریس کانفرنسوں میں بھی علماء اور مشائخ کے درمیان بھی لیکن اس مرد قلندر کے جسم پر میں نے کبھی قیمتی عبا' دستار یا کوئی خلعت نہیں دیکھی۔ وہ سادگی اور درویشی کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ وہ اہلِ لاہور کے بہلول تھے جن کے نزدیک زندگی کا واحد مقصد رضائے مصطفیؐ کا حصول تھا۔ مذہب کی قوت احتساب تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آنحضرتؐ کا اتباع فرض کر کے ہم کو پوری دنیا کی مادی و اخلاقی غلامی سے آزاد کر دیا۔ مفتی سرفراز نعیمی شہید نے اتباع سنت کا صرف اعلان ہی نہیں کیا بلکہ جب من گھڑت واقعات کو (نعوذ باللہ) شریعت محمدیؐ کے نام پر نافذ کرنے کیلئے وطن عزیز کے گلی کوچوں میں چنگیزیت کا راج قائم ہوا تو انہوں نے برملا کہا کہ یہ وہ دین نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور نہ ہی ان لوگوں کا تعلق عشاق کے اس قافلے سے ہے جو قرآن و سنت کا پرچم دنیا بھر میں نبیؐ برحق کے طریقۂ اخلاق' درگزر اور صلہ رحمی کے بنیادی اصولوں کو اپناتے ہوئے سربلند کرنا چاہتے ہیں۔ خودکش حملوں میں اپنے مسلمان بھائیوں کا قتل' فتح مکہ کے اس عظیم واقعہ کی نفی کر رہا تھا جب بدترین مخالفین کو رحمت مصطفیؐ نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ معصوم لوگوں کا اغواء اور بے رحمانہ قتل' بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیے جانیوالے سلوک کو تاریخ کے آئینے کو دھندلا رہا تھا۔ عاشقان مصطفیؐ کے مزارات کو نہ صرف مسمار کیا جا رہا تھا بلکہ ان کے مقدس اجسام کو نکال کر سولیوں پر چڑھایا

جارہا تھا۔ ایسا کرنیوالوں کا موقف یہ تھا کہ ان مزارات پر شرک ہوتا ہے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب عاشقان مصطفیؐ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر خدانخواستہ ان کا مدینے پر قبضہ ہو جائے تو پھر......!!!ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے خودکش حملوں کو نہ صرف حرام قرار دیا بلکہ طالبان کے ہر غیر شرعی فعل کے مذمت بھی کی۔ وہ جانتے تھے کہ اس اقدام کا منطقی انجام کیا ہوگا لیکن جن کی متاع حیات وصال یارؐ سے زیادہ نہ ہو وہ بھلا کب موت سے خوفزدہ ہوتے ہیں۔ انہوں نے نہ تو دولت کے انبار لگائے اور نہ ہی پر آسائش زندگی کی خواہش۔ ناروے سے چھپنے والے گستاخ خاکوں پر جب پاکستان بھر سے ناموس مصطفیؐ کے رکھوالے جوق در جوق نکل رہے تھے مجھے یہ سعادت ہمیشہ رہے گی کہ میں بھی اس احتجاج میں گرفتار ہوا لیکن جلد رہائی نصیب ہوئی مفتی سرفراز نعیمی شہید کئی ماہ تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔ میرے لیے یہ سعادت ہی کافی ہے کہ میں اس احتجاج میں موجود تھا جس میں مفتی سرفراز نعیمی شہید بھی شریک تھے۔ روز محشر شاید زندگی کے وہ چند لمحے ہی شفاعت مصطفیؐ کیلئے کافی ہوں جو میں نے اس عاشق رسولؐ کے ہم رکاب ہو کر چند قدم کا فاصلہ طے کیا۔ مفتی سرفراز نعیمی کی علمی اور مذہبی خدمات لکھنے کیلئے تو میری تحریر اس قابل نہیں۔ میں نے صرف ان احساسات کو تحریر کرنے کی کوشش کی ہے جو خالصتاً میرے اپنے ہیں۔ انہوں نے جس جنگ کیلئے جان دی ہے وہ جنگ اس بچے کی بھی ہے جس نے ابھی رحمِ مادر میں پرورش پائی ہے۔ دکھ اور قرب میں ڈوبا میں تو صرف یہی لکھوں گا:

میرے رسولؐ کہ نسبت تجھے اجالوں سے
میں تیرا ذکر کروں صبح کے حوالوں سے
میرے ضمیر نے قابیل کو نہیں بخشا
میں کیسے صلح کروں قتل کرنیوالوں سے

(روزنامہ ''دن'' لاہور ۱۱ جولائی ۲۰۰۹ء)

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید سے تین گھنٹے پہلے آخری گفتگو

(علامہ چودھری اصغر علی کوثر وڑائچ)

جامعہ نعیمیہ کے سربراہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کو پہلی بار ہم نے ۱۹۶۶ء میں اسی جامعہ نعیمیہ میں دیکھا، اس زمانے میں اس عظیم دارالعلوم کو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمیؒ ابھی تعمیری مراحل سے گزر رہے تھے۔ پھر اس وقت ہی سے مختلف تقاریب کے دوران ان سے ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا جب مفتی محمد حسین نعیمیؒ کی وفات کے بعد وہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے سربراہ ہوئے۔ حقیقتاً وہ ایک متبسم شخصیت کے مالک تھے اور اپنے والد گرامی کی طرح سخت نظر نہ تھے کیونکہ مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے اپنی اوائل عمر میں جو تکالیف دیکھیں ان سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بے پایاں فضل وکرم سے ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو محفوظ رکھا، وہ واقعتاً ایک انتہائی بااصول عالم دین ہونے کے باوجود ایک خوشگوار انسان تھے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اور میاں نواز شریف تقریباً ہم عمر تھے اور بچپن میں اپنے مکان کی چھت اور چوک دالگراں میں اکٹھے کرکٹ بھی کھیلا کرتے تھے۔ ہم نے جب قرآن مجید کا منظوم اردو ترجمہ کیا تو جامعہ اشرفیہ کے مہتمم مولانا عبیداللہ صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفی نے تو پورا ترجمہ منگوا کر کئی روز تک جامعہ اشرفیہ ہی میں ملاحظہ کیا اور اپنی رائے سے نوازا مگر ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی متعدد بار اپنے موٹر سائیکل پر ہمارے غریب خانے پر تشریف لاتے رہے۔ وہ نماز مغرب کے بعد آتے اور نماز عشاء یہیں ادا فرما کر ترجمہ ملاحظہ

کرتے رہتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ موٹر سائیکل پر اتنی دور کیوں آتے ہیں مجھے ہی طلب کرلیا کریں تو انہوں نے فرمایا کہ آپ بھی تو اسی سواری پر ہماری تقاریب میں جامعہ نعیمیہ آتے رہتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے قرآن مجید کے منظوم ترجمے کے بارے میں اپنی ایک مبسوط رائے محکمہ اوقاف پنجاب کو بھی مرحمت فرمائی اور ۱۰ جون ۲۰۰۹ء کو ایوان اقبال میں ''پاکستان بچاؤ کنونشن'' میں شرکت کی دعوت دی وہ دیگر علمائے کرام ومشائخ عظام کے درمیان کرسی صدارت پر تھے جبکہ خواجہ فرخ سعید اور ہم روسٹرم کے دائیں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی آنکھوں کے سامنے تھے ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو ''لاہوریات'' میں اس کنونشن کا ذکر آیا تو صبح ان کے سیکرٹری ضیاء الحق نقشبندی نے فون پر ہم سے رابطہ قائم کیا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ۱۰ بج کر ۱۵ منٹ پر انہوں نے اپنے فون نمبر ۶۲۹۳۲۸۹ سے ہمارا طویل نام اپنی زبان سے ادا کرتے ہوئے قہقہہ لگایا اور فرمایا کہ ''لاہوریات'' نے کنونشن کو چار چاند لگا دیے ہیں اور ہم نوائے وقت اور جناب مجید نظامی کے بھی ممنون ہیں لیکن نماز جمعہ کے وقت قاری غلام رسول نے صدر لاہور میں اپنے مدرسہ تجوید القرآن میں ہمیں اور ڈاکٹر جاوید یونس اپل کو مدعو کرلیا کہ وہاں عطائے دستار ہائے فضیلت کی تقریب تھی لیکن جب جماعت قیام کی تیاری کر رہی تھی تو امام مسجد قاری احمد خان یارولی نے دکھی دل کے ساتھ نمازیوں کو وہ المناک خبر سنائی کہ جامعہ نعیمیہ میں دھماکہ ہوگیا تھا اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید ہو چکے تھے۔

(۱۴ جون ۲۰۰۹ء روزنامہ نوائے وقت)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید، چند یادیں

(چودھری خادم حسین)

ہمارے ملنے والے ہیں، ماشاء اللہ نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں والے ہو چکے، سنجیدہ فکر اور مدبر ہیں۔ حلقہ احباب میں سمجھدار مانے جاتے اور دوسروں کے تنازعات احسن طریقے سے نمٹا دیتے ہیں۔ یہ آج ہی کی نہیں پرانی بات ہے، وہ اپنی جوانی کے دنوں میں بھی ایسے ہی یار باش تھے (چھوٹی عمر میں شادی ہوئی اب بھی جواں سال ہیں) بظاہر ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ ان کے دماغ میں فتور آئے لیکن انسان تو انسان ہی ہے جس میں حیوانی جبلت بھی پائی جاتی ہے۔ ایک بار ایسا ہی ہوا، گھر میں میاں بیوی کے درمیان تلخی ہوئی۔ بات بڑھ گئی اور حضرت صاحب اپنی اہلیہ کو بیوی کے لیے کہی جانے والی بدترین بات کہہ گئے۔ شدید برہمی اور غصہ میں طلاق کا لفظ استعمال کر کے گھر سے باہر چلے گئے۔ گھر میں رونا دھونا شروع ہو گیا۔ خاندانی لوگوں میں یہ بہت ہی معیوب ہے۔ بہر حال کچھ بزرگ موجود تھے، انہوں نے سمجھ بوجھ سے کام لیا، خاتون کو سمجھا بجھا کر اس کے والد کے گھر بھجوا دیا، یہ احساس جڑ پکڑ گیا کہ بات ختم ہو گئی۔

چند دن گزرے، جذبات سرد ہوئے تو احساس ہوا کہ کیا کر بیٹھے، ہمیں بھی علم ہوا تو ہم نے بھی جا کر جھاڑ پونچھ کی۔ اس وقت ایوبی قانون نافذ تھا، جس کے تحت معاملہ یونین کونسل میں جاتا، مصالحت کی کوشش ہوتی اور اگر نوے روز کے اندر مصالحت ہو جاتی تو پھر سے گھر بس جاتا۔ ہم نے یہ مشورہ دیا کہ مصالحتی کونسل میں معاملہ لے جا کر مصالحت کر لی جائے یہ بات یوں تسلیم نہ کی گئی کہ گھرانہ دینی اقدار کا حامل تھا۔ جب یہ ہمارے علم میں آیا تو

ہم اپنے اس عزیز کو ساتھ لے کر اس وقت کے مفتی کے پاس چلے گئے۔

یہ مفتی محمد حسین نعیمی تھے جو جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو کے مہتمم اور اس دفتر میں اسی میز پر بیٹھتے جہاں بیٹھے ہوئے ان کے صاحبزادے ڈاکٹر سرفراز شہید ہوئے ہیں۔ مفتی صاحب سے ہماری نیاز مندی حضرت علامہ ابوالحسنات کے حوالے سے تھی اور وہ ہم پر مہربان بھی تھے۔ ان کے سامنے مسئلہ بیان کیا، انہوں نے ہمیں خاموش رہنے اور وکالت سے منع کیا اور پھر ہمارے عزیز سے حالات دریافت کئے۔ جب بات چلی تو پھر مفتی نعیمی مرحوم نے جرح کے انداز میں بہت سے سوال کئے اور پھر مطمئن ہو گئے۔ آخر کار انہوں نے فرمایا: ''آپ نے شدید غصے کے عالم میں طلاق طلاق طلاق دہرایا اور ایک ہی جگہ ایک ہی مرتبہ یہ سب کہا ہے تو یہ شرعاً ایک طلاق ہوئی۔ اسے تین نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اسلام دین فطرت ہے اور احکام شرعی غیر فطرتی نہیں ہو سکتے۔ دین کی رو سے یہ ضروری ہے کہ مرد ایک ہی بار نہیں بلکہ کچھ وقفہ سے تین بار یہ الفاظ دہرائے تا کہ یہ حتمی اندازہ ہو کہ وہ علیحدگی ہی چاہتا ہے، غصے میں اول فول نہیں بک گیا۔ تفصیل سے مسئلہ سمجھانے کے بعد انہوں نے ہم سے باقاعدہ سوال لکھوایا اور اس کے جواب میں باقاعدہ فتویٰ دیا کہ احکام شرعیہ کے مطابق یہ ایک طلاق ہو گئی۔ سوال کرنے والا رجوع کر سکتا ہے تاہم وہ محتاط رہے کہ پھر ایسی حرکت نہ کرے، فتویٰ کے بعد مصالحت ہوئی اور پھر اس مرد خدا نے آج تک ایسی غلطی نہیں دہرائی کہ سمجھانے والے کا انداز بھی دلنشین تھا۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی انہی مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم کے صاحبزادے تھے اور ان کے اندر بھی والد والی تمام صفات موجود تھیں۔ بڑے مفتی صاحب دھیما بولتے تھے تو یہ بھی دھیمے ہی گفتگو کرتے تھے۔ مفتی صاحب مدلل تھے تو سرفراز شہید بھی دلیل ہی سے بات کرتے تھے۔ البتہ معمولی فرق بھی تھا مفتی محمد حسین نعیمی کبھی کبھار غصے میں آ جاتے تو برہمی انداز بھی

اپنا لیتے تھے لیکن یہاں یہ بات بھی نہیں تھی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنے والد صاحب کی نسبت اور ہمارے دینی لگاؤ کی وجہ سے ہماری عزت کرتے اور ہم بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ صاحبزادی کی شادی تھی، مولانا ابوالحسنات ان کے صاحبزادے امین الحسنات خلیل قادری اور مفتی محمد حسین نعیمی اللہ کے حضور ہیں اس لیے خواہش ہوئی کہ نکاح ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ پڑھا دیں۔ داماد کی یہ خواہش تھی کہ نکاح مسجد میں ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر سرفراز سے عرض کی انہوں نے وعدہ کرلیا تاہم نکاح کے وقت کے بارے میں کنفیوژن کے باعث وہ بروقت نہ آ سکے۔ تاہم پہنچ بہرحال گئے۔ اس وقت تک نکاح ہو چکا تھا، بڑے خلوص سے مبارک دی تو ہماری درخواست پر انہوں نے دعائے خیر و برکت کرادی۔ (ہماری بیٹی اللہ کے فضل سے اپنے گھر میں خوش ہے۔)

اسی طرح اپریل میں ہماری اہلیہ اللہ کو پیاری ہوئیں۔ جنازے اور اگلے روز قرآن خوانی پر شہید تشریف نہ لا سکے۔ جن لوگوں کی آمد متوقع ہو وہ نہ آئیں تو خیال ضرور آتا ہے اور یہ آیا۔ ابھی چار پانچ روز ہی گزرے تھے کہ مغرب کے بعد گھنٹی بجی۔ بیٹے نے جا کر دیکھا تو ڈاکٹر سرفراز نعیمی تھے۔ گھر میں بٹھایا تو معذرت کرنے لگے کہ وہ اسلام آباد گئے ہوئے تھے، بروقت علم نہیں ہو سکا۔ معذرت کی اور پھر دعا مغفرت کرائی۔ ہم نے ڈاکٹر شہید کو کچھ دیر روک لیا، حالات حاضرہ پر بات ہوئی تو وہ بہت زیادہ فکر مند تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے بھیس میں ان کی صفوں میں یہود و ہنود اور امریکہ کے ایجنٹ گھس آئے ہیں جو پاکستان کے اندر حالات کو خراب کر رہے ہیں۔ ان کی فکرمندی یہ بھی تھی کہ سوات میں مزارات اور ان کے مسلک کی مساجد کی جو بے حرمتی کی گئی ہے، وہ پریشان کن ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ لوگ فرقہ واریت بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی عزم تھا کہ وہ نہ تو دہشت گردی ہونے دیں گے اور نہ ہی پاکستان دشمنوں کے عزائم کو کامیاب ہونے

دیں گے۔ان سے حفاظتی اقدامات کے بارے میں پوچھا گیا تو درویشی انداز میں کہنے لگے ''ضرورت نہیں، موت تو خود زندگی کی حفاظت کرتی ہے۔'' جب جانے لگے تو باہر موٹر سائیکل کھڑی تھی۔ دیکھا تو کچھ نئی تھی۔ ہم نے مبارک دی اور کہا چور کو دعا دیں کہ وہ آپ کی موٹر سائیکل چرا کے لے گیا اور آپ نے بالآخر نئی لے ہی لی۔ ہنس پڑے اور کک مار کر واپس روانہ ہو گئے۔ یہی ان کی سواری تھی اور ایسے ہی گھومتے پھرتے تھے۔ اس کے بعد آخری ملاقات ہمارے دفتر میں ہوئی جہاں ایک فورم میں تشریف لائے۔ اب تو یادیں ہی رہ گئی ہیں۔

(۱۵/جون ۲۰۰۹ء روزنامہ پاکستان)

ایک اُجلا انسان

کرامت علی بھٹی

''سر...... ساری دنیا لرز رہی ہے' آپ کیوں نہیں؟ کوئی گارڈ نہ سکیورٹی' کون جانے کب کوئی وار کردے''۔

''ٹھیک ہے تو پھر کیا کروں؟''

''سر! وہی جو دوسرے کر رہے ہیں۔ کوئی احتیاط کریں اور اپنی حفاظت کا بندوبست بھی' کیونکہ طالبان......''

''طالبان...... کیا طالبان؟ ان کے ڈر سے اب حق بات کہنا بھی چھوڑ دوں' طالبان سے ڈروں یا خدا کا خوف کروں۔ انٹرویو ختم ہوگا تو مجھ سے اہلسنّت کے ان 65 علماء کے ناموں کی فہرست ضرور لے جایئے گا جنہیں محض مسلکی اختلافات کی وجہ سے سوات اور شمالی' جنوبی وزیرستان میں شہید کر دیا گیا۔ ان علماء سمیت سینکڑوں ہزاروں بے گناہ پاکستانیوں کی طالبان کے ہاتھوں شہادت پر آواز نہ اٹھاؤں تو کیا چپ بیٹھا رہوں۔ جانتا ہوں میری جان سخت خطرے میں ہے لیکن جو بات میں کر رہا ہوں اس کا ابلاغ میری جان سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ یہ میری قومی ذمے داری ہے۔ میرا بولنا اسلام اور عوام کے بہترین مفاد میں ہے اس لیے آخری سانسوں تک یہ فرض ادا کرتا رہوں گا''۔

یہ الفاظ بیدردی کے ساتھ مسجد میں شہید ہونے والے فقیر صفت عالم دین ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کے ہیں' جوانہوں نے اس وقت کہے جب ان سطور کا راقم انٹرویو کرنے 24

اپریل (2009ء) کے روز جامعہ نعیمیہ' گڑھی شاہو پہنچا۔ جناح کیپ' سادہ سی سفید شلوار قمیض میں ملبوس ڈاکٹر سرفراز نعیمی نماز جمعہ کے بعد جامعہ کے مین گیٹ کے ساتھ واقع دفتر میں (جہاں انہیں شہید کیا گیا) کسی سائل کی گفتگو انتہائی انہماک کے ساتھ سن رہے تھے۔ شاید اس دکھیارے کو سننے کیلئے ہمدرد کان ملے تھے۔ اس لیے پوری تفصیل کے ساتھ دل کے پھپھولے پھوڑ رہا تھا۔ ڈاکٹر نعیمی انتہائی تحمل کے ساتھ سائل کی بات سنتے رہے۔ وہ چپ ہوا تو انتہائی آہستہ آواز میں کچھ پڑھنے کی تلقین اور نصیحت کی۔ کچھ دیگر افراد بھی وہاں موجود تھے۔ میل ملاقات کا یہ سلسلہ کچھ دیر تک جاری رہا' وہاں سے فراغت ہوئی تو انہوں نے مجھے ہمراہ کیا اور مسجد کے صحن سے نیچے تلے قدموں کے ساتھ ہوتے ہوئے جامعہ کی وسیع و عریض لائبریری میں آ گئے۔ وہاں کا ماحول نسبتاً پرسکون تھا۔ قدرے توقف کے بعد انٹرویو کا باقاعدہ آغاز کر دیا تو بجلی چلی گئی۔ یوں اسی نیم تاریک ماحول میں بات چیت کا سلسلہ اگلے تقریباً تین گھنٹوں تک دراز رہا۔ کوئی سوال ایسا نہ تھا جو ہمارے ذہن میں آیا اور ہم نے اسے پوچھنے سے گریز کیا ہو اور کوئی جواب ایسا نہیں تھا جسے انہوں نے مصلحت کے غلاف میں لپیٹ کر دیا ہو۔ سچی' سیدھی اور ابہام سے پاک گفتگو سے واسطہ رہا۔ استوار لہجے میں علم و حلم کا دریا رواں دواں رہا۔ خودنمائی اور رکھ رکھاؤ کے عیب سے بے نیاز' یہ ملاقات طالبعلم کی زندگی کا ناقابل فراموش تجربہ بن گئی۔ اقبال نے کہا تھا۔

خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے' سلطانی بھی عیاری

خوش قسمتی سے اس روز میں ایک ایسے درویش عالم دین کے روبرو تھا' جن کی سادہ اطواری' شائستگی اور متانت نے دل کو ادب و احترام سے معمور کر دیا۔

ہمارے ہاں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ صحافی وہ طبقہ ہے جو غم و خوشی کے پیمانوں کو بھی کالموں سے ماپتا ہے۔ یہ بات کسی حد تک قرین قیاس بھی ہے کہ ہر روز غم و خوشی کی

سینکڑوں خبریں اخبارات کے دفاتر آتی ہیں۔ یہ لوگ ہر خبر پر ردعمل دینا شروع کردیں تو اخبار کیسے چلے مگر گزشتہ روز ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کی خبر سنی تو لگا کہ غم کے دودھاری خنجر نے کلیجے کو چیر کے رکھ دیا ہو۔ آنکھوں کی نمی سے جانا کہ شہید دل کے کس قدر قریب تھے۔

پاک سرزمین ڈاکٹر سرفراز نعیمی جیسے اجلے آدمیوں سے خالی ہوتی جارہی ہے۔ جو کسی صورت اچھا شگون نہیں۔ ڈاکٹر نعیمی کی شہادت قدرت کی طرف سے اس معاشرے کیلئے ایک تنبیہ بھی ہوسکتی ہے۔ اب بھی اگر ہم نے یکسو ہوکر دہشت گردی کے جنون کا موثر جواب نہ دیا تو کون جانے دست قاتل اگلا خنجر کس کے سینے میں گاڑے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا تعلق ایک خاص مسلک یا جماعت سے ضرور تھا تاہم وہ اپنی وسعتِ قلبی اور افتادِ طبع کے سبب سارے مسالک کیلئے قابلِ احترام تھے۔ انہوں نے ایک نیک مقصد اور اجتماعی مفاد کیلئے اپنی جان قربان کردی۔ ان کی شہادت کو مسلکی تناظر میں دیکھنے کے بجائے تمام طبقات کا فرض ہے کہ وہ اجتماعی شعور کے ساتھ دہشت گردی کے خلاف آواز بلند کریں کہ یہی اس لہو کا' جو اللہ کے گھر کے درودیوار سرخ کر گیا اصل پیغام بھی ہے۔

(روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور 13 جون 2009ء)

آہ! ڈاکٹر سرفراز نعیمی!

رانا شفیق پسروری

ڈاکٹر سرفراز نعیمی درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے ہیں۔ ان کی زندگی، تمام تر علم و آگہی اور دین و خدمت دین کیلئے وقف تھی۔ ان کے اخلاص و تحرک، صلح جوئی اور تحمل کا تقاضا تھا کہ جس طرح دنیا میں وہ ہر ایک کے ہاں عزت و اکرام کا مقام رکھتے ہیں اسی طرح ان کا سفر آخرت بھی شاندار ہو۔ سو آج وہ دنیا سے رخصت ہوئے ہیں تو ہر آنکھ ان کے لئے اشک بار اور ہر زبان پر ان کی مدحت و ستائش کے الفاظ و کلمات ہیں۔ ہر طبقۂ فکر سے سنجیدہ فکر لوگ ان کی اس طرح رخصتی پر غمگین، افسردہ اور فکر مند ہیں۔ وہ سوچ رہے ہیں کہ صلح جو اور معتدل مزاج ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو اگر خون میں نہلایا جا سکتا ہے تو پھر کون ہے جو زندگی کا حقدار ٹھہرے گا؟

ڈاکٹر سرفراز نعیمی جتنی بڑی شخصیت کے مالک تھے، اتنی ہی ان میں انکساری اور تواضع تھی۔ سادہ و پروقار اور متانت سے لبریز۔ کسی بات پر اختلاف ہوتا تو مسکراتے ہوئے اختلاف رائے کا اظہار کرتے۔ ان کی مجلس میں ہر ایک کو راہ تھی۔ ان کے مدرسہ و مکتب میں بند ہونے کیلئے دروازے موجود نہ تھے۔ جامعہ نعیمیہ کے ''کلاس روم'' بھی ''کھلے عام'' تھے۔ فرش نشین طلبہ جہاں علم و آگہی حاصل کرتے اور بصیرت کے رمز آشنا بنتے تھے ان کیلئے یہ روشن راہیں کھولنے والا متین و سنجیدہ شخص یہی ڈاکٹر سرفراز نعیمی تھا جو آج ہر ایک کو غم زدہ اور رنجیدہ کر کے آخرت کی راہ پر گامزن ہو چکا ہے۔

یوں تو ان کی علمی شخصیت ہر ایک کے ہاں مقبول تھی۔ ذرائع ابلاغ ان کی روشن فکر و خیال سے رہنمائی حاصل کرتے ہی رہتے تھے مگر روزنامہ پاکستان سے ان کا ایک خاص تعلق بن چکا تھا۔ جناب مجیب الرحمٰن شامی سے بھی بہت اچھے تعلقات تھے اور ہم جیسے طالبعلموں سے بھی وہ محبت وشفقت کا سلوک کرتے رہتے تھے۔ ''پاکستان فورم'' مستقل طور پر ان کی ''فکرگاہ'' تھا جہاں وہ روزمرہ مسائل و معاملات پر روشنی بکھیرتے رہتے۔ دینی و معاشرتی حوالے سے۔ شاید ہی) کوئی ایسا فورم ہو جہاں وہ تشریف نہ لائے ہوں۔ وہ بروقت آتے اور موضوع کی مناسبت سے بجے تلے انداز میں مدلل گفتگو کرتے' کسی کی بات سے اگر اختلاف ہوتا تو مسکراتے ہوئے کوئی علمی یا لفظی چٹکلہ چھوڑتے اور پھر مسکراتے مسکراتے اپنی اختلافی رائے کا اظہار کر جاتے۔ میں نے ان کو ہر ایک سے ہنس کر ملتے اور ہر ایک کو ان سے مسکرا کر ملتے دیکھا ہے۔ ہر ایک کے ہاں ان کیلئے احترام تھا۔ وہ واقعتاً ایک علمی شخصیت کے مالک تھے' جن کے ہاں اختلاف رائے' مخالفت اور بلاوجہ کی تلخی کا باعث کبھی نہیں بنتا۔ ان سے اختلاف رکھنے والے بھی ان سے مخالفت کا سوچ نہیں سکتے تھے۔ وہ ایسے بالکل نہ تھے کہ جن کے حوالے سے اس طرح کی خونی واردات کو سوچا بھی جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس سانحہ کی خبر ملی تو دل و دماغ ماننے کو تیار نہ تھے ہم کیا کوئی بھی ان کے بارے میں اس طرح کی خبر سننے اور ماننے کو تیار نہ تھا۔ جن ظالموں نے یہ مذموم ترین کارروائی کی ہے ان کو کیا خبر کہ انہوں نے مسلمانان پاکستان کا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

(روزنامہ ''پاکستان'' لاہور ۱۴ جون ۲۰۰۹ء)

انسانیت کا قتل

عطاءالرحمٰن

یہ صحیح معنوں میں پوری انسانیت کا قتل ہے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ علم وعمل کا مرقع، مستند عالم دین اور جدید تعلیم یافتہ سکالر تھے۔بڑے علمی خانوادے اور معروف دینی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔انہیں دین حق کا جو علم اور شعور حاصل تھا وہ ان کی منکسر المزاج اور متواضع شخصیت سے سورج کی طرح عیاں تھا۔دوسروں پر اپنی علمی برتری ثابت کرنے کیلئے زبان یا قلم کی حاجت نہ تھی۔یہ وصف ہر وقت ان کی ظاہری شخصیت عیاں ہوتا تھا۔میٹھی زبان، نرم لہجہ، مسکراتی آنکھیں اور حسن اخلاق جو محض دکھاوے کیلئے نہیں ہوتا تھا۔میری ان کے والد مغفور سے عقیدت مندی تھی۔ڈاکٹر نعیمی کے ساتھ یوں کہہ لیجئے دوستی کا رشتہ تھا مگر بہت پاس ولحاظ سے حالانکہ علم وفضل، اعلیٰ قومی شعور اور مثالی زندگی کے حوالے سے میرا ان کا کوئی مقابلہ نہ تھا۔وہ ایک بلند مقام پر فائز تھے۔میں کسی شمار میں نہیں۔اس کے باوجود کبھی ان کے مدرسے کی جانب جا نکلتا تھا تو ڈاکٹر شہید کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ ہوتا تھا۔ان کا یہ تعلق مجھ سے خاص نہ تھا۔ملک بھر میں سینکڑوں نہیں زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد ایسے ہوں گے جو ان کے ساتھ اسی وابستگی کا اثاثہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔

ڈنمارک کے اخبار میں توہین آمیز کارٹون چھپے تو نعیمی صاحب کا عشق رسول شعلہ جوالا بن کر سامنے آیا۔سیمینار منعقد کئے۔احتجاجی مظاہروں میں پیش پیش رہے۔جیل

کاٹی تب مشرف آمریت کا دبدبہ تھا مگر کسی بات کی پروانہ کی۔ پاکستان کی سلامتی پر آنچ آنا کسی طور گوارانہ ہوتا تھا۔ طالبان کیخلاف آپریشن شروع ہوا۔ انہوں نے بلاخوف وخطر خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ دیا جبکہ افغانستان میں طالبان کی جدوجہد آزادی کی ہمیشہ حمایت کی۔ اس راہ میں ہونیوالے خودکش حملوں کے خلاف کبھی ایک لفظ نہ کہا۔ عراق کے حوالے سے یہی موقف تھا۔ انہیں اعتراض پاکستان میں ہونیوالی واردات پر تھا۔ ہمارا ملک آزاد ریاست ہے۔ یہاں کسی غیرملکی فوج کا قبضہ نہیں۔ حکومت اور اسٹیبلشمنٹ کی کوئی پالیسی غلط یا صحیح ہوسکتی ہے۔ اس کی حد درجہ امریکہ نواز پالیسیوں کو بھی بہت زیادہ ہدف تنقید بنانا چاہیے لیکن پاکستان کے اندر خودکش حملوں کا کوئی جواز نہیں۔ یہ تھا ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا نقطۂ نظر جس کی انہیں سزا دی گئی ہے اور شہادت کے رتبے پر فائز کیا گیا ہے۔

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوامِ ما

(روزنامہ ''نوائے وقت'' لاہور ۱۴ جون ۲۰۰۹ء)

ایک درویش کی شہادت

(ایم ایم ادیب)

نہ کار، نہ بنک بیلنس نہ کوئی حویلی، نہ پرشکوہ عمارت پر مشتمل کوئی پختہ گھر، نہ کروفر، نہ تفاخر، نہ تکبر، نہ علم پر ناز، نہ تقوے کا زعم، نہ شہرت کی خواہش اور نہ ایسا کوئی خواب، بس ایک پرانے ماڈل کی سوزوکی موٹر سائیکل، دبیز شیشوں سے جھانکتی درویش آنکھیں، ماتھے پر محراب، زبان پر درود مصطفیٰ ﷺ، مسجد و محراب پہچان اور تقریر و تحریر ایک مسلسل عمل۔ ایک عالم کا ورثہ اور کیا ہو سکتا ہے؟

فون کی ابھی دو ہی گھنٹیاں بجی تھیں کہ ایک والہانہ محبت سے بھرے سلام کی آواز نے مجھے سرتاپا سرشار کر دیا، خیر و عافیت انہوں نے دریافت کی اور مدعا بھی خود ہی پوچھا میں نے کہا بس ایک چھوٹے سے جلسے کا پروگرام رکھا ہے، بچوں کے ختم قرآن کی تقریب، ابھی میں اپنی بات مکمل ہی نہ کر پایا تھا کہ فرمانے لگے، بھائی بس مقام، تاریخ اور وقت بتا دیں ہم انشاء اللہ حاضر ہو جائیں گے، اس سے بڑھ کر عاجزی اور انکسار کیا ہو سکتا ہے؟

فون بند ہوا تو میں نے سوچا یہ کیسا انسان ہے رتبہ و منصب کے اعتبار سے دیکھیں تو بے بدل، علم و عمل کے لحاظ سے تصور کریں تو نابغہ روزگار، تقویٰ پر نظر ڈالیں تو کمال ہی کمال اور چہرے پر نگاہ پڑی تو جمال ہی جمال۔

یہاں تک پہنچتے پہنچتے حافظ قاری جمیل قادری کی آواز رندھ گئی۔ میرے اوپر بھی رقت طاری ہو گئی۔ ایک طویل خاموشی اور پھر سسکیاں، کچھ سمجھ نہیں آتا اسے سنبھالوں یا خود کو، دونوں کام مشکل ہیں اسے حوصلہ دیتے دیتے میں خود بھی رو پڑا۔

مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید ایک درویش منش انسان تھے، وراثت میں علم و عمل پایا تھا اس لیے خود بھی عالم و فقیہہ بن گئے۔ مجمع ہزاروں کا ہو یا لاکھوں کا بس ایک پل میں لوٹ لیتے۔ ان کا اصلی کام اجڑے دلوں کی بستیاں آباد کرنا تھا، روحوں کے تار تار چولوں کو سینا تھا اور یہ کام وہ اس ڈھب سے کرتے کہ خبر تک نہ ہونے دیتے، بیمار نفس کے لیے نسخہ کار گر دینے کی مہارت آخر کس سے پائی تھی اپنے والد بزرگوار مولانا محمد حسین نعیمی سے کہ جن کے استاد نعیم الدینؒ مراد آبادی کے قد و قامت کا اندازہ لگانے بیٹھیں تو نگاہ کی بلندی ختم ہو جائے اور ان کے مرتبے کا احاطہ ابھی طے نہ ہو پائے مولانا ڈاکٹر سرفراز شہید کا شمار ان علماء میں ہوتا تھا جو فرقہ وارانہ تعصبات سے موراء تھے ایک مخصوص مکتبہ فکر کے ساتھ تعلق کے باوجود تمام مکاتب فکر کے جید حضرات کی آنکھوں کے تارے تھے۔ افغانستان پر امریکی حملہ ہو، خودکش حملوں میں سادہ لوح مسلمانوں کو موت کے منہ میں دھکیلنے کا عمل ہو یا سرور عالم ﷺ کے توہین آمیز خاکوں کا مسئلہ ہو۔ جس نے سب سے پہلے صدائے احتجاج بلند کی وہ مولانا سرفراز نعیمی ہی تھے نہ سنگ و خشت سے گھبرانے والے، نہ جیل کی سلاخوں سے ڈرنے والے، آمر پرویز مشرف نے جب تحریص و ترغیب کے سب ہتھیار آزما لئے تو آخری ہتھکنڈا ملازمت سے فراغت کا تھا وہ بھی استعمال کر کے دیکھ لیا کہ ان کے آزاد لبوں پر قدغن اور بولنے سے نہیں روک سکا تو جیل کے سیاہ کمرے کا سزاوار ٹھہرا لیا مگر مجال ہے جو پائے استقلال میں ذرا سی بھی لرزش آئی ہو۔

وہ ہر ملی اور دینی مسئلے پر تمام مکاتب فکر کے علما اور اہل دانش کو فوراً ایک پلیٹ فارم پر جمع کر لیتے، مولانا شاہ احمد نورانیؒ کے بعد علماء کے طبقے سے کوئی موثر آواز ابھری تو وہ مولانا سرفراز نعیمی شہید ہی کی تھی۔ جنہوں نے اصولوں پر سودا کرنے کی بجائے جان قربان کر دی۔ ان کی شخصیت کا یہ اعجاز تھا کہ ان سے ہزار اختلاف کرنے والے بھی ان کی اصول

پسندی کے دل و جان سے معترف تھے۔ مولانا ایک دینی سکالر ہی نہیں سماجی مفکر بھی تھے، جنہوں نے علم دین کے ساتھ عصری علوم کی ترقی و ترویج پر بھرپور توجہ مرکوز رکھی، سماجی بھلائی کے حوالے سے ان کا اپنا ایک نقطہ نظر تھا جس پر زندگی کے آخری لمحے تک قائم و دائم رہے۔

ملک کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے دارالحکومت میں ایک پر شکوہ اور وسیع و عریض عمارت میں قدیم و جدید علوم کے فروغ کے لیے انہوں نے جس تندہی اور جذبہ جنوں کے ساتھ کام کیا یہ انہی کی ذات کا کمال تھا۔ وہ اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ زندہ رہیں گے جبکہ تاریخ کے اوراق میں انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے خود کو تابندہ کرلیا ہے۔ یہ ان کی تعلیم و تربیت کا معجزہ ہے کہ وہ لوگ جو ان کی بہیمانہ موت کو فرقہ وارانہ فسادات میں تبدیل کرنے کی سازش کے درپے تھے مولانا شہید کے تربیت یافتہ طلباء اور علماء نے اس مکروہ اور بھیانک سازش کو پنپنے نہیں دیا اور بلند حوصلوں کے ساتھ اپنے درویش کا سوگ منایا۔

مولانا سرفراز نعیمی اخوت، امن و محبت اور بھائی چارے کے سفیر تھے ان کے لاکھوں شاگردوں نے ان کی سفارت کو لٹنے نہیں دیا تاہم یہ ایک حقیقت ہے کہ قوم اور ملک ہی نہیں پورا عالم اسلام ایک نڈر اور بے باک سپاہیٔ اسلام سے محروم ہوگیا۔ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتوں کی بارشوں کا سلسلہ تا قیامت قائم دوائم رکھے۔ آمین

(۲۰ جون ۲۰۰۹ء روزنامہ اوصاف)

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

(ڈاکٹر حسین احمد پراچہ)

علماء اکیڈمی کے ناظم تقریبات قاری سعید کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ جذبات میں رندھی ہوئی آواز میں انہوں نے کہا کہ قاتل کو بھیجنے والے کتنے سفاک تھے کہ انہوں نے ایک ایسے عالم کی زندگی کا چراغ گل کیا کہ جس کے چراغ سے اتحاد امت کی کرنیں پھوٹ کر پاکستان کے کونے کونے اور وطن عزیز کی ہر مسجد اور ہر مدرسے کو منور کر رہی تھیں۔ قاری سعید نے کہا کہ علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی تصویر تھے۔ قاری صاحب نے بتایا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایک انتہائی معتدل عالم دین تھے۔ آبائی طور پر ان کا تعلق بریلوی مکتب فکر سے تھا مگر انہوں نے کبھی کس مخصوص مکتب یا کسی مخصوص فکر کی بات نہیں کی تھی۔ وہ ہر دینی مکتب فکر کی دعوت پر ان کی تقریبات میں شامل ہوتے تھے۔ وہ دیو بندی، اہلحدیث اور شیعہ علمائے کرام کی مجالس میں شامل ہوتے اور وہاں اسلام کو عالمی طور پر درپیش چیلنجز کی بات کرتے اور علماء کو اتحاد امت کی دعوت دیتے تھی۔ قاری صاحب نے بتایا کہ میں جب بھی علماء اکیڈمی ملتان روڈ لاہور میں خطاب کی دعوت دینے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے خدمت میں ان کے مدرسے جامعہ نعیمیہ میں حاضر ہوتا تو وہ بخوشی اس دعوت کو قبول کر لیتے اور جب میں عرض کرتا کہ ہم تاریخ مقررہ کو گاڑی بھیج دیں گے تو علامہ صاحب فرماتے، کیوں؟ کیا میرے پاس اپنی سواری نہیں۔ آج کے اس دور میں جب علمائے کرام کی سواری باد بہاریہ چلتی ہے تو ان کے جلو میں کئی گاڑیاں آگے اور کئی گاڑیاں پیچھے ہوتی ہیں۔ بندوق بردار دستے ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ بعض

علمائے کرام کے کلاشنکوف دستے مقوقہ الجیش کے طور پر مقام تقریب یا جس شخصیت کے ساتھ ملاقات کے لیے وہ جا رہے ہوتے ہیں، ان کے گھر پہنچ کر پہلے سکیورٹی چیک کرتے ہیں پھر پوزیشنیں سنبھال لیتے ہیں۔ ان علمائے کرام کا یہ کروفر کسی صدر مملکت یا وزیر اعظم سے کم نہیں ہوتا۔ ان حالات میں جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی برسوں پرانی اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہوتے اور تن تنہا مقام تقریب پر جا پہنچتے اور منتظمین کو حیران و پریشان کر دیتے۔ علامہ سرفراز نعیمی کی سواری یہی پرانی موٹر سائیکل تھی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 64 سال تھی اور آخری لمحے تک ان کی اپنی موٹر سائیکل کے ساتھ رفاقت قائم رہی۔ مجھے بتائیے کہ کیا آج پاکستان میں کوئی ایک عالم دین علامہ سرفراز نعیمی کے علاوہ اس سادگی اور کفایت شعاری پر عمل پیرا ہے؟

جامعہ نعیمیہ کے بانی ناظم اعلیٰ مفتی محمد حسین نعیمی علامہ سرفراز نعیمی کے والد تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی پاکستان کے مفتی اعظم بھی رہے مگر وہ سادگی اور دلداری کا پیکر تھے۔ وہ سفید رنگ کا سادہ پاجامہ قمیض زیب تن کرتے، ان کے پاس ایک سفید رنگ کی شیروانی تھی جسے وہ سردیوں میں زیب تن کر لیتے تھے علامہ سرفراز نعیمی اپنے والد کی دلنشیں شخصیت کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ مفتی محمد حسین نعیمی بھی اتحاد امت کے داعی تھے۔ وہ کبھی اختلافی بات نہ کرتے اور ہمیشہ دین کی ان باتوں کا ذکر کرتے جن پر تمام مکاتب فکر متفق اور متحد ہوتے۔ والد گرامی مولانا گلزار احمد مظاہری نے جب جمعیت اتحاد العلماء قائم کی تو مفتی صاحب نے اس آئیڈے کو بہت پسند کیا اور والد صاحب کو نصیحت کی کہ کبھی کسی مکتب فکر پر تنقید نہ کیجئے، اختلافی باتوں کو ہوا نہ دیجئے اور آغاز سفر میں دین کی ان تعلیمات کو نمایاں کیجئے جن کے بارے میں تمام مکاتب فکر یکسو اور یک جہت ہیں۔ مفتی محمد حسین نعیمی تحریک پاکستان سے لے کر تحریک نظام مصطفیٰ تک ہر تحریک کے ہراول دستے میں شامل رہے اور علماء کے اتحاد کی

قیادت کرتے رہے۔ علامہ سرفراز نعیمی اتحاد امت، عشق رسولؐ اور حب وطن کے حوالے سے اپنے والد کے نقش قدم پر گامزن رہے۔ علامہ صاحب دشمنان دین کے لیے تیغ براں اور خادمان دین کے لیے بریشم کی طرح نرم تھے۔

علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی جہاں سادگی و درویشی کی تصویر تھے، وہاں وہ جابر حکمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہتے تھے۔ اس جرم کی پاداش میں انہیں ایک نہیں، کئی بار پس دیوار زندان جانا پڑا۔ جیل کی مشقت کو انہوں نے بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کیا۔ جب ۲۲ اپریل ۲۰۰۰ء کو جنرل (ر) پرویز مشرف نے اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے کہا ہم قانون رسالت ۲۹۵ (سی) کے طریقہ تفتیش میں تبدیلی کر رہے ہیں اور آئندہ ڈی سی او کی اجازت کے بغیر ایسے کیس کی ایف آئی آر درج نہیں ہوگی تو علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اس آمرانہ ترمیم کی کھل کر مخالفت کی۔ وہ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ اس فقیر کو علامہ نعیمی کے والد گرامی کی خدمت میں حاضری اور ان کی شفقت سے سرفراز ہونے کا موقع ملا۔ کئی بار ان کی دینی باتیں بڑے دلنشیں انداز میں سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ علامہ نعیمی سے بالمشافہ ملاقات کا زیادہ موقع نہ مل سکا۔ وہ لاہور میں مسند دعوت وارشاد سنبھالے ہوئے تھے اور خاکسار پہلے سعودی عرب مقیم رہا اور اب اسلام آباد میں سکونت پذیر ہے مگر میں دل کی اتھاہ گہرائی سے یہ شہادت ضرور دوں گا کہ علامہ صاحب اتحاد امت کے داعی تھے۔ وہ سچی بات دوٹوک انداز میں کہتے تھے۔ کوئی دھونس یا لالچ ان کو اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتا تھا۔

پاکستان کو گزشتہ آٹھ برس سے جنرل (ر) پرویز مشرف نے جس دلدل میں پھنسا دیا ہے اس پر وہ رنجیدہ خاطر تھے۔ وہ بہت ملول اور بہت مضطرب تھے۔ وہ علمائے کرام کی بلائی گئی کانفرنسوں اور میٹنگوں میں شامل ہوتے اور سوئے ہوئے علمائے کرام کو

جگاتے۔ وہ امریکہ پر کھلم کھلا تنقید کرتے رہے اور انہوں نے ایک بار نہیں بار بار کہا کہ امریکہ ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ کر ہمارے خطے سے رخصت ہو جائے۔ وہ طالبانوں کے معتدل گرپ کو بھی پکارتے رہے اور انہیں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ وہ چاہتے تو کئی دوسرے علماء کی طرح مصلحت کی چادر اوڑھ کر سو جاتے اور خواب غفلت کے مزے لیتے۔ اس وقت علمائی کی بہت بڑی تعداد...... ''آرام خوب چیز ہے منہ ڈھک کے سوئیے'' کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے شہادت کی موت کو آرام کی نیند پر ترجیح دی۔ علامہ صاحب ساری عمر اس شعر پر کاربند رہے اور اسی اصول پر انہوں نے اپنی جان دی

نے ابلۂ مسجد ہوں نہ تہذیب کا فرزند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق

(۱۵جون ۲۰۰۹ء روزنامہ نوائے وقت)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت

(قیوم نظامی)

گذشتہ جمعہ کو نوشہرہ اور لاہور کی مساجد میں دہشت گردی کے دو المناک واقعات ہوئے۔نوشہرہ کی جامع مسجد کینٹ میں ایک خودکش حملے سے ۱۲ نمازی شہید ہوگئے جبکہ ۱۰۱ زخمی ہوئے لاہور میں جامعہ نعیمیہ کی مسجد میں ایک خودکش حملہ آور نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی، مولانا خلیل الرحمٰن، مولانا عبدالرحمٰن اور مدرسے کے دو طالبعلم شہید ہوگئے۔ پاکستان کے ممتاز عالم اور اسکالر ڈاکٹر سرفراز نعیمی بے لوث شخصیت تھے۔حضور اکرم ﷺ کے سچے عاشق تھے اور اپنی زندگی حضور اکرم ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے گزار رہے تھے۔ وہ بلاشبہ ایک مذہبی سکالر تھے۔جن کو قرآن اور حدیث پر عبور حاصل تھا۔ وہ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے اور فرقہ واریت کے سخت مخالف تھے۔

میں نے سٹار ایشیاء ٹی وی چینل کے لیے ان کے مدرسہ میں جا کر ان کا ایک انٹرویو ریکارڈ کیا تھا اور میں ان سے ملاقات کر کے بہت خوش ہوا تھا۔ کیونکہ وہ مجھے بڑے اخلاق کے ساتھ ملے اور ان کی گفتگو اور کردار میں مجھے خلفائے راشدین کا عکس نظر آیا تھا۔ عالم باعمل ہونا اس دور میں بڑا مشکل کام ہے۔ پاکستان میں عالم تو بہت ملتے ہیں مگر عمل کرنے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ انٹرویو کے دوران ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید نے میرے سوالوں کے جوابات بڑی عاجزی، انکساری اور اعتدال کے ساتھ دیے۔ وہ کسی مرحلے پر بھی جذباتی نہ ہوئے۔ان کے جوابات مدلل، بے ساختہ اور منطقی تھے۔ان کی شہادت نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے لیے ایک المیہ ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کا قصور یہ تھا۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

ڈاکٹر سرفراز نعیمی ؒ نے طالبان کے بارے میں اپنے موقف کو بڑی جرات کے ساتھ پیش کیا۔ انہوں نے خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ جاری کیا اور امریکہ کی ڈٹ کر مخالفت کی۔ ان کو دکھ یہ تھا کہ طالبان پوری دنیا میں اسلام کو بدنام کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔ انہوں نے بڑی بہادری سے سوات میں فوجی آپریشن کی کھل کر حمایت کی اور اس کے حق میں جلوس بھی نکالے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر طالبان کا راستہ نہ روکا گیا تو خدانخواستہ پاکستان میں اسلام ہی خطرے میں پڑ جائے گا۔ پاکستان کے اکثر علماء خوف کا شکار ہیں۔ وہ کھل کر طالبان کی مخالفت سے گریز کرتے ہیں۔ جبکہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کا خیال یہ تھا کہ پاکستان اپنی تاریخ کے انتہائی سنگین بحران سے گزر رہا ہے۔ لہٰذا اس لمحہ پر خاموش رہنا مجرمانہ غفلت کے مترادف ہوگا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی طالبان کے دلوں میں کھٹکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ٹارگٹ کر کے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو شہید کر دیا اور اس المناک واقعہ کی ذمہ داری بھی قبول کر لی۔ طالبان حالیہ فوجی آپریشن کی وجہ سے سخت بوکھلاہٹ کا شکار ہیں اور وہ فوجی آپریشن کو رکوانے کے لئے آخری وار کر رہے ہیں۔ ان کی کوشش یہ ہے کہ پاکستان کے سیاستدان، مذہبی سکالر اور سول سوسائٹی کے نمائندے ڈر اور خوف کی وجہ سے خاموش ہو جائیں۔ اپنے گھروں میں بند رہیں اور طالبان کی مخالفت ختم کر دیں۔ پاکستان کے عوام کی اکثریت یہ چاہتی ہے کہ فوج نے جو آپریشن شروع کیا ہے وہ نتیجہ خیز ہونا چاہیے اور اس کو زیادہ طول نہیں دیا جانا چاہیے۔

افسوس کا مقام یہ ہے کہ پنجاب کی حکومت ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی جان بچانے میں ناکام رہی ہے۔ حالانکہ حکومت کو علم تھا کہ جو مذہبی رہنماء اور سکالر حکومت کے ساتھ برملا

تعاون کرر ہے ہیں وہ طالبان کا ٹارگٹ بن سکتے ہیں۔لہٰذا یہ حکومت کا اولین فرض ہے کہ وہ علماء حق جو کلمہ حق بیان کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہیں ہوتے ان کو مکمل سکیورٹی فراہم کی جائے۔اگر حکومت طالبان مخالف قوتوں کا تحفظ کرنے میں ناکام رہی تو پھر طالبان کے حوصلے مزید بلند ہو جائیں گے۔فوجی آپریشن کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت خوف کو ختم کرنے کی کوشش کرے۔پاکستان کی تمام سیاسی مذہبی جماعتوں اور سول سوسائٹی کو فعال بنایا جائے۔ساری قوم مل کر ایک تاریخی امن مارچ کرے تا کہ انتہا پسند طالبان کو یہ علم ہو جائے کہ پاکستانی قوم ان کے اسلامی ماڈل کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے اور خود کش حملوں سے سخت بے زار ہے۔عوامی رائے کا برملا اظہار انتہائی ضروری ہوتا ہے جو سڑکوں پر نکل کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان میں موجودہ افسوسناک اور پریشان کن صورت حال کا سب سے بڑا سبب امریکہ اور نیٹو کی افواج ہیں جو گذشتہ ۸ سال سے افغانستان پر قابض ہیں۔افغانستان میں ان کی موجودگی کی وجہ سے پاکستان میں طالبان تحریک نے جنم لیا۔لہٰذا اس بڑے سبب کو ختم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ بہترین سفارتکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے امریکہ کو مجبور کیا جائے کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو افغانستان سے اپنی فوجوں کو نکال لے تا کہ علاقے کی صورتحال پرسکون ہو سکے۔افغانستان میں امن وامان قائم رکھنے کے لیے مسلمان ممالک کی فوجیں افغانستان میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں۔

(روزنامہ جناح ۱۵/جون ۲۰۰۹ء)

آہ! مولانا سرفراز نعیمی شہیدؒ

(متین صلاح الدین)

دو، تین ہفتے پیشتر راقم حضرت مولانا سرفراز نعیمی شہید کی خدمت میں حاضر ہوا...... موجودہ ملکی حالات اور خاص کر دہشت گردی کے خلاف بے ننگ و نام صلیبی جنگ کے تناظر میں مولانا سے استفسار کیا کہ ''مولانا! یہ ہمارے ملک میں کیا ہو رہا ہے؟'' فرمانے لگے ''امریکہ اور بھارت چاہتے ہیں کہ پاکستان کو توڑ دیا جائے اور ہمارا ایٹمی پروگرام تباہ کر دیا جائے اور کوئی مانے نہ مانے...... لوگ ابھی نہیں مانیں گے......

میں نے عرض کیا کہ مولانا میں آپ کی دونوں باتیں مانتا ہوں کہ واقعی امریکہ، بھارت، اسرائیل پاکستان کے حصے بخرے کرنے کے درپے ہیں اور میں یہ بھی مانتا ہوں کہ طالبان کا محض نام لیکر امریکہ اور ''را'' کے ایجنٹ پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں۔ لیکن کیا یہ سخت ظلم نہیں کہ ہم مجرموں کے تو اتحادی ہیں لیکن افغانستان کے مجاہدین، فرشتہ سیرت مسلمانوں کو صرف اللہ، رسولؐ کا نام لیوا ہونے کی سزا دے رہے ہیں......؟ ہر لچے، ننگے، بدمعاش، تخریب کار، ''را'' اور امریکہ کے ایجنٹ داڑھی پوش ہندو یا سکھ کو بھی ہم طالبان کیوں کہہ رہے ہیں؟؟

مولانا شہید فرمانے لگے کہ یہی بات ہے...... ''ہم افغانستان کے اصل طالبان کی بات نہیں کرتے...... ہم ان کے خلاف ہیں جو دین کا نام لیکر ملک توڑنے کی سازش کر رہے ہیں اور جان بوجھ کر مزاروں اور مساجد کو نشانہ بنا رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا کہ دیکھئے مولانا مسئلہ تو بنیادی طور پر یہی ہے کہ امریکہ نے معصوم افغان مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کی اور غدار فوجی ڈکٹیٹر مشرف نے اس کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور امریکہ کے خلاف جہاد کرنے والوں کے خلاف لڑنا شروع کر دیا......اور اب امریکہ یہاں شورش بپا کر کے ہمارے ملک میں فوجی مداخلت کا جواز پیدا کرنا چاہتا ہے...... کچھ اور گفتگو ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ مولانا اگر آپ ان سب معاملات پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور ہمارا ان باتوں پر اتفاق ہے تو فرمایئے کہ اس صورتحال کا حل کیا ہے؟ مولانا شہید نے اس امر پر اتفاق فرمایا کہ ایسی کوشش کی جائے کہ ایک بنیادی نکتے پر علمائے کرام اور محب وطن حلقوں کو اکٹھا کر لیا جائے......اور وہ یہ کہ باقی سب کچھ بھول کر ملک بچانے کے لیے امریکہ کی غلامی سے نجات حاصل کی جائے......امریکہ کی پالیسی سے جان چھڑائی جائے......ارباب اختیار کو مجبور کیا جائے کہ ۹/۱۱ کے بعد کے مشرف کے فیصلے کو واپس لیکر، پاکستان افغان سرحد سیل کر لے، یہ واضح کر کے کہ افغان طالبان سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں، شرپسندوں کو کچل دیا جائے...... پھر میں نے مولانا شہید کی خدمت میں عرض یا کہ "حضور دراصل آج آپ کی خدمت میں حاضری دینے کا مقصد یہی تھا......مولانا آپ نے سنا ہوگا کہ علماء کی کسی کانفرنس کے انعقاد کے حوالے سے گفتگو فرماتے ہوئے جناب قاضی حسین احمد نے اس امر کا خوش کن عندیہ دیا ہے کہ "دہشت گردی کے خلاف جنگ" میں امریکہ کا ساتھ دینے کے خلاف علمائے کرام سے فتویٰ حاصل کیا جائے......" چونکہ اس معاملے پر میری چند اور علمائے کرام اور بزرگان ملت سے بات ہو چکی تھی......لہذا فیصلہ ہوا کہ ان تمام بزرگان ملت کا ایک وفد جلد از جلد جناب قاضی صاحب اور جناب منور حسن سے ملاقات کر کے ایک لائحہ عمل طے کر لے...... جناب مولانا سرفراز نعیمی شہید کی رضا مندی حاصل کر کے میں نے دیوبندی مسلک کے مولانا کے ایک قریبی دوست اور اپنے

مہربان بزرگ کی مولانا شہید سے اس وقت موبائل فون پر بات کروائی کیونکہ دیگر حضرات کے ساتھ ساتھ میرے ان بزرگ محترم کا خیال تھا کہ شاید مولانا شہید مسلکی اختلاف کی وجہ سے اس معاملے میں ساتھ دینے سے اجتناب برتیں۔

رضائے مولیٰ، از ہمہ اولیٰ جناب قاضی صاحب اور جناب منور حسن کی لاہور سے باہر مصروفیات کی وجہ سے ملاقات نہ ہو پائی۔ معاملہ لٹک گیا۔ اور پھر ۱۲ جون کی دوپہر کی ایک ظالم گھڑی یہ اندوہناک خبر ملی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی سلامتی کے دشمنوں نے حضرت مولانا سرفراز نعیمی کو شہید کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

جامعہ نعیمیہ پر حملہ وطن عزیز کی سرحدوں کے اندر سے نہیں، باہر سے ہوا ہے۔ دشمن مسلکی اختلافات کو دشمنی میں تبدیل کر کے، ایک نہ بجھنے والی آگ بھڑکا کر، ہمارے گھر کو خاکستر کرنا چاہتا ہے۔ مولانا شہید کے چاہنے والے اور عقیدت مندانجانے میں دشمن کی گھناؤنی سازش کا آلہ کار بننے سے خود کو بچا کر ان کا مشن پورا کریں۔

(۱۳ / جون ۲۰۰۹ء روزنامہ نوائے وقت)

''اک چراغ اور بُجھا!''

(سمیع اللہ ملک)

اس سے پہلے بھی کراچی میں کئی چراغ ایک ساتھ بجھ گئے تھے اور ان ظالموں نے اس کے لیے وہ دن منتخب کیا تھا جس دن نبی رحمت ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تھے جن کو خود اللہ تعالیٰ نے رحمت العالمین کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ ان چراغوں کو بجھانے کا سلسلہ اب دراز ہوتا جا رہا ہے۔ ہر وقت ایک عجیب سی پریشانی دل کو کھائے جا رہی ہے۔ خوف کے مارے ٹی وی دیکھنا چھوڑ دیا ہے لیکن کیا کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے بلی کے خوفناک شکار سے بچا جا سکتا ہے؟ جناب میاں افضل صاحب ٹیلیفون پر اس سانحے کی خبر دے رہے تھے کہ ہمارے بڑے شفیق دوست اور ملک کی ایک ممتاز مذہبی شخصیت جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب کو ان کے دفتر میں جو مسجد کا ہی ایک حصہ ہے خودکش بمبار نے بڑی سفاکی کے ساتھ اڑا دیا ہے جس کے نتیجے میں جناب ڈاکٹر سرفراز نعیمی اپنے چند دوسرے ساتھیوں کے ساتھ جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

چند سال پہلے کچھ دردمند پاکستانیوں نے تحریک استحکام پاکستان برطانیہ کے پلیٹ فارم سے پاکستان کے طول وعرض میں سیمینار کے انعقاد کا اہتمام کیا تو لاہور میں ایوان اقبال میں پہلے سیمینار میں ان کا خطاب سننے کو ملا۔ میں بھی تحریک استحکام پاکستان برطانیہ سے منسلک ہونے کی وجہ سے لاہور میں موجود تھا۔ اس دن کے بعد ان سے عقیدت کا ایسا سلسلہ چل نکلا کہ درجنوں ملاقاتیں بھی تشنگی کا احساس دلاتی رہتی تھیں۔ اکثر ای میل پر ان کے احساسات سے مستفیض ہوتا رہتا تھا اور پاکستان میں بھی ان کی محبت ڈھونڈ نکالتی

تھی۔ بڑی محبت سے اپنے ادارے جامعہ نعیمیہ میں آنے کی دعوت دی۔ پندرہ سو طلباء کے قیام وطعام کے ساتھ تعلیم وتربیت، دینی علوم کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم سے آراستہ نصاب، کمپیوٹر سے مزین جدید لیب میری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہماری خواہش ہے کہ ہمارے ادارے سے مسلمان انجینئر، مسلمان ڈاکٹر اور زندگی کے دوسرے شعبوں کے ماہرین پاکستان کی خدمت کے لیے نکلیں اور ان حضرات کو ہم کھلے عام دعوت دیتے ہیں جو بغیر دیکھے الزامات کی بارش کرتے ہیں کہ ہم صرف دینی علوم کی تعلیم دے کر ان طالب علموں کو معاشرہ میں بیکار اور بوجھ بنا کر نکالتے ہیں۔ خود انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور ان کا اکلوتا بیٹا بھی ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کر چکا ہے۔ دیگر اسی مدرسے کے کئی طالب علم دوسرے کئی مضامین میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے لیے پاکستان کے مختلف اداروں میں رجسٹرڈ ہیں۔ اس اچانک خبر نے ایک ایسا صدمہ پہنچایا ہے کہ لکھنے اور بیان کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔

یہ کیسا عہد زیاں ہمارا مقدر بن گیا ہے کہ اپنی گلیاں اپنے لہو سے رنگیں ہو رہی ہیں۔ مسجدیں، امام بارگاہیں، میلاد کی مجلسیں، حمد ونعت کے اجتماعات، درود وسلام کی محفلیں، کچھ بھی محفوظ نہیں۔ ڈاکوں، قتل وغارتگری کی وارداتوں اور لوٹ مار کو چھوڑیئے کہ حکومتوں کی ترجیحات بدل جائیں تو یہی کچھ ہوتا ہے لیکن مقدس مذہبی مقامات، مقدس مذہبی اجتماعات کو نشانہ بنانے والے کون ہیں؟ یہ انسانوں کی کون سی قبیل ہے جو اللہ کے حضور سجدہ ریز، حمد ونعت اور درود وسلام کے زمزمے بلند کرتے اہل اسلام کے پرخچے اڑا کر تسکین حاصل کرتی ہے؟ یہ کس طرح کا احساس ہے جو انسان کے قلب وذہن میں سما جاتا ہے اور اس کے ہر قطرہ خوں میں وحشت اور درندگی بھر دیتا ہے؟

جمعۃ المبارک جس کو نبی رحمت ﷺ نے دنوں کا سردار اور عید قرار دیا ہو اسی دن نبی رحمت ﷺ کے عاشق کو اس بے دردی کے ساتھ مسجد کے اندر جہاں ہزاروں عشاق اللہ کے حضور سر بسجود ہوتے ہیں، آگ اور بارود کی خوراک بنا دیا جائے گا۔ وہ جو ہمیشہ علم و حکمت اور دانش و بصیرت کے موتی بکھیرتا ہو، لوگوں کے ٹوٹے دلوں کو ہر وقت جوڑنے میں اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرتا ہو اس کو اس بے دردی کے ساتھ دن دیہاڑے ہم سے چھین لیا جائے گا۔ دل نہیں مانتا کہ محمد عربی ﷺ کا کلمہ پڑھنے والا کوئی شخص ایسے بے ضرر عالم دین کو اپنی ایسی قبیح حرکت کا نشانہ بنائے گا۔ اگر کسی کے سینے میں دل اور دل میں حب رسول ﷺ کی رتی بھر رمق بھی ہے تو اس نوع کی واردات کا تصور کرتے ہوئے بھی اس کا سینہ شق ہو جائے گا۔ فرقہ وارانہ منافرت اور مسلکی اختلافات اس نقطہ اشتعال تک نہیں آسکتے کہ گنبد خضریٰ بھی اس کا ارتعاش محسوس کرنے لگے۔ بلاشبہ ہم نے باہمی محبت، امن ہمدردی، خیر سگالی، انسان دوستی، بھائی چارے، یگانگت، بردباری، تحمل، برداشت اور دلداری والے دین کو باہمی چپقلشوں، آویزش، تصادم، پیکار، دل آزاری، دل شکنی دشمنی اور منافرت میں بدل دیا ہے لیکن ذہن یہ خیال قبول نہیں کر رہا کہ نفرتوں کی یہ آگ دامان رسول ﷺ تک آن پہنچی ہے......اور اگر ایسا ہی ہے تو پھر وہ گھڑی سر پر کھڑی ہے جب خدائے بزرگ و برتر، جو رحیم و کریم بھی ہے اور قہار و جبار بھی اس طرح جلال میں آئے گا کہ ہمارا ماتم کرنے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ بے شک وہ اپنے محبوب ﷺ کی بارگاہ کے گستاخوں کو معاف نہیں کیا کرتا۔

(۱۴ر جون ۲۰۰۹ء روزنامہ اوصاف)

سانحہ سرفراز نعیمی شہید پر لاہور اُداس ہے

(علی مسعود سید)

جامعہ نعیمیہ لاہور کے سربراہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اپنے دارالعلوم کی جامع مسجد میں نماز جمعۃ المبارک ادا کرنے کے بعد ۱۲ جون ۲۰۰۹ء کو جامعہ نعیمیہ کے صدر دروازے کے ساتھ اپنے دفتر میں اپنے دفتری امور میں مصروف تھے کہ ۲ بج کر ۱۰ منٹ پر ایک خودکش حملے کا ہدف بن گئے۔ ان کو فوری طور پر ایک ہسپتال میں منتقل کیا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکے۔ وہ الم ناک خبر اندھیرے کی طرح لاہور پر چھا گئی اور پوری ملت پاکستان کی طرح زندہ دلان لاہور اور عقیدت کیشان ڈاکٹر محمد سرفواز نعیمی بھی دل تھام کے رہ گئے۔ اس وقت سے اب تک لاہور اداس اور مغموم چلا آ رہا ہے اور نہ جانے کب تک اُداس اور مغموم رہے گا۔ ۱۳ جون ۲۰۰۹ء (بروز ہفتہ) ۵ بجے شام ان کے جنازے میں اپنی اشک بار آنکھوں کے ساتھ ہزاروں مسلمانوں نے شرکت کی قبل ازیں سیکورٹی انتظامات کے باعث ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے جسد خاکی کو ڈیڈ ہاؤس ہی میں غسل دیا گیا اور وہیں ان کے اہل خانہ، عزیز و اقارب اور خاندان کی خواتین کی بڑی تعداد کو شہید مفتی محمد سرفراز نعیمی کی آخری زیارت کرائی گئی شہید کی صاحبزادی غم والم کا پیکر بنی ہوئی تھیں وہی حال ڈاکٹر نعیمی کی والدہ کا بھی تھا مگر انہوں نے اپنے بیٹے کی شہادت پر صبر کا دامن تھامے رکھا اور فرمایا کہ ''میرا بیٹا شہادت کے مرتبے پر فائز ہو چکا ہے، اب مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون سی ماں ہوگی''۔ ان کی اہلیہ نے بھی اپنے مغموم تاثرات کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ''میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی انتہائی شکرگزار ہوں کہ اس کے بے پایاں فضل وکرم سے مجھے اتنے عظیم انسان کی رفاقت زندگی حاصل ہوئی۔ وہ ہم

سب گھر والوں کا بہت خیال رکھتے تھے مجھے حج کرایا اور ہمیشہ میرا ہر طرح سے خیال رکھا، وہ انتہائی سادہ، نرم خو اور خاموش طبع انسان تھے۔ اخبارات کے مطالعہ کے شوقین تھے اور سادہ مگر صاف ستھرا لباس زیب تن کرتے تھے''۔ ڈیڈ ہاؤس ہی میں ان کو آسودۂ تابوت کر دیا گیا اور پھر ہیلی کاپٹر کے ذریعے ناصر باغ سے ملحق جی سی گراؤنڈ لایا گیا جہاں پولیس کے ایک چاق و چوبند دستے نے ان کو گارڈ آف آنر پیش کیا اور سرفراز نعیمی کے صاحبزادے راغب حسین نعیمی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ وہ محکمہ اوقاف پنجاب میں ڈپٹی ڈائریکٹر ہیں۔ ۱۰ جون ۲۰۰۹ء کو جب ہم ''پاکستان بچاؤ کنونشن'' کی کوریج کے لیے ایوان اقبال پہنچے تو راغب حسین نعیمی ہی نے ہمیں سنبھال کر ہماری نشست تک پہنچایا۔ اس وقت وہ نہایت خوش و خرم نظر آ رہے تھے جبکہ ۴۸ گھنٹے کے بعد ہی غم و آلام کی آندھی انہیں اپنی لپیٹ میں لے لینے والی تھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ صرف دو روز بعد انہیں اپنے والد کی نماز جنازہ پڑھانا پڑے گی۔ اس وقت تمام لاہور اُداس اور خاموش تھا تمام دکانیں بند تھیں، عام تعطیل تھی اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کو سرکاری اعزاز کے ساتھ لحد میں اتارنے کا اہتمام تھا، اگر ان کی زندگی میں ان کے دوست حکمران سرکاری اعزاز کے ساتھ ان کا تحفظ بھی کرتے تو ممکن تھا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی قوم و وطن کی مزید خدمت کر پاتے وہ اپنے جس چھوٹے سے دفتر میں ایک خودکش حملہ آور کا ہدف بنے وہ ایک کھلی کچہری کا منظر پیش کرتا رہتا تھا۔ اس کا ایک دروازہ باہر سڑک کی طرف بھی کھلتا تھا اور ایک دروازہ مسجد کے صحن کی طرف تھا جب بھی جامعہ نعیمیہ میں کوئی سیمینار یا کوئی اور تقریب ہوتی تو صحافی اس کمرے میں بیٹھے رہا کرتے تھے ہمیں بھی کئی بار اس دفتر میں ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی سے گفتگو کا موقع ملا۔ وہ ایک بے خوف عالم دین تھے اور جابر سے جابر حکمران کے سامنے بھی اعلائے کلمۃ الحق سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اور اگرچہ درمیانے قد و قامت کے مفکر و عالم دین تھے مگر جب روسٹرم پر آتے تھے اور

اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے اور اپنی تقریر کو آگے بڑھاتے تھے تو ان کی شخصی قامت بھی سامعین کی نگاہوں میں بلند ہوتی چلی جاتی تھی۔ وہ اظہار خیالات کے دوران مفادات و مصالح کا کبھی شکار نہ ہوتے تھے وہ خودی انہوں نے اپنے والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے ورثہ میں پائی تھی وہ اپنے والد گرامی ہی کے نقش قدم پر چلتے رہے اور بالآخر اپنے عظیم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ میں اپنے والد گرامی ہی کے پہلو میں ۱۳ جون ۲۰۰۹ء کی شام ہزاروں اشک بار آنکھوں اور دھڑکتے دلوں کے درمیان سپرد لحد ہو گئے

تیری زباں تھی حق و صداقت کی ترجماں
تجھ کو نہ کر سکے گا فراموش یہ جہاں

ایک روشن فکر عالم چلا گیا

(افضال ریحان)

شہید محترم ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے اندوہناک قتل سے مجھے سخت صدمہ پہنچا ہے۔ تب سے ذہن پریشان اور دل افسردہ ہے۔ ان سے پرانا تعلق تھا، بلکہ جب سے صحافت شروع کی ہے، تب سے جب بھی کسی ایشو پر اہل سنت والجماعت کا موقف چاہئے ہوتا تھا تو میرے ذہن میں فوراً ایک ہی شخصیت آتی تھی اور وہ علامہ سرفراز نعیمی صاحب کی دل موہ لینے والی محبت بھری شخصیت تھی۔ ایسے ہر موقع پر ان سے فوری رابطہ کرتا اور فیضیاب ہوتا۔ میں نے انہیں اپنے مذہبی سفر کی پوری سٹوری سنا رکھی تھی، اس لیے وہ ایسی اپنائیت سے ملتے، جس سے یہ گمان ہوتا کہ وہ تو میرے دوست ہیں۔

حضرت سے میری آخری ملاقات تھوڑا عرصہ قبل مجیب الرحمٰن شامی صاحب کے بیٹے کی شادی میں ہوئی، جس میں میں نے ان سے عہد کیا کہ میں انشاء اللہ جلد آپ سے تفصیلی ملاقات کے لیے حاضر ہوں گا۔ جناب رحمٰن بٹ ایڈووکیٹ بھی میرے ہمراہ تھے اور وہ ہماری ساری گفتگو بڑے انہماک سے سنتے رہے۔ ہماری ساری گفتگو مذہبی دہشت گردی کے حوالے سے ہوئی، جس میں ایک مذہبی فرقے کے منفی رول پر وہ بہت زیادہ دکھی تھے اور فرمارہے تھے کہ ہم نے ان کا حریف ہونے کے باوجود شدید اصولی اختلافات کے باوجود اسے فرقہ وارانہ جنگ نہیں بننے دیا لیکن کسی بھی چیز کی کوئی حد ہوتی ہے۔ یہ فرقہ جس طرح دوسرے مسلمانوں کو دہشت زدہ کر رہا ہے اور مار رہا ہے، خودکش حملوں کے ذریعے یہ لوگ جس طرح بے گناہ انسانوں کو مارتے ہیں۔ اس پر آخر کس طرح خاموش رہا جا سکتا

ہے۔اس سے تو اسلام جیسا پاکیزہ اور امن وسلامتی کا دین پوری دنیا میں رسوا ہو رہا ہے۔

میں نے کہا ڈاکٹر صاحب آپ پریشان نہ ہوں۔ان لوگوں کے جو کرتوت ہیں، ان کے چہرے جلد عوام کے سامنے بے نقاب ہو جائیں گے۔قوم پر یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ صوفیائے کرام کا فہم اسلام اور ان کا طریق تبلیغ ہی درست تھا۔اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ساتھ کھڑے میرے دوست نے کہا کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ کئی باتیں ہم لکھ نہیں سکتے۔لکھ بھی دیں تو وہ چھپ نہیں سکتیں۔سچ تو یہ ہے کہ ہم بھی دباؤ میں ہیں،لیکن پھر بھی ایک واقعہ مختصر احتاط انداز میں یہاں بیان کر دوں کہ اس دوران ایک اور لمبی سفید داڑھی والے بزرگ ہمارے پاس آئے اور ان کی ہم دونوں دوستوں کی موجودگی میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب سے خاصی بحث بھی ہوگئی۔ میں یہاں ان بزرگ کا یا ان کے فرقے کا نام نہیں لکھوں گا،لیکن خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہوں گا کہ ان کے تیور مجھے قطعاً اچھے نہ لگے۔

علامہ سرفراز نعیمی طالبان کے مظالم گنواتے ہوئے اپنے غم وغصے کا اظہار کر رہے تھے، جبکہ وہ بزرگ طالبان کا دفاع کرتے ہوئے امریکہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ان کا سارا زور ڈرون حملوں کی مخالفت پر تھا اور وہ طالبان کی کاروائیوں کو ان حملوں کا جائز ردعمل قرار دے رہے تھے۔انہوں نے افغانستان کے حوالے سے بھی کچھ اعداد و شمار پیش کیے، لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی ان سے اختلاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ پشاور میں رحمٰن بابا جیسے عظیم صوفی بزرگ کا کیا قصور تھا۔طالبان نے ان کے مزار مبارک کو بموں سے کیوں توڑا ہے۔ہمارے بزرگوں کے مزاروں کی بے حرمتی آخر طالبان کیوں کر رہے ہیں۔ہم اسے کیسے برداشت کر لیں۔اس گفتگو میں، میں نے اور میرے دوست نے علامہ سرفراز نعیمی صاحب کو بھرپور سپورٹ کیا اور ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ ہم امن اور شائستگی کے اس مشن میں

آپ کے ساتھ ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہیں ایک فرقے سے سخت تلخی و ناراضگی تھی۔

افسوس صوفیائے کرام سے محبت کرنے والی یہ نرم خو اور پیاری شخصیت آج ہم میں نہیں رہی۔ لیکن دہشت گردی اور خودکش حملوں کے خلاف ان کی آواز آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ جن لوگوں سے ڈاکٹر سرفراز نعیمی صاحب دکھی تھے، اس وقت ٹی وی کے سامنے بیٹھے ہیں۔ انہی کے ہمدردوں کو بار بار علامہ صاحب کے قتل کی مذمت کرتے سن رہا ہوں۔ لگتا ہے کہ ہمارے ٹی وی چینلز پر بھی زیادہ تر پڑھے لکھے جہلاء کی بھرمار ہے، جنہیں نہ تو حقائق کے پس منظر کا کچھ علم ہے اور نہ ہی حکمت و دانش ان کے پاس سے گزرے ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ کس موقع پر کس سے بات کروانی ہے۔ ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہنوز ہمارا میڈیا سنجیدہ ہے، نہ دانشور اور نہ ہی حکومت۔ رہ گئے روائتی مذہبی علماء ان کے تو کیا کہنے۔ ان میں سے بیشتر کنفیوز ہیں یا جہادی۔ آج روشن فکر عالم چلا گیا۔

(۱۵ رجون ۲۰۰۹ء روزنامہ پاکستان)

بجھتے ہوئے چراغ کا دکھ!

(توفیق بٹ)

ممتاز مذہبی سکالر ڈاکٹر سرفراز حسین نعیمی کی شہادت کی خبر سنتے ہی مجھے اپنے مرحوم بابا اشفاق احمد یاد آئے فرماتے تھے ''لاعلمی ایک نعمت ہے''۔ اب میڈیا کے دندناتے ہوئے اس دور میں کوئی کتنا لاعلم رہے؟ یا پھر دعا کرے رب سے کہ ''چھین لے مجھ سے حافظہ میرا''۔ کاش ہم لاعلمی کی نعمت سے مالا مال ہوتے۔ ہمیں معلوم ہی نہ ہوتا ایسے عالم دین کو شہید کر دیا گیا ہے۔ جس کا دم ہم کچے پکے مسلمانوں اور بچے کھچے پاکستانیوں کے لیے غنیمت تھا۔ شہادت ان کی خواہش تھی، پوری ہوئی۔ ہمارا کیا قصور تھا درندوں نے ایسے عالم دین سے ہمیں محروم کر دیا جن کا ہونا ہمارے لیے اعزاز تھا ورنہ تو بے شمار علمائے دین کا ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ جن کے ''تجارتی مراکز'' پر ہر جائز ناجائز مال دستیاب ہے اور اہل اقتدار انتہائی مہنگے داموں خریدنے پر مجبور...... مگر کب تک؟ مصلحتوں اور مفادوں کے بازار کب تک گرم رہیں گے؟ نیلامیاں کب تک ہوتی رہیں گی؟ ڈاکٹر سرفراز نعیمی ان سب سے الگ تھلگ تھے۔ دین کو کاروبار کا ذریعہ بنانا تو درکنار اس کے بارے میں کبھی سوچنا تک پسند نہ کیا۔ ہے کوئی ہمارے پاس ایسی مذہبی شخصیت جو سڑکوں پر نکلے تو دو دو درجن باڈی گارڈز اس کے رکھوالے نہ ہوں؟

انہیں کئی روز سے دھمکیاں مل رہی تھیں، ایسے میں سیکورٹی کی خواہش کرنا ان کا حق تھا، خود کو اس حق سے بھی انہوں نے محروم رکھا۔ افسوس کا مقام ہے کہ ان کی ''پسندیدہ سرکار'' نے بھی ان کے حقوق ضبط کر لئے ہوئے تھے ورنہ دہشت گردوں کے خلاف جس دلیرانہ

انداز میں انہوں نے آواز اٹھائی اس کا تقاضا تھا، ان کی خواہش کے برعکس ہی یہ سرکار انہیں ایسی سیکورٹی ضرور فراہم کرتی جوان دنوں ہرایرے غیرے نتھو خیرے کو کسی ٹاسک فورس وغیرہ کا چیئرمین بننے پر فراہم کردی جاتی ہے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی بلاشبہ بڑے آدمی تھے۔ اس راز کو انہوں نے پالیا ہوا تھا کہ جو کسی مقصد کی خاطر جیتے ہیں، مرتے نہیں اور جو بے مقصد جیتے ہیں، جیتے نہیں۔ شہید نے ساری عمر ایک مقصد کے تحت گزاری اور مقصد یہ تھا دین اسلام کو اس کی اصل روح کے مطابق متعارف کروایا جائے اس مقصد کی خاطر انہوں نے جان دے دی، نہ کوئی دھمکی ان پر اثر انداز ہوئی نہ لالچ۔ ایسے لوگوں کو زندہ نہیں رہنے دیا جاتا مگر ایسے لوگ بھلا مرتے کب ہیں؟ سو ڈاکٹر سرفراز نعیمی زندہ رہیں گے، جو چراغ وہ روشن کر گئے ہیں روشن رہیں گے۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خوشی اسی کو ہوسکتی ہے جو زندگی میں کوئی کام کر رہا ہو اسے مرنے کا خوف بھی نہیں ہوتا۔ موت سے پہلے موت کا مقام سمجھ میں آجائے تو موت کے بعد ملنے والے انعامات موت سے پہلے ملنا شروع ہو جاتے ہیں سو ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو زندگی میں ہی انعامات ملنا شروع ہو گئے تھے، سب سے بڑا انعام یہ تھا ان کے دامن پر کوئی ایسا داغ دکھائی نہیں دیا جو ہمارے اکثر مذہبی راہنماؤں کے دامن پر اتنے دکھائی دیتے ہیں کہ جی متلانے لگتا ہے۔ وہ موٹر سائیکل سوار تھے اور ان کا یہ وصف بھی ان کی شہادت ہی پر آشکار ہوا ورنہ ہم تو یہی سمجھتے تھے دیگر "مذہبی راہنماؤں" کی طرح سڑکوں پر نکلتے ہوں گے تو ان کا جاہ و جلال بھی دیدنی ہوتا ہوگا۔ میں تو انہیں پہلی بار دیکھ کر بھی حیران ہوا تھا۔ چند برس قبل میرے ایک عزیز کی رسم قل پر دعا کے لیے تشریف لائے تھے۔ بڑھا ہوا پیٹ، دعا میں کوئی مصلحت نہ دسترخوانی کی تمنا۔ فقیرانہ آئے اور صدا کر کے چلے گئے۔ بدقسمتی ایسے لوگوں کو دیر تک زندہ نہیں رہنے دیا جاتا مگر ایسے لوگ بھلا مرتے کب ہیں!

بلھے شاہ اساں مرنا ناہیں   گور پیا کوئی ہور

(۱۶ر جون ۲۰۰۹ء نوائے وقت)

ایک عالی وقار تھا نہ رہا

(اسرار بخاری)

شرافت، دیانتداری، رواداری، بردباری، علمیت اور قناعت کو اگر انسانی شکل دے دی جائے تو بلاشبہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شخصیت سامنے آ جائے گی ان کی ذات ان چھ عناصر کا زندہ نمونہ تھی دس بارہ سال قبل ایک انٹرویو ان سے تعلق کی بنیاد بنا۔توہین رسالتؐ کے حوالے سے دیوبندی اور اہلحدیث علماء کے بعد میں ایک بریلوی عالم دین کا انٹرویو کرنے گیا تھا ان کی مرنجان مرنج شخصیت نے گویا اسیر کر لیا اور پھر یہ ہوا کہ وہ میرے لیے ''بوقت ضرورت کی چیز'' بن گئے۔

مجھے کسی بھی مسئلہ یا موضوع پر ایڈیٹر کی جانب سے دو تین گھنٹے کے اندر ہنگامی انٹرویو کی ہدایت ملتی تو میری انگلیاں بے اختیار ان کا موبائل فون نمبر پش کرنے لگتیں حالانکہ رات دس گیارہ بجے کا وقت ہوتا اور اگر دن کا وقت ہوتا تو میں بغیر وقت طے کئے جامعہ نعیمیہ پہنچ جاتا مصروفیت کے باوجود انہوں نے کبھی کوئی عذر کیا اور نہ کبھی اچانک آ دھمکنے پر ناگواری کا اظہار کیا۔ ہاں یہ ضرور ہوتا کہ یہ انٹرویو کئی وقفوں میں ہوتا اس دوران وہ فون کالیں وصول کرتے، آنے والے افراد سے گفتگو کرتے، آفس کے ذمہ داروں کو ہدایات جاری کرتے رہتے۔ان کی یادداشت کی خوبی تھی کہ اکثر میرے ذہن سے نکل جاتا کہ بات کس فقرہ پر رکی تھی مگر وہ سلسلہ کلام وہیں سے شروع کرتے۔ان سے پہلے نوابزادہ نصراللہ خان مرحوم میرے لیے اسی طرح ''بوقت ضرورت کی چیز'' ہوا کرتے تھے۔سرفراز نعیمی کا تعلق اگرچہ بریلوی مکتب فکر سے تھا مگر ان کی ذات دیوبندی اور اہلحدیث ہی نہیں

شیعوں کے لیے بھی محترم اور قابل قبول شخصیت تھی۔ حضرت شاہ احمد نورانیؒ کے خلا کو انہوں نے کافی حد تک پورا کیا تھا۔ جنرل مشرف کے دور میں ان پر ۱۳ مقدمات بنائے گئے اور وہ قید و بند کے مرحلوں سے بھی گزرے۔ میں نے ان کا آخری انٹرویو ''ہفت روزہ ندائے ملت'' شمارہ ۱۸، ۶ مئی ۲۰۰۹ء کو کیا جس میں انہوں نے اتفاق کیا کہ مالاکنڈ میں نظام شریعت کی نگرانی و رہنمائی کے لیے بریلوی اور دیوبندی علماء کا مشترکہ بورڈ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ ان کی ذات اہل دین ہوں یا اہل دنیا ایک کھلا پیغام ہے کہ عزت مال و منال سے نہیں کردار سے ملتی ہے۔

(۱۹/جون ۲۰۰۹ء نوائے وقت)

درویش باپ کا بیٹا

(عبداللہ طارق سہیل)

بڑے عالم کا بیٹا بھی بڑا عالم ہو، ایسا ہوتا ہے مگر کم کم اور درویش باپ کا بیٹا بھی درویش ہو، ایسا بھی ہوتا ہے مگر کم کم اور مریدوں، ارادت اور عقیدت مندوں کی تعداد لاتعداد ہو، نذرانوں کے ڈھیر لگ سکتے ہوں لیکن پیر پھر بھی قناعت پسند ہو اور قناعت بھی مثالی، ایسا بھی ہوتا ہے لیکن بہت ہی کم۔

مفتی محمد حسین نعیمیؒ بہت بڑے عالم تھے اور درویش بھی۔ ان کے صاحبزادے ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے دینی و دنیاوی دونوں قسم کے علوم حاصل کیے اور باپ کی طرح بڑا نام کمایا لیکن درویشی اور استغنا کا وہ راستہ بالکل نہیں چھوڑا جوان کے بڑے نام والے باپ نے چنا تھا۔ انہیں تقریبات میں بلایا جاتا تو وہ اپنی سادہ سی موٹر سائیکل پر سوار ہو کر جا پہنچتے۔ بڑی بڑی کاروں کے ہجوم میں ڈاکٹر صاحب کا موٹر سائیکل ان کی درویشانہ عظمت کی کہانی بیان کرتا تھا۔ کبھی موٹر سائیکل خراب ہوتا تو رکشے پر پہنچ جاتے۔ عظیم الشان مدرسے میں قائم ان کا معمولی سا دفتر اور اس کا سادہ سا فرنیچر بوریہ نشینی کا عنوان تھا۔

فرقہ وارانہ منافرتوں کے اندھیروں میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی اعتدال کا روشن مینارہ تھے۔ دہشت گردوں کے ہاتھوں ان کی شہادت دوہرا سانحہ ہے۔ ایک بڑے عالم دین کی موت اور ساتھ ہی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا حصار کمزور پڑ گیا ہے۔

خدا ان کی مغفرت فرمائے ان کے درجات بلند کرے اور پاکستان کو دہشت گردی، خودکش اور غیر خودکش بم دھماکوں، ٹارگٹ کلنگ کے عذاب سے نجات دے۔

(۱۵ر جون ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس)

مَوْتُ الْعَالِمِ، مَوْتُ الْعَالَمِ

(رفیق غوری)

آہ! مولانا سرفراز نعیمیؒ! شہید کے رویے اور اخلاق کی بھی ہر کوئی تعریف کرتا ہے۔ راقم کا بھی شہید سے کئی سال پہلے سے ملنا ہے۔ راقم کا بھی شہید سے کئی سال پہلے سے ملنا جلنا ہے کئی سال پہلے نوائے وقت میں کام کے دوران ان سے ملاقات ہوئی اور تاشہادت رابطہ رہا۔ شہید بڑے بندہ پرور اور تعلق نبھانے والے انسان تھے۔ ابھی یہاں تھے؟ ابھی وہاں ہیں۔ بڑے گنی انسان تھے۔ ان کا اچھا رویہ ہر کسی سے برابر تھا۔ ذہن میں یہ سوال بھی کلبلانے لگتا ہے کہ مفتی صاحب کا قصور کیا تھا؟ انہوں نے کسی کا کیا بگاڑا ہوگا؟ کیا نقصان کیا ہوگا؟ ان کی تو باتوں سے، ان کے رویے سے پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ ان کا مسلک کیا ہے؟ بزرگوں کے یوپی سے ۴۷ء میں ہجرت کر کے آنے کے باوجود کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ مرادآباد یوپی سے آنے والوں میں سے ہیں۔ مفتی شہید، مولانا محمد حسین نعیمی مرحوم کے فرزند تھے۔ رشید ابن رشید تھے۔ اکڑ، ناز، گھمنڈ سے کوسوں دور تھے۔ تقویٰ کے غرور کا شائبہ تک نہ تھا، مفتی تھے مگر بات بات پر فتویٰ نہیں دیتے تھے کہ فتویٰ جھڑنے بلند بانگ دعویٰ کرنا اس کی سرشت کا حصہ ہی نہ تھا یہ اور اس طرح کی سینکڑوں باتیں مفتی مولانا سرفراز نعیمی کی شہادت کے بعد ان کے چاہنے والوں سے سنیں۔ اخوت اور بھائی چارہ کی خوبیاں مفتی صاحب میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ان کا مثبت رویہ اور شرافت کے سبب ہی آج ہر کوئی دکھی ہے۔ ہر آنکھ اشکبار ہے۔

(۱۵ر جون ۲۰۰۹ء روزنامہ ایکسپریس)

داعیٔ اتحاد امت ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہیدؒ

(فرید احمد پراچہ)

ظالموں نے اپنی درندگی و دہشت گردی کے لیے چمنستان عالم کا وہ پھول چنا جو اپنی مہک، خوبصورتی اور ظاہری و معنوی حسن کے لحاظ سے پورے چمن کا نکھار تھا۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ اپنے علم و فضل، تدبر و تفکر، فہم و فراست اور ایمان و تقویٰ کے لحاظ سے منفرد ممتاز تھے۔ انہوں نے ہمیشہ اتحاد امت کی بات کی۔ پوری امت کو متحد و منظم کرنے کے لیے سرگرم عمل رہے۔ جامعہ نعیمیہ ہمیشہ امت کے اتحاد کی علامت رہا ہے۔ ان کے والد گرامی نامور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب مرحوم ایک ایسی شخصیت تھے کہ جن کا احترام ہر مکتبہ فکر اور ہر طبقہ زندگی میں یکساں موجود تھا۔ وہ ملک کی ان چند شخصیات میں شامل تھے کہ جو سب کو اکٹھا اور متحد و متحرک کر سکتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے ہمیشہ اتحاد امت کے لیے بھرپور جدوجہد کی۔ قرارداد مقاصد کا معاملہ ہو یا تحریک ختم نبوت، تحریک نظام مصطفیٰؐ ہو یا شہری آزادیوں کے لیے چلائی جانے والی مہم، دینی مدارس کے تحفظ کی جنگ ہو یا سوشلزم کمیونزم سیکولرزم کی یلغار کے آگے بند باندھنے کا مرحلہ، علاقائیت و لسانیت کی بنیادوں پر امت کے اتحاد کو تباہ کرنے کی سازش کو ناکام بنانے کا مقدس فریضہ ہو یا انسداد فواحش و منکرات کی تحریک، حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب ہمیشہ سالار کارواں رہے۔ انہوں نے ہمیشہ معتدل و متوازن طرز فکر اپنایا اور کبھی بھی مسالک کی بنیاد پر اختلافی فضا کو پروان نہ چڑھنے دیا۔ والد گرامی حضرت مولانا گلزار احمد مظاہری مرحوم کے ساتھ ان کے خصوصی قلبی تعلقات تھے۔ اباجی کو انہوں نے کئی بار جامعہ نعیمیہ میں مدعو کیا۔

اسی طرح وہ خود اباجی کی دعوت پر علما اکیڈمی منصورہ میں متعدد مرتبہ لیکچر دینے کے لیے تشریف لائے۔ وہ علماء اکیڈمی کی تربیت، علماو آئمہ کلاس کے مستقل مربی تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خود تجویز فرمایا کہ اس کلاس میں میرے لیکچر کا موضوع عقیدۂ توحید ہو اور مولانا عبدالرحمٰن اشرفی صاحب کو آپ عشق رسالت کے موضوع پر خطاب کی دعوت دیں۔ چنانچہ ان کی تجویز کے مطابق علما اکیڈمی کی اس کلاس کہ جس میں دیوبندی، بریلوی، اہلحدیث مسالک کے علمائے کرام شامل تھے انہوں نے عقیدۂ توحید پر اتناز بردست، ہر لحاظ سے مکمل جامع اور قرآن وسنت کی تعلیمات سے مکمل ہم آہنگ ایسا خطاب فرمایا کہ اہلحدیث علما نے بھی کہا کہ ایسا خطاب تو کوئی بڑے سے بڑا اہلحدیث عالم بھی نہیں کرسکتا۔

حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کی رحلت امت کے لیے ایک بہت بڑا صدمہ اور اتحاد امت کی تحریک کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھا تاہم حضرت ڈاکٹر مولانا محمد سرفراز نعیمی صاحب شہید نے اس خلا کو بطریق احسن پورا کیا۔ انہوں نے نہ صرف یہ کہ جامعہ نعیمیہ کی عظیم الشان علمی درسگاہ کے علمی وتدریسی تسلسل کو جاری رکھا بلکہ اپنے حسن انتظام سے اسے وسعت بھی دی۔ نصاب تعلیم میں بھی بہترین تبدیلیاں کیں اور ایک انتہائی خوبصورت لائبریری اور کانفرنس ہال کا اضافہ بھی کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے عظیم المرتبت والدگرامی کی اعلیٰ ترین روایات کی پوری پاسداری کی اور جلد ہی وہ بھی اتحاد امت کی علامت بن گئے۔ وہ ہر مکتبہ فکر کے یکساں رہنما تھے۔ انہیں دیوبند مکتب فکر کے مدارس میں بھی بلایا جاتا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے جب بھی اور جہاں بھی انہیں خطاب کی دعوت دی گئی وہ ضرور تشریف لائے اور اپنے بہترین علمی خطاب سے قلب وروح کی تسکین کا سامان فراہم کیا۔

ڈاکٹر مولانا محمد سرفراز نعیمی کی شہادت جہاں ایک بہیمانہ اور سفاکانہ اقدام ہے اور دینی اقدار پر براہ راست حملہ ہے وہیں یہ ایک بڑی عالمی سازش کا بھی ایک حصہ ہے۔

ہمارے دشمنوں کوسب سے زیادہ خوف امت کے اتحاد سے ہوتا ہے اس لیے وہ ہمیشہ امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی سازش کرتے رہتے ہیں۔ الحمدللہ کہ علمائے کرام، دینی جماعتوں اور صلحائے امت نے ہمیشہ اس سازش کا مقابلہ کیا اور اسے ناکام بنایا۔

یہی وجہ ہے کہ شیعہ سنی کو باہم متصادم کرنے کی ہر کوشش ناکام ہوئی اب بھی ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کو اسی لیے نشانہ بنایا گیا کہ اس کے ذریعے سے امت مسلمہ کے اتحاد کو نقصان پہنچایا جائے لیکن انشاءاللہ ہمارے دشمنوں کی یہ سازش بھی ناکام رہے گی اور ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کا مقدس لہو اتحاد امت کے اس عظیم الشان قلعہ کی حفاظت کرے گا۔ اللہ کریم شہید کی شہادت کو قبول فرمائے، انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس شہادت کے صدقے پاکستان کو ہمیشہ سلامت وقائم رکھے۔ (آمین)

(۱۴/جون ۲۰۰۹ء روزنامہ جناح)

شہادتوں کے سلسلے

(صدیق اظہر)

یہ ۱۹۵۳ کا زمانہ تھا ملک میں ختم نبوت کی تحریک جاری تھی۔ پنجاب کے تمام شہروں میں جلوس نکلتے، لاٹھی چارج ہوتا اور گولی چلتی۔ علما کرام اپنی اپنی مسجدوں اور مدرسوں سے جلوس نکالتے اوران کی قیادت کرتے۔ایک خاص مقام پر جا کر پولیس انہیں گرفتار کر لیتی۔ جب تحریک میں تشدد آیا تو پنجاب میں مارشل لا نافذ کر دیا گیااور جنرل اعظم خان مرحوم کو پاکستان کا پہلا مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بننے کا ''اعزاز'' حاصل ہوا۔ میں اس وقت مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا طالب علم تھا۔ میرے استاد محترم قاری عبدالحمید قادری مرحوم جن سے تمام زندگی میرا انتہائی محبت اور شرارت کا رشتہ رہا اس تحریک میں صف اول کے رہنماؤں میں سے تھے۔ ایک روز میں ان کے ساتھ گڑھی شاہو جامعہ نعیمیہ گیا۔ ان کے اور مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم کے درمیان انتہائی خوشگوار تعلقات تھے۔ مفتی صاحب بھی اس تحریک میں شامل تھے۔ اسی طرح کی ایک ملاقات میں قاری صاحب کے ساتھ تھا کہ میں نے اپنے ایک ہم عمر لڑکے کو مفتی صاحب کے پاس دیکھا۔ معلوم ہوا کہ وہ مفتی صاحب کا صاحبزادہ ہے۔ انتہائی متین اور سادہ۔ اس کے بعد بھی کبھی کبھار ملاقات ہوئی لیکن پھر عشروں تک ملاقات نہ ہوئی۔ ہم ترقی پسند گروہ میں شامل ہوئے اور وہ اقامت دین کی جدوجہد کے سرخیل تھے۔ استاد محترم قاری عبدالحمید قادری انسانی کمزوریوں کے باعث لاہور چھاؤنی صدر بازار میں ننگی تلوار تھے۔ مارشل لاؤں میں وہ نہ کسی سے خوفزدہ ہوتے اور نہ ہی عوام کی تکالیف پر آواز بلند کرنے سے کبھی چوکتے۔ لاہور کنٹونمنٹ کے حکمران ایک خوبی کے حامل

ہیں اور وہ یہ کہ انہوں نے اس علاقے کو ترقی کے حوالے سے کئی عشروں سے اپنے ایجنڈے سے خارج کیا ہوا ہے۔ کنٹونمنٹ بورڈ کے انتخابات کو مشرف آمریت کے دور میں شاید حرام قرار دے دیا گیا ہے لیکن اس سے قبل بھی حالت ایسی ہی تھی۔ اس صورت حال میں قاری صاحب عوام کی نمائندگی کرتے۔ وہ قادری سلسلہ کے ماننے والے تھے اور مزاج بھی صوفیانہ رکھتے تھے جب بھی مفتی محمد حسین نعیمی صاحب کے ساتھ ملاقات ہوتی دونوں کے چہروں پر بشاشت ہوتی۔ مجھے نوجوان سرفراز نعیمی بھول گئے کہ اچانکہ ایک روز معلوم ہوا کہ نعیمی صاحب مشرف آمریت کے زیر عتاب آ گئے ہیں۔ انہوں نے توہین رسالت کے قانون میں آئینی ترمیم کے مشرف منصوبے کے خلاف ایک تحریک کا اعلان کا دیا تھا۔ اس دور میں مجھے ایک بار پھر سے اس نوجوان کو ملنے کا اتفاق ہوا جسے میں نے اس کے اور اپنے لڑکپن میں دیکھا تھا۔ اب وہ ایک بزرگ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ وہ مجھے عمر میں بہت بڑے نظر آنے لگے تھے۔ مشرف کا پورا دور انہوں نے اس کی مخالفت میں پوری استقامت کے ساتھ گزارا اور پھر پاکستان کے گلی کوچوں میں دہشت گردی کے عفریت نے ڈیرہ جمالیا۔ سفاک دہشت گردوں نے معصوم بچوں کی ایسی برین واشنگ کی کہ وہ خودکش بمبار بننے لگے۔ معصوم شہریوں، معصوم بچوں، عورتوں، بزرگوں اور املاک کو تباہ کرنے لگے اور وہ بھی مذہب کے نام پر۔ سرفراز جانتے تھے کہ یہ کونسا گروہ ہے ایک ایسا گروہ جو صوفیائے کرام کی خدمات کو پہچانتا ہے نہ اکابرین دین کی یادگاروں کے تحفظ کا قائل ہے جو اولیاء کرام کے مزاروں کو بموں سے اڑا دیتا ہے۔ معصوم بچیوں کے جسموں کو کوڑوں سے داغتا ہے جس نے درندگی اور بہیمیت میں چنگیز خان کی قرون وسطی کی فوجوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ یہ علم کے دشمن اور انسانی تہذیب کے غارت گر اسلام کے نام پر خودکش حملوں کو جہاد قرار دیتے ہیں۔ سرفراز نعیمی شہید نے کھل کر ان کے اقدامات کو چیلنج کیا۔ ان کی بربریت کے مقابل دین کے گوشۂ محبت اور رحم کو وا کیا۔ دنیا کو اس عفریت کے مقابل

کھڑا ہونے کی تلقین کی تو ان درندوں نے آخر کار انہیں نشانہ بنایا۔ آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن اہل دین ایمان رکھتے ہیں کہ شہید مردہ نہیں ہوتے، وہ زندہ رہتے ہیں اور ان کی روحیں ہمارے درمیان رہتی ہیں۔ یہ مسلمانوں کا عقیدہ بھی ہے اور ان کی تعلیمات کا بنیادی نکتہ بھی۔ آج شہر لاہور ہی نہیں پورا پاکستان شہید سرفراز نعیمی کے لیے غمزدہ ہے۔ ان کی فکر زندہ رہے گی اور دہشت گرد مٹ کر رہیں گے۔

(۱۴رجون ۲۰۰۹ء وقت)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ

(مشتاق احمد قریشی)

حضرت ڈاکٹر مولانا محمد سرفراز نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات ۲۷ فروری ۲۰۰۱ء کو اس وقت ہوئی تھی جب برادرم عزیز اور مساوات لاہور کے چیف ایڈیٹر سجاد بخاری نے قرآنی آیات کی میری پہلی کتاب ''تفسیر سورۃ الاخلاص'' کی تقریب رونمائی کا اہتمام لاہور پریس کلب میں کیا تھا۔ تقریب کے اختتام پر حضرت مولانا محمد سرفراز نعیمیؒ نے وقت رخصت گلے لگاتے ہوئے فرمایا تھا: ''قریشی صاحب! آپ کی یہ تقریب اتحاد بین المسلمین کا بڑا عمدہ گلدستہ تھی'' میں نے چونک کر دریافت کیا، کیسے تو حضرت نے فرمایا میرا تعلق حنفی فقہ کے بریلوی مسلک سے ہے، مولانا فضل الرحیم دیوبندی مسلک کے ہیں جبکہ مولانا زبیر احمد ظہیر اہلحدیث ہیں۔ ایک اور صاحب جن کا نام فی الحال یاد نہیں آرہا ان کا تعلق فقہ جعفریہ سے تھا۔ انہوں نے میری کمر تھپتھپائی اور مسکراتے ہوئے دعا کی کہ اللہ آپ کو آپ کی کتاب کو اتحاد بین المسلمین کا واسطہ بنائے۔ یہ کہتے ہوئے وہ ڈائس سے نیچے اتر کر چلے گئے۔ اس کے بعد میری اتفاقی ملاقات ایک روز لاہور سے اسلام آباد جاتے ہوئے بس اسٹینڈ پر ہوئی۔ حضرت مولانا بھی اسلام آباد کسی کام سے جارہے تھے۔ باتوں باتوں میں ضیاء الحق کی شہادت اور ان کی برسی کی بات نکل آئی تو میں نے اپنی معلومات کے لیے حضرت مولانا سے دریافت کیا کہ ''حضرت قرآن میں ہے کہ شہید کو مردہ مت کہو'' اس پر انہوں نے سورۃ البقرۃ اور آل عمران کی آیات کے علاوہ بھی دو دیگر آیات سنائیں اور فرمایا کہ ''جو شہید کو مردہ کہے وہ قرآن کا منکر ہے اور جو قرآن کا منکر ہے وہ اسلام سے خارج

ہو جائے گا'' اس پر میں نے حضرت مولانا سے پوچھا ''جب اللہ رب العزت شہید کو زندہ کہہ رہا ہے، اس کی زندگی کی معتبر ترین خبر دے رہا ہے تو ہم اسے تسلیم کیوں نہیں کرتے'' مولانا نے حیرت سے مجھے دیکھا اور کچھ خفگی کے انداز سے پوچھا ''آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔'' شہید کی تو تعزیت بھی نہیں کرنا چاہیے'' لاہور سے راولپنڈی تک کا سفر یونہی گفتگو کرتے اور آرام کرتے گزر گیا۔ انہوں نے میری کئی تالیفات قرآنی پر اپنی بھرپور رائے کا نہ صرف اظہار فرمایا بلکہ میری رہنمائی بھی فرمائی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے مجھے ایک واقعہ سنایا تھا انہوں نے بتایا کہ ''حضرت امام مالکؒ نے ایک روایت میں فرمایا کہ جنگ احد کے چھیالیس سال بعد حضرت عمر بن جموح اور حضرت عبداللہ بن خبیر ان دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا۔ سیلاب کی وجہ سے جب ان کی قبر کھل گئی تو ان صحابہ کرامؓ کے اجسام طاہرہ یوں تر و تازہ اور شگفتہ و شاداب پائے گئے جیسے انہیں کل ہی دفن کیا گیا ہو (موطا)۔'' ایک واقعہ جو ضیاء القرآن میں بھی موجود ہے اس کا بھی ذکر فرمایا تھا کہ ''ابھی حالیہ برسوں میں جب دریا دجلہ اپنے کٹاؤ کے باعث حضرت عبداللہ بن جابر اور دیگر شہداء کی قبروں کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو حکومت عراق نے ان شہداء کرام کے جسموں کو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کے قریب منتقل کرنا چاہا تو جب ان قبروں کو کھولا گیا تو تقریباً تیرہ صدیاں گزرنے کے باوجود صحابہ کرامؓ کے جسم صحیح سالم پاک صاف پائے گئے۔ عراق کے ہزار ہا لوگوں نے بچشم خود ان کو دیکھا۔ اس سے بھی آیات الٰہی کی تصدیق ہوتی ہے کہ شہید پوری طرح زندہ رہتے ہیں''۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کا عمل جاری رہتا ہے۔ ان کی شہادت معاشرے پر اثر انداز ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔ ''دراصل وہ زندہ ہیں مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے'' انسانی علم کا دائرہ چونکہ محدود ہے اس لیے اس زندگی کا ہمیں نہ فہم ہے نہ ہی ادراک ہو سکتا ہے لیکن یہ طے ہے کہ شہید زندہ ہیں۔ شہید چونکہ زندہ ہیں اس لیے ہی انہیں عام مردوں کی

طرح غسل نہیں دیا جاتا۔ انہیں انہی کپڑوں میں دفن کیا جاتا ہے جن میں وہ شہادت پاتے ہیں۔ یہ عظیم قربانی جو حضرت مولانا ڈاکٹر مولانا محمد سرفراز نعیمیؒ ازہری نے دی، وہ کوئی معمولی واقعہ یا معمولی قربانی نہیں ہے وہ بہت ہی باعزت طور پر اپنے رب کے حضور حاضر ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق شہید ڈاکٹر صاحب کو بلند ترین اعزاز سے نوازا ہوگا۔ یقیناً ان کی عظیم قربانی کا پورا پورا بدلہ چکا دیا ہوگا بلکہ ان پر ہمیشہ ہمیشہ رب کائنات کا فضل عظیم ہوتا رہے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) شہید کو مردہ کہنا حکم الٰہی کے منافی ہے۔ شہید تو زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

(۲۴/جون ۲۰۰۹ء جنگ)

مکالمہ

باتوں سے خوشبو آئے

●●●

شہیدِ پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کے
مختلف اخبارات، رسائل اور جرائد میں شائع ہونیوالے انٹرویوز

●●

(ترتیب وتدوین: مفتی ظفر جبار چشتی)

- اہلسنّت کو کمزور کرنے میں پیشہ ور خطباء اور روحانیت سے محروم سجادہ نشینوں کا اہم کردار ہے۔

- اتحادِ اہلسنّت ہر درد مند سنّی کی اوّلین خواہش ہے۔

- اہلسنّت کے مخیرّ حضرات کا اکثر فنڈ محافلِ نعت' عرسوں میلوں اور غیر شرعی رسومات پر خرچ ہوتا ہے۔

شہادت سے دس ماہ قبل کراچی کے ماہنامہ ''اُفق'' میں شائع ہونے والا

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا ایک تاریخی انٹرویو

اُفق پینل۔فیض الرسول نورانی' فیض احمد ہاشمی

....

جدید و قدیم علوم کا حسین امتزاج' ذہین آنکھیں' متین چہرہ' اُجلا' سادہ لباس' سر پر سیاہ قراقلی ٹوپی' تصنع بناوٹ سے پاک' مراد آباد (ہندوستان) کے مشہور علمی خانوادے سے تعلق ہے۔علمی میدان میں ڈگریوں اور سندوں کی ایک لمبی قطار ہے جو کہ ان کے تعارف میں نظر آتی ہے۔کلمہ حق بلند کرنے کے جرم میں کئی بار پابند سلاسل ہوئے۔گفتگو شریفانہ' تقریر جارحانہ اسی لئے وقتاً فوقتاً حکمرانوں کی آنکھ میں کھٹکتے رہتے ہیں۔مزاج میں لطافت و انکسار' نرم کیلئے نرم' سخت کے لئے سخت' اتحاد اہلسنّت کے لئے ہمہ وقت سرگرم' گو کہ ابھی تک اس میں کوئی نتیجہ خیزی پیدا نہیں ہوسکی۔مہمان نوازی میں اپنی مثال آپ یہ ہیں تنظیم المدارس اہلسنّت کے ناظم اعلیٰ' اتحاد تنظیمات المدارس کے جنرل سیکرٹری' اہلسنّت کی مشہور دینی درس گاہ ''جامعہ نعیمیہ'' گڑھی شاہو لاہور کے سربراہ ممتاز

دینی اسکالر، جناب ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی الازہری۔ ماہنامہ اُفق کراچی نے جب ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی سے انٹرویو کے لئے رابطہ کیا تو ڈاکٹر صاحب نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود ہمیں وقت عنایت فرمایا اور کھل کر اپنا مافی الضمیر بیان کیا۔ تمام تر احترام کے باوجود ادارہ اُفق ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ چند نکات سے متفق نہیں مگر ہم اس نشست کی تمام باتیں بلاکم وکاست قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

● : کچھ جامعہ نعیمہ کے بارے میں بتائیں اوراس وقت جامعہ میں کتنے غیر ملکی طلباء زیر تعلیم ہیں؟

●● جامعہ نعیمیہ کی بنیاد میرے والد گرامی مفتی محمد حسین نعیمیؒ نے 1953ء میں چوک دال گراں لاہور میں رکھی تھی۔ اس وقت یہ ایک چھوٹا سا ادارہ تھا جو کہ ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے آج آپ کے سامنے ہے۔ یہ ادارہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کے خلیفہ اجل صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کی یاد میں قائم کیا گیا اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کا ایک تسلسل تھا جو کہ آج جامعہ نعیمیہ لاہور کی صورت میں آپ کے سامنے موجود ہے اس ادارہ سے پاکستان سمیت دنیا بھر کے طلباء نے علوم نبی علیہ السلام سے فیض اٹھایا ہے۔ 1973ء سے لے کر 2003ء تک جامعہ نعیمیہ میں غیر ملکی طلباء حصول تعلیم کیلئے آتے رہے۔ جنوبی افریقہ امریکہ برطانیہ اور دیگر ممالک کے طلباء دارالعلوم سے فراغت کی سند لے کر اپنے اپنے ممالک میں دین کی ترویج واشاعت کیلئے مصروف عمل رہے۔ دینی تعلیم کے متمنی طلباء غیر سرکاری سفیروں کا کردار ادا کرتے ہیں لیکن 2003ء میں پرویز مشرف کی اسلام دشمن پالیسیوں کی بنا پر ہمیں غیر ملکی طلباء کو بامر مجبوری، ابھی ان کا کورس بھی مکمل نہیں ہوا تھا واپس بھیجنا پڑا۔ پاکستان دنیا بھر میں دینی علوم کا مرکز ومحور تھا۔ اس بنا پر غیر ملکی طلباء یہاں آیا کرتے تھے۔ پرویز مشرف کی ناعاقبت اندیش پالیسیوں کی وجہ سے پاکستان اپنی مرکزیت کھو بیٹھا۔ ان طلباء کی بے دخلی کی وجہ سے مالی طور پر پاکستان کو نقصان پہنچا۔ ہماری حکومت نے جن غیر ملکی طلباء کو بے دخل کیا

وہ ہندوستان چلے گئے اور دنیا کے اندر ہندوستان کو علوم دینیہ کے حوالے سے مرکزیت حاصل ہوگئی اور اس کا انتہا پسند ہندوازم پس پردہ چلا گیا اور بیرون ممالک میں پاکستان کا مذہبی تشخص مجروح ہوا۔

● قیام پاکستان کے بعد پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ اہلسنّت کیوں منظر عام سے ہٹ گئے؟

●● پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ پاکستان بننے کے فوراً بعد علماء ومشائخ اہلسنّت حجرہ نشین ہوگئے۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ پاکستان بنانے کے بعد ہم نے اپنی منزل پالی جبکہ قیام پاکستان اس منزل کی جانب پہلا قدم تھا جس کے حصول کیلئے پاکستان کو بنایا گیا تھا۔ وہ منزل تھی پاکستان میں نظام مصطفیٰ کا نفاذ' تحریک پاکستان میں علماء ومشائخ اہلسنّت کے کردار کی واضح دلیل ''سنی کانفرنس پٹنہ'' اور ''سنی کانفرنس بنارس'' کا انعقاد ہے۔ جب تکمیل پاکستان کا مرحلہ آیا۔ پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ یا تو اپنے خلوص کی بنا پر یا اس وقت کے سیاستدانوں کے کردار یا طرز عمل سے مایوس ہوکر گوشہ نشین ہوگئے جس کے نتیجے میں اہلسنّت کا سیاسی ومذہبی کردار ایک خواب بن گیا۔ پاکستان میں اہلسنّت وجماعت کو نفاذ اسلام کی تحریک سے دور کرنے میں ایک کردار پیشہ ور خطباء اور روحانی فیوضات سے محروم نام نہاد سجادہ نشینوں کا بھی ہے۔ ان کے بے علمیوں کی وجہ سے اہلسنّت کے متحرک' فعال اور کچھ کر جانے والے نوجوان دوسری گھاٹ پر چلے گئے۔ آج ہم جس صورتحال سے دوچار ہیں۔ اس کے تناظر میں ان رہنماؤں کے کردار کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ اس بے عملی کے نتیجے میں پاکستان کے دوصوبے اقتدار کے حوالے سے ہم ان کے حوالے کر بیٹھے جو پاکستان کی پ سے بھی واقف نہیں تھے۔ ان علاقوں میں بڑی بڑی گدیاں چلانے والے چاہے وہ پیر مانکی کے مسند نشین ہوں یا پیر زکوڑی کے مسند نشین کی شکل میں انہوں نے اپنے بزرگوں کی لازوال خدمات کو طشتری میں رکھ کر غیروں کے حوالے کردیا۔

● 1970ء میں جمعیت علمائے پاکستان ایک واضح اکثریت لے کر اسمبلی میں پہنچی کیا وجہ ہے کہ علماء ومشائخ اہلسنّت نے JUP کی سرپرستی نہیں کی اور اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مساجد بنالی ہیں۔

●● 1970ء میں اہلسنّت نے ایک انگڑائی لی۔ قومی اور صوبائی اسمبلی میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی لیکن کچھ وجوہات کے باعث وہ کردار ادا نہ کر پائے جس کی اہلسنّت کو ضرورت تھی۔ 1970ء کے انتخابات میں کچھ احباب اتفاقیہ طور پر منتخب ہوئے تھے۔ بعض افراد جے یو پی کے ٹکٹ سے منتخب ہونے کے باوجود صاحبان اقتدار کے آگے سرنگوں ہو گئے جن کے نتیجے میں عوام اہلسنّت میں ان سے نفرت کا جذبہ پیدا ہوا لیکن یہ ایک بین حقیقت ہے کہ قائد اہلسنّت علامہ الشاہ احمد نورانی' علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری اور مولانا ذاکر صاحب جیسے زعماء نے اسمبلی فلور پر کلیدی کردار ادا کیا۔ میری رائے کے مطابق 1985ء کے غیر جماعتی الیکشن میں جے یو پی کا حصہ نہ لینا ایک جذباتی فیصلہ تھا اور جے یو پی کو اس بائیکاٹ کی وجہ سے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ جے یو پی کے ووٹر ناگہانی صورتحال کی وجہ سے تتر بتر ہو گئے ایک ایسی سیاسی جماعت جس نے تحریک پاکستان کی مخالفت کی تھی۔ اس نے 1985ء کے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لے کر اپنے آپ کو اتنا مضبوط کیا جس کا توڑ آج تک نہیں کیا جا سکتا۔ 1985ء کے الیکشن میں جے یو پی کی مزید تقسیم کروائی گئی اور نظریات قائم دائم رہنے کے نعرے نے اہلسنّت کو مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ ایجنسیاں کبھی بھی کھل کے سامنے نہیں آیا کرتی۔ چنانچہ ان ایجنسیوں نے نظریاتی اور غیر نظریاتی ہر دو فریق کو چالاکی کے ساتھ اپنے جال میں پھنسایا۔

● مذہبی طور پر ضیاء الحق کے نظریات سے علماء ومشائخ اہلسنّت خوب واقف تھے۔ اس کے باوجود بعض حضرات ضیاء کی مجلس شوریٰ میں شامل ہو گئے۔ بعض نے مختلف سرکاری اداروں کی چیئرمین شپ اور رکنیت حاصل کر لی۔ کیا آپ اس بات سے اتفاق

کریں گے کہ ضیاء الحق نے جے یو پی کے ان اکابرین کے ذریعے چھرا گھونپا؟

●● ضیاء الحق کے ظاہری اعلانات پر اگرچہ کچھ احباب نے اعتماد کیا اور شوریٰ میں چلے گئے اور بعد میں اس کا اصل چہرہ جب سامنے آیا تو انہوں نے استعفیٰ دے دیا لیکن سوال یہ ہے کہ اس نعرے کو ایسے حضرات نے خوب استعمال کیا جو تحریک پاکستان میں منفی کردار ادا کرتے رہے۔ مرض کے علاج کا سبب تلاش کرنا' اس وقت کے اہلسنّت کے قائدین کا فرض بنتا تھا۔ سوال یہ نہیں کہ ضیاء صاحب اور میاں صاحب نے شب خون مارا۔ سوال یہ ہے کہ ان کی سازشوں کے نرغے میں کون کون آیا اور نظریات پر قائم رہنے کا نعرہ بہت اچھا اور خلوص پر مبنی نعرہ ہے لیکن بعض اوقات مصلحت پسند پالیسی کی وجہ سے اگر فوائد حاصل کیے جا سکیں۔ ایسے فوائد جو ملک و ملت اور مسلک کیلئے سودمند ہوں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

● ڈاکٹر صاحب کیا وجہ ہے کہ جمعیت علماء پاکستان کے ہر باغی گروپ کو جامعہ نعیمیہ میں سائبان فراہم کیا جاتا ہے اور وہ یہاں سے اپنی سازشوں کا آغاز کرتے ہیں؟

●● جامعہ نعیمیہ کا پلیٹ فارم تمام اہلسنّت کا پلیٹ فارم ہے۔ جامعہ نعیمیہ کے پلیٹ فارم کو کسی ایک گروپ کے ساتھ خاص کرنا ہماری پالیسی میں شامل نہیں ہے۔ ہمارے دروازے جمعیت علماء پاکستان نورانی کیلئے بھی کھلے ہیں۔ ہم نے کبھی بھی طلباء کو کسی ایک گروپ کے ساتھ خاص رہنے کی تلقین نہیں کی۔ وہ قائدین اہلسنّت کی ہمت ہے کہ کون سا گروپ طلباء اور عوام اہلسنّت کو متاثر کرتا ہے۔ ہم نے کبھی بھی کسی طالبعلم کو اس بنیاد پر ادارے سے خارج نہیں کیا کہ اس کا تعلق فلاں گروپ سے ہے۔ 2002ء کے انتخابات میں جب جامعہ نعیمیہ کی طرف سے پریس میں' میں نے یہ بیان جاری کیا کہ انتخابات میں پہلی ترجیح متحدہ مجلس عمل کو حاصل ہے اور اس کے بعد مسلم لیگ (ن) باوجود اس کے ہمارے میاں صاحب سے تعلقات تھے۔

● ڈاکٹر صاحب آپ اتحاد اہلسنّت کیلئے کافی عرصے سے کوشاں ہیں۔ آپ کو

اس میں کتنی کامیابی ملی یا کامیابی کے امکانات محسوس کئے؟

●● اتحاد اہلسنّت ہر درد دل رکھنے والے سنّی کی اولین خواہش ہے کیونکہ متاع کارواں لٹ رہا ہے۔ موجودہ انتخابات سے پہلے اہلسنّت کے تمام سیاسی دھڑوں کی مشاورت سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے سربراہ جناب صاحبزادہ امین الحسنات تھے۔ ارکان میں مفتی محمد خان قادری' میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ اور میں شامل تھا۔ اس کمیٹی نے مسلسل دو سال تک اتحاد کی کوششیں کی۔ کراچی' لاہور' اسلام آباد پھر حسن ابدال میں جو آخری میٹنگ ہوئی اس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعیت علمائے پاکستان نورانی، فضل کریم گروپ اور نظام مصطفیٰ پارٹی کے ذمہ دار اپنے اپنے استعفیٰ اگلے دن کمیٹی کو پہنچا دیں گے تا کہ مشترکہ جے یو پی کیلئے ایک ایڈہاک کمیٹی بنے۔ سوائے صاحبزادہ حاجی فضل کریم کے کسی گروپ کی طرف سے ہمیں استعفیٰ موصول نہیں ہوا۔ پھر ہم نے فیصلہ کیا کہ فی الوقت اتحاد کی کوششوں کو روک لیا جائے تا کہ یہ جماعتیں انتخابات میں اپنے اپنے طور پر حصہ لے لیں اور بعد میں ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کی وجہ سے' ماضی میں اہلسنّت کو فائدہ پہنچا ہے اور نہ ہی مستقبل میں پہنچے گا۔

● آپ تنظیم المدارس اہلسنّت کے ناظم اعلیٰ کے منصب پر فائز ہیں' کچھ اپنی کارکردگی کے بارے میں بتایئے؟

●● غالباً 2002ء میں مجھے تنظیم المدارس اہلسنّت کے ناظم اعلیٰ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ میری اولین ترجیحات میں مدارس اہلسنّت کو ایک لڑی میں پرونا تھا۔ اس وقت 800 مدارس تنظیم سے ملحق تھے۔ اس وقت 6000 ہزار سے زائد مدارس تنظیم سے ملحق ہیں جبکہ ابھی بھی بہت سے مختلف مدارس کے ملحق ہونے کا سلسلہ جاری ہے۔ باقی تمام طبقات کا صرف ایک تعلیمی بورڈ ہے جبکہ مدارس اہلسنّت کے تعلیمی نیٹ ورک کا جال بچھا ہوا ہے۔ جامعہ محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف سے ملحق مدارس کی تعداد 1000 کے قریب ہے اور دعوت اسلامی سے ملحق مدارس کی تعداد 1500 سے زائد ہے۔ اس تقسیم کی بناپر تنظیم

المدارس سے ملحق مدارس کی تعداد کم نظر آتی ہے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کے وفاق کا دعویٰ ہے کہ ان کے وفاق سے ملحق مدارس کی تعداد دس ہزار سے ہے اور طلباء کی تعداد دس لاکھ کے قریب ہے۔ یہ بات پیش نظر ہونی چاہئے کہ ہمارے کئی مدارس پنجاب' سرحد' سندھ' بلوچستان اور کشمیر کے دورافتادہ دیہاتوں میں موجود ہیں جہاں حفظ' تجوید اور بعض جگہوں پر درس نظامی کی کلاسیں بھی موجود ہیں۔ جن کا الحاق ابھی تک تنظیم سے نہیں ہوا۔ وفاق مدارس کے پاس بے پناہ وسائل بھی موجود ہیں۔ ان کے تمام متعلقین کا فنڈ ان میں جمع ہوتا ہے۔ اہلسنّت کے مخیّر حضرات کا اکثر فنڈ نعت خوانوں' عرسوں' میلوں اور غیر شرعی رسومات پر خرچ ہوتا ہے اور وسائل کی کمی کے باوجود ہم تنظیم المدارس اہلسنّت کی ترقی کے لئے ہمہ وقت کوشاں ہیں۔

● ڈاکٹر صاحب! کیا وجہ ہے کہ سرکاری محکموں میں وفاق المدارس کی سند کو تو اہمیت دی جاتی ہے جبکہ تنظیم المدارس کی سند کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے؟

●● حکومت پاکستان کے وزارت تعلیم کے شعبے ہائر ایجوکیشن کے نوٹیفکیشن کے مطابق پانچوں وفاقوں کی ڈگریاں یکساں ہیں لیکن المیہ یہ ہے کہ ان محکموں میں موجود بعض اہلکار جو نظریاتی طور پر ان لوگوں کے ہم مسلک ہوتے ہیں وہ صرف تعصب کی بنا پر تنظیم کی سند کو اہمیت نہیں دیتے اور وفاق کی سند کو ترجیح دیتے ہیں۔ میری قارئین افق سے گزارش ہے کہ اگر کہیں بھی ایسا ہو کہ اس بنیاد پر حق تلفی کی جائے کہ اس کا تعلق تنظیم المدارس سے ہے وہ تنظیم کے مرکزی دفتر سے رابطہ کرے' انشاء اللہ اس کا ازالہ کیا جائیگا۔

● ڈاکٹر صاحب! مدارس دینیہ سے فارغ التحصیل طلباء اگر سرکاری ملازمت اختیار کرنا چاہیں تو اس کیلئے سکول کی تعلیم کا ہونا ضروری ہے؟ کیا آپ نے اس سلسلے میں کوئی کوشش کی ہے کہ مدارس دینیہ کی اسناد کو تمام سرکاری محکموں میں تسلیم کیا جائے؟

●● یاد رہے کہ تنظیم کا ایک تعلیمی امتحانی ادارہ ہے جو کل پاکستان درجہ عامہ (میٹرک) درجہ خاصہ (ایف اے)' درجہ عالیہ (بی اے) اور درجہ عالمیہ (ایم اے)

اسلامیات پر طلباء اور طالبات کے امتحانات لیتا ہے اور یہ فروغ تعلیم کیلئے ماضی کی طرح اب بھی کوشاں رہے گا۔ گزشتہ حکومت نے اپنے دور کے آخری سال میں اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ سے نصاب اور سندوں کے حوالے سے مذاکرات کئے تھے اور باہمی طور پر طے پایا تھا کہ درجہ عامہ سے انگریزی، جنرل ریاضی، جنرل سائنس اور مطالعہ پاکستان کے مضامین شامل کریں۔ تمام تنظیمات نے ان مضامین کو شامل کرلیا ہے۔ اب گیند حکومت کی کورٹ میں ہے۔ ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ ایفائے عہد کریں اور وعدے کے مطابق اسناد کو سرکاری سطح پر تسلیم کیا جائے۔ گزشتہ ماہ حکومت نے دوبارہ رابطہ کیا ہے کہ جہاں سے مذاکرات کا تعطل ہو گیا تھا وہاں سے ازسرنو دوبارہ مذاکرات کئے جائیں۔ ابھی تک اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ نے فیصلہ نہیں کیا کہ مذاکرات کرنا چاہئیں یا کہ نہیں، اگر حکومت مخلص ہے تو اسے چاہئے کہ وہ ایک مسلمان کا کردار ادا کرے۔ امریکی ڈکٹیشن کے زور پر ہونے والے مذاکرات کو ہم تسلیم نہیں کرتے۔ حکومت مذاکرات کا ڈھونگ رچا کر صرف یہی کہتی ہے کہ کتنے غیر ملکی طلبا تعلیم حاصل کر رہے ہیں کہ ان کے کوائف کیا ہیں، کیا کہیں مدارس میں جہادی کیمپ تو نہیں۔ ہمارے پاس رپورٹس آرہی ہیں کہ مدارس میں جہادی کیمپس موجود ہیں۔ یہ رپورٹس کہاں سے آتی ہیں اس سے آپ بھی تو آگاہ ہیں۔ اگر حکومت نیک نیتی کا مظاہرہ کرے اور اصل مسائل پر مذاکرات کرے تو اس بارے میں سوچا جاسکتا ہے۔

● ڈاکٹر صاحب! ہر سال شہادۃ العالمیۃ میں طلباء کے انتہائی دقیق اور موجودہ دور کے تناظر میں جدید مسائل اور حالات حاضرہ پر مقالات لکھوائے جاتے ہیں۔ تنظیم کی طرف سے ان مقالات کی اشاعت کا کوئی انتظام ہے؟

●● ایسے مقالات جو اہمیت کے حامل ہیں ان کو شائع کرنے کی کوشش جاری ہیں اور مختلف اشاعتی اداروں سے رابطہ بھی کیا جارہا ہے۔ اگر کوئی مقالہ نگار اپنے مقالے کو خود شائع کرنا چاہے تو وہ تنظیم سے NOC لے کر شائع کرواسکتا ہے۔

● ڈاکٹر صاحب! 14 فروری 2006ء آپ کی اور آپ کے رفقاء کی ان تھک کوششوں سے پورا لاہور آپ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تحفظ ناموس رسالت کی خاطر باہر آ گیا۔ آپ کے ناقدین کا کہنا ہے کہ لاہور میں جو لوٹ مار ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ آپ نے میاں نواز شریف کی ایماء پر کیا۔ آپ اس سلسلے میں کیا فرمائیں گے؟

●● 14 فروری 2006ء کے حوالے سے اس وقت کے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے ایک خاص سازش کے تحت یہ الزام تراشی کی کہ نواز شریف کی ایماء پر اور ان کے مالی تعاون کے ذریعے لاہور میں لوٹ مار کی گئی۔ مجھ پر دہشت گردی کے پانچ اور ایک سول مقدمہ بنایا گیا۔ اگر یہ الزام واقعی ہی سچے تھے اور پرویزی حکومت کے پاس کوئی چھوٹا ثبوت تھا۔ تو جب ہمارے وکلاء خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ' عارف اعوان ایڈووکیٹ اور غلام مصطفیٰ ایڈووکیٹ نے چیلنج کیا کہ عدالت میں تمام ثبوت پیش کیے جائیں۔ اس کے باوجود یہ ایک ثبوت بھی نہ دے سکے اور میں پانچوں مقدمات میں باعزت بری ہوا۔ ایک سول مقدمہ ابھی بھی باقی ہے۔ اب بھی ان کے پاس کوئی ثبوت ہے تو لے آئیں' میں دو ہفتے انڈر گراؤنڈ رہا۔ وہ افراد جن کا دعویٰ تھا کہ وہ زمین کے اندر سے سوئی بھی نکال سکتے ہیں وہ اس ناچیز کو تلاش نہیں کر سکے۔ تین ماہ ڈسٹرکٹ جیل میں قید رہا۔ اس دوران جیل میں مطالعے کے علاوہ قیدیوں کی اصلاح کا بھرپور موقع ملا۔ میں نے اپنی ضمانت بھی نہیں کروائی۔ سب کچھ میاں خالد حبیب الٰہی ایڈووکیٹ اور ان کے رفقاء نے کیا۔

● پاکستان کی سیاسی صورتحال پر آپ کا کیا تبصرہ ہے؟

●● پاکستان اس وقت پانچ مجیبوں کے نرغے میں ہے۔ صوبہ سرحد میں اے این پی جس کے بانی باچا خان نے ڈٹ کر پاکستان کی مخالفت کی۔ حکومتی اتحاد کی ایک اہم جماعت ہے۔ جے یو آئی کے سابق سربراہ مفتی محمود نے سانحہ مشرقی پاکستان کے موقع پر جب پاکستانی قوم آنسو بہا رہی تھی کہا تھا کہ شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں ہوئے۔ صوبہ بلوچستان میں [illegible] مینگل ان لوگوں کی پشت پناہی کر رہے

ہیں جو پاکستانی مفادات کو نقصان پہنچا رہے ہیں لیکن اصل کردار اختر مینگل کا ہی ہے۔ سندھ میں کئی جماعتیں تعصب کا بیج بو رہی ہیں لیکن یہاں اصل کردار الطاف حسین کا ہے۔ کراچی میں ساحل سمندر ہونے کی بناء پر الطاف حسین بھی عجیب ہی کی ایک شکل ہے۔ آصف زرداری کا تمام تر زور وزر جمع کرنے میں ہے۔ انہوں نے پاکستان کا دارالحکومت دبئی کو بنایا ہے۔ عوام ان پانچ مجیبوں سے ہوشیار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیں ایک اور سقوط ڈھاکہ جیسے سانحے سے دوچار ہونا پڑے۔

● علامہ امام الشاہ احمد نورانی کی شخصیت و کردار کے بارے میں آپ کیا فرمائیں گے؟

●● صدر ایوب کے دور میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل نو کی گئی۔ جے یو پی کا پہلا انتخابی اجلاس دارالعلوم نعیمیہ لاہور میں انعقاد پذیر ہوا۔ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی کو بطور صدر منتخب کیا گیا۔ اس اجلاس میں قائد اہلسنّت مولانا الشاہ احمد نورانی بطور خاص شریک ہوئے اور یہ ان کا پہلا سیاسی تعارف تھا۔ اگرچہ اس سے پہلے اور بعد میں حضرت قائد اہلسنّت زیادہ تر تبلیغی مصروفیات کی وجہ سے ملک سے باہر رہا کرتے تھے پھر 1970ء میں حضرت قائد اہلسنّت کی قیادت میں جے یو پی قومی اسمبلی کے فلور پر پہنچی اور آپ کی جہد مسلسل نے جے یو پی کو اوج ثریا پر پہنچا دیا۔ قائد اہلسنّت کا شمار ان قائدین میں کیا جا سکتا ہے جو دیگر قائدین سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ آپ نے پورے سیاسی دورانئے میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا کہ ان کی شخصیت' کردار پر بال برابر انگلی اٹھائی جا سکے۔ پالیسیوں سے اختلاف الگ بات ہے۔ سیاسی کردار' شخصی استغناء' ذاتی سیرت و کردار' قابل فخر انداز' سیاسی سمجھ بوجھ کا ملکہ' حق گوئی' بے باکی کا مردانہ اظہار' اپنے موقف پر ڈٹ جانے کی صلاحیت سے معمور' حق کو حق اور باطل کو باطل کہنے کی جرأت یہ وہ اوصاف حمیدہ ہیں جو ماضی قریب میں علامہ شاہ احمد نورانی کے علاوہ اہلسنّت کی کسی قیادت میں نظر نہیں آتے۔

● نواز شریف سے یارانہ کب تک چلتا رہے گا؟

●● بہت سے افراد کو یہ غلط فہمی ہے کہ جامعہ نعیمیہ کا تعلق نواز شریف صاحب سے ہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نواز شریف فیملی سے تعلق بانی جامعہ مفتی محمد حسین نعیمیؒ کا 1942ء سے ہے جس وقت حضرت مفتی صاحب قبلہ چوک دال گراں کی مسجد میں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ اس محلے میں شریف فیملی مقیم تھی۔ یہ تعلق تقریباً 47 سال سے قائم ہے چونکہ یہ فیملی جامعہ نعیمیہ کی بنیادی ممبران میں سے ہے اس طرح یہ تعلق ماضی کی طرح آج بھی قائم و دائم ہے اور اسی طرح قائم رہے گا۔ شریف فیملی کا ایک نہ ایک فرد جامعہ نعیمیہ کی مجلس عاملہ کا ممبر ہوتا ہے۔ یہ تعلق اس وقت کا ہے جب میاں صاحب کی پیدائش بھی نہیں ہوئی تھی۔ چونکہ یہ تعلق بزرگوں نے قائم کیا تھا اس لئے یہ تعلق قائم دائم ہے۔ اقتدار آنی جانی چیز ہے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو مفادات حاصل کرنے کے بعد پھر جاتے ہیں جبکہ جامعہ نعیمیہ نے ایسا کیا ہے اور نہ کرے گا۔ بے شک ہمیں الزامات کا سامنا کرنا پڑے۔ حضرت مولانا شاہ احمد نورانی کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ ہمارا تعلق نواز شریف سے ہے لیکن اس کے باوجود حضرت جامعہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت فرماتے رہے اور وصال تک اس سلسلے کو جاری رکھا۔ شاید یہ بات بہت کم لوگوں کے علم میں ہے کہ جب میاں نواز شریف کی فیملی نے سیاست میں آنے کا فیصلہ کیا' ان کا سب سے پہلے رابطہ جے یو پی سے کرایا گیا لیکن افسوس کہ اس رابطے کو غلط رنگ میں دیکھا گیا اور بعد میں میاں صاحب نے تحریک استقلال میں شمولیت اختیار کر لی اور وہاں سے میاں صاحب آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔

● ڈاکٹر صاحب! آپ کا مستقبل میں سیاست میں آنے کا ارادہ ہے؟

●● مستقبل میں سیاست میں آنے یا نہ آنے کا انحصار حالات پر منحصر ہے۔

(ماہنامہ ''افق'' کراچی' جولائی ۲۰۰۹ء)

- ہمارے مدارس میں کلاشنکوف کبھی داخل نہیں ہوئی
- تنظیم المدارس کی سند پر چار ہزار افراد کو روزگار ملا۔
- اہلسنّت کے علاوہ سب کو بیرونی امداد ملتی ہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی سے علامہ شبیر احمد ہاشمی کا انٹرویو

(یہ یادگار انٹرویو اپریل ۲۰۰۲ء کو ماہنامہ ندائے اہلسنّت لاہور میں شائع ہوا)

....

مختصر قدامت اور اس سے بھی مختصر جسامت' سر پر تکونی جناح کیپ' موٹے شیشے والی عینک کے پیچھے تاڑتی اور دھاڑتی آنکھیں' ہوشیار' خبردار' پیکر سادگی' دانش اور بینش سے آراستہ و پیراستہ' ہنستا مسکراتا چہرہ' چھوٹے اور مختصر لفظوں میں بڑی باتیں کرنے والا کوئی رہنما آپ کو دینی حلقوں میں نظر آئے تو سمجھ لیجئے کہ اس کا نام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی ازہری ہے۔ آپ پاکستان کے مشہور ترین عالم دین' گرجتے برستے خطیب اور تاریخ کی اہم ترین شخصیت مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ کے لخت جگر اور اہلسنّت کی نامور دینی درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور پرنسپل ہیں۔ آپ 16 فروری 1948ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ 1960ء میں حفظ قرآن کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ 1966ء میں تجوید و قرات مکمل کی۔ 1971ء میں درس نظامی کی تکمیل ہوئی۔ 1974ء میں فاضل عربی میں گولڈ میڈلسٹ ہوئے۔ ایم اے عربی اور ایم او ایل بی 1974ء ہی میں کیا۔ ایم اے اسلامیات 1976ء میں' ایل ایل بی 1990ء میں' پی ایچ ڈی 1982ء سے 1991ء تک مکمل ہوئی۔ 1986ء میں جامعہ ازہر مصر سے الشہادۃ الدعوۃ الاسلامیہ کا

شرف حاصل کیا۔اس طرح یہ صاحب علم وفضل کے بوجھ تلے دب کر جسمانی قد تو لمبا نہ کر سکے البتہ علمی قد وقامت میں بہت فروغ پایا۔خاندانی پس منظر' علمی شوکت' ہیبت و جلال' حق گوئی و بے باکی کے باوجود ڈاکٹر صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑے مہلک مرض صاحبزادگی کی خرابیوں سے مکمل طور پر محفوظ فرمالیا۔ڈاکٹر صاحب مرنجاں مرنج جسم میں دھان پان' فکر میں آن بان رکھنے کے باوجود تکبر جو صاحبزادہ کا لازمہ ہے اس سے بالکل اسی طرح خالی ہیں جس طرح مغربی استعماری قوتیں انسانیت کے درد سے خالی ہیں۔ڈاکٹر صاحب اس وقت 54 سال کے پیٹے میں ہیں مگر ان کی سوچ اور علم وفضل صدیوں پر بھاری ہے۔سچ یہ ہے کہ برتن جتنا بھرا ہوا ہو گا وہ شور مچانے سے محفوظ ہو گا اور خالی برتن ہمیشہ کھڑکتا رہتا ہے۔اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے اپنے والد کے نام کو کبھی کیش نہیں کرایا۔اپنے بل بوتے پر اللہ کے فضل سے اپنا نام پیدا کیا۔ ہمارے ہاں عموماً ایسا ہوتا ہے کہ صاحبزادگان اپنے والد کے علم وفضل کے تقویٰ وطہارت کے تو قریب سے نہیں گزرتے مگر پروٹوکول والد سے زیادہ چاہتے ہیں۔اہلسنّت کے ہاں صاحبزادگی کا یہ مرض ایک سرطان ہے۔ایک تپ دق ہے' اللہ کا ایک عذاب ہے جس نے سنیت کی عظمتوں کو چاٹ کھایا ہے۔خدا کا شکر ہے کہ اس شورستان میں ایک صاحبزادہ خاموشستان بھی ہے۔میرے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی دوستی پرانی ہے۔ان کے محترم استاد جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر میرے انتہائی مشفق ومہربان ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے والد محترم حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ سے ان کی زندگی میں اتفاق بھی رہا' اختلاف بھی۔مگر ان سے نیازمندانہ تعلقات قائم رہے۔ اب ڈاکٹر صاحب سے بھی اتفاق واختلاف کی دونوں شاہراہیں جاری رہتی ہیں مگر دوستی میں کبھی دراڑ نہیں آئی۔ میں نے اپنے عزیز شاگردوں کو جامعہ نعیمیہ میں داخل کرایا جس میں پروفیسر مولانا محمد اکرم جاوید نورانی بھی ہیں جو آج کل جامعہ نعیمیہ کی تمام تقریبات میں سٹیج سیکرٹری کے منصب پر فائز ہیں۔

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی حلقہ ارباب قلم میں بھی شامل ہیں کہ وہ ایک دور میں روزنامہ جنگ میں باقاعدہ کالم نگار کے روپ میں بھی ابھرے اور فکری گلستان سجائے۔ سیاست میں ان کا تعلق عین اس طرح ہے جس طرح ایک ذمہ دار عالم دین کا ہونا چاہئے۔ عموماً ان کی قسمت میں ہماری طرح اپوزیشن کی ہی سیاست رہی ہے۔ بھاری مینڈیٹ مرحوم اور اتفاق کی سیاست سے ڈاکٹر صاحب کا اتفاق زیادہ رہتا ہے جبکہ مجھے ''اتفاق'' کی سیاست سے ابھی تک اتفاق نہیں ہوسکا جبکہ ڈاکٹر صاحب نواز شریف' شہباز شریف اور ان کے والد محترم میاں محمد شریف کے نیاز مندیوں کے مرکز ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کی خوبی یہ ہے کہ وہ حالات سے ڈر کر دوستی توڑنے کے قائل نہیں۔ جنرل پرویز مشرف کی آمد کے بعد ڈاکٹر صاحب کا نام ان علماء میں سرفہرست ہے جن کو سرکاری قرب بہت کم ملتا ہے۔ بھاری مینڈیٹ محروم کے دور میں محترم ڈاکٹر صاحب اپنے کالموں میں تائید کے ساتھ تنقید بھی فنکارانہ انداز میں کرتے رہے۔ جامعہ نعیمیہ ان کے خوابوں کی تعبیر' ان کی آرزو کا مرکز' تمناؤں کا محور اور ان کی شاعری کا فکر اور بلبل ذہن کا گل تازہ ہے۔

میں ڈاکٹر صاحب کی خوبیوں سے بھی واقف ہوں اور ان سے اختلاف امور کا بھی شناسا۔ اس تضاد کے باوجود ان سے یکجائی' ہم خیالی سے بھی کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ وہ اس وقت سیاست کے ہم خیالوں سے تو ہم خیال نہیں ہیں مگر میرے ساتھ ان کی دوستی کی ہم خیالی کافی پختہ ہے۔

تنظیم المدارس اہلسنّت اس وقت اہلسنّت کا ایک نامور ادارہ ہے۔ یہ 1974ء میں قائم ہوا۔ اس کو قائد اہلسنّت عاشق رسول مولانا شاہ احمد نورانی نے استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی مدظلہ کو ساتھ لے کر اس وقت کے وزیر تعلیم محترم عبدالحفیظ پیرزادہ سے منظور کروایا اور تنظیم کی سند کو ایم اے کے برابر منظور کروایا۔

حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی نا صرف اس کے گواہ ہیں بلکہ اس حقیقت کا

اقرار بھی فرماتے ہیں اور اعلان بھی۔ آج کل برادر عزیز ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی اس ادارہ کے سیکرٹری جنرل ہیں۔ پرویز مشرف کی حکومت چونکہ دینی اداروں کے بارے میں آجکل بڑی تشویش میں مبتلا ہے۔ اس کو دینی اداروں میں خوبصورت داڑھی، کپڑے کی سفید ٹوپی کے لباس میں ملبوس دہشت گرد نظر آ رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب چونکہ استاد ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ اس بڑے دہشت گرد سے بھی چند باتیں کی جائیں۔ ندائے اہلسنّت کے قارئین کو ان کی تازہ فکر سے آگاہ کیا جائے۔ پچھلے دنوں انہوں نے قائد اہلسنّت کو جامعہ نعیمیہ میں ناشتے کی دعوت دی تھی۔ اس موقع پر جامعہ کے تمام اساتذہ بھی موجود تھے اور برادر عزیز مولانا مفتی محمد خان قادری، فاضل محترم مولانا عبدالحکیم شرف قادری، شیخ الحدیث مولانا عبدالعلیم جیسے حضرات بھی موجود تھے۔ اہلسنّت کے مابین اختلافات اور ان کا حل جیسے مسائل پر سیر حاصل گفتگو ہوئی مگر تنظیم کے معاملات پر میں ان سے اس لئے گفتگو کرنا چاہتا تھا کہ موجودہ حالات میں علماء دین کے لئے ایک مخصوص وقت آ گیا ہے۔ ان حالات پر تنظیم المدارس کی سوچ کیا ہے؟ اس سے اپنے قارئین کو آگاہ کرسکوں۔ تنظیم المدارس پاکستان کے حالیہ انتخابات میں برادرم محترم حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی صدر اور ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی سیکرٹری جنرل کے عہدے پر فائز ہوئے ہیں۔ اس طرح تنظیم کو یہ شرف حاصل ہو گیا ہے کہ اس کے فارغ التحصیل علماء کی اسناد پر دستخط وہ علماء کریں گے جنہوں نے خود باقاعدہ درس نظامی پڑھا ہے اور وہ سند پر دستخط کرنے کے مکمل طور پر اہل ہیں وگرنہ ہمارے تعلیمی اداروں میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ایم اے کی سند پر کھر صاحب دستخط کرتے تھے جو خود میٹرک بھی نہ تھے مگر تنظیم المدارس اب اس کوتاہی سے نجات پا چکی ہے۔ ڈاکٹر صاحب سے محفل جمی۔ حضرت مفتی صاحب کے زمانے کی چائے اور بسکٹ کے دور کے ساتھ ہی گرما گرم سوال و جواب کی محفل بھی رہی۔ آیئے آپ بھی شریک محفل فکر و دانش ہو جائیں۔

- ڈاکٹر صاحب اس وقت یہ بتایئے کہ تنظیم المدارس کے فارغ التحصیل علماء کی

تعداد وفاق المدارس کے علماء سے کم کیوں ہے؟

●● وجہ یہ ہے کہ ہمارے مدارس میں غیر ملکی طلباء کی تعداد بہت کم ہوتی ہے جبکہ دیوبندی حضرات اپنے مدارس میں زیادہ تر قبائلی اور افغانی طلبہ کو کھینچ کر لاتے ہیں۔ وہ بعد میں خرابیوں کا باعث بھی بنتے ہیں جس طرح آپ طالبان کا حشر اور اس وقت دیوبندی مدارس کی مشکلات دیکھ رہے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے مدارس کے وسائل بہت محدود ہیں جو اندرون ملک کے چندوں سے پورے ہوتے ہیں جبکہ دوسرے مکاتب فکر کے مدارس کو بیرونی ممالک سے مخصوص مسالک کی ترویج و اشاعت کیلئے بے پناہ روپیہ آتا رہا ہے اور اب بھی ان لوگوں کے بیرونی رابطے موجود ہیں اس سے انکار وہ خود بھی نہیں کرتے۔ اس لیے ہمارے علماء اگرچہ کم پیدا ہوتے ہیں مگر میں یہ ذمہ داری سے کہہ سکتا ہوں کہ ہمارے مدارس کا علمی معیار بہت سے دوسرے مسالک سے ممتاز ہے۔

● اس کی کوئی مثال؟

●● مثالیں تو قدم قدم پر بکھری پڑی ہیں۔ اب متحدہ ہندوستان ہی کی تاریخ پر نظر ڈالیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنّت سیدنا امام احمد رضا خان بریلویؒ کے زمانہ میں دوسرے مکاتب فکر کے بھی جید علماء موجود تھے مثلاً مولانا رشید احمد گنگوہی' مولانا محمود حسن دیوبندی اور ان کے شاگرد مولانا حسین احمد مدنی' مولانا شبیر احمد عثمانی اور گنگوہی صاحب کے شاگرد مولانا اشرف علی تھانوی جیسے لوگ موجود تھے۔ ان کے پاس وسائل' شاگردوں کی فوج وغیرہ وافر مقدار میں تھے مگر آپ دیکھتے ہیں کہ جو علمی اور روحانی مقام امام اہلسنّت کا ہے وسائل اس کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ آج بھی تمام مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ امام اہلسنّت سب سے اعلیٰ علمی مقام پر تھے۔ اعلیٰ حضرت کے خلفاء میں مولانا ملک العلماء ظفر الدین بخاری' ڈاکٹر سید سلیمان اشرف' حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی' مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی وہ لوگ

ہیں جن کا تقدس، علمی پایہ بہرحال مسلمہ اور قابل تقلید ہے۔ ہم نے یہاں لاہور میں دیکھا ہے کہ دیوبندی حضرات کے اکابر مولانا احمد علی قصوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا مفتی محمد حسین امرتسری جیسے لوگ موجود تھے مگر ہمارے علماء میں حضرت علامہ سید ابوالبرکات قادری اکیلے ہی سب پر بھاری تھے۔ میں چھوٹا تھا، بزرگ بتاتے ہیں کہ سید صاحبؒ کی موجودگی میں کوئی عالم فتویٰ دینے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ فتویٰ اور تقویٰ انہی کا مسلم تھا۔ غازی علم الدین جس زمانہ میں شہید ہوئے اس وقت لاہور میں محدث اعظم مولانا ابومحمد سید دیدار علی تشریف فرما تھے۔ علمی جستجو کی تمام نگاہیں انہیں کی طرف اٹھتی تھیں۔ ملتان میں دیوبند کے بڑے بڑے نامی گرامی حضرات موجود تھے جن میں مولانا خیر امت جالندھری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا رسول خاں اور مفتی محمود جیسے لوگ تشریف رکھتے تھے لیکن جو پایہ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کا تھا وہ علمی مقام کسی کا بھی نہیں۔ اس طرح ہم اگرچہ اپنے مدرسوں کو جسمانی اعتبار سے دیوبند کے پائے کا تو نہ بنا سکے مگر کام اور علم کی جیت ہمیشہ اہلسنّت کی رہی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کی بے شمار کتابوں میں فتاویٰ رضویہ ہی کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اس طرح اعلیٰ حضرت کے خلفاء صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادیؒ جن کے نام نامی سے آپ کا یہ جامعہ منسوب ہے۔ ان کا علمی مقام ہندوستان بھر میں تمام مکاتب فکر کے ہاں مقبول تھا اور آج بھی ان کی علمی شخصیت اعتقادی طور پر متنازعہ ہو تو ہو یعنی دوسرے مکاتب فکر کے لوگ ان سے عقیدے میں اختلاف رکھتے تھے ان کی علمی قابلیت کے سب معترف تھے۔

● ڈاکٹر صاحب کیا اہلسنّت کا یہ ادارہ اسی طرح رہے گا یا اس کو آپ کوئی ترقی بھی دیں گے؟

●● جی ہاں ہمارا ارادہ تنظیم کو بہت زیادہ ترقی دینے کا ہے مگر اس کیلئے اہلسنّت کا متحد ہونا بھی ازبس ضروری ہے۔ کم از کم تنظیم کے مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے

مگر بدقسمتی سے کچھ لوگ اختلافات کو تنظیم میں بھی داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تنظیم کی کارکردگی کیلئے علماء اہلسنّت کی فکری ہم خیالی اتنی ضروری ہے جتنی جسم کیلئے روح۔ میں آپ سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ ندائے اہلسنّت کے ذریعے آپ بھی اختلافات کو مٹانے کی کوشش کریں۔

● ہم نے کیا اختلافات کیے؟

●● حضرت شاہ صاحب ابھی السعید اور آپ کے کالم ٹکرا رہے ہیں اور یہ مواد ہمارے فکری مخالفین کے ہاتھ میں آ رہا ہے جو کسی وقت ہمیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔

● ڈاکٹر صاحب آپ نے السعید پڑھا ہے۔ جنوری 2002ء کی اشاعت سے اس نے مخالفانہ مشن بنا رکھا ہے۔ ہم تو صرف ریکارڈ درست کر رہے ہیں۔

●● میں مانتا ہوں کہ السعید نے زیادتی کی۔ اس کا انداز گفتگو جارحانہ ہے مگر اس کا جواب دینا میں سمجھتا ہوں مناسب نہیں۔ آپ ہمارے بڑے اہلِ قلم میں سے ہیں۔ آپ بڑے بن کر جواب نہ دیں تو یہی جواب ایسا ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔

● تنظیم المدارس کی سند پر اس وقت تک کتنے لوگوں کو اندازاً سکولوں اور تعلیمی اداروں میں ملازمت ملی ہوگی؟

●● کم از کم بھی چار ہزار افراد اس وقت اس سند پر روزی کما رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر روزگار ملنے کے بعد تنظیم سے تعلق نہیں رکھتے۔ اگر وہ تعلق رکھیں تو تعداد کا صحیح اندازہ ہو جائے۔

● اس وقت حکومت کے دینی مدارس کے بارے میں عزائم کیا ہیں؟

●● ابھی تک دھمکیاں سن رہے ہیں لیکن عملی طور پر ہمارے کسی ادارہ میں حکومتی مداخلت نہیں ہوئی۔ دیگر مکاتب فکر کے کچھ مدارس سے حکومت کے بقول کچھ اسلحہ وغیرہ برآمد ہوا ہے اور کچھ لوگ پکڑے بھی گئے ہیں۔ مگر یہ بات وہی ہے کہ ہم اہلسنّت اسلحہ اور کلاشنکوف پر یقین نہیں رکھتے۔ اس بنا پر ہمارے مدارس خدا کے فضل سے

امن کا مرکز ہیں۔ کئی مرتبہ حکومتی اہلکاروں سے ملاقات ہوتی ہے۔ مثلاً مذہبی امور کے وزیر ڈاکٹر محمود غازی ہیں وہ ہمیشہ یہ یقین دلا رہے ہیں کہ حکومت دینی مدارس میں مداخلت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی۔ حکومت کے ان ارشادات کے بعد بے اطمینانی کی کوئی وجہ نہیں لیکن حکومتی باتوں پر بہل جانا یہ بھی صحیح نہیں۔ مدارس کی حفاظت ہمارا فرض ہے اور یہ فرض ہم ادا کر رہے ہیں۔

● آپ نے مدارس کنونشن بلایا تھا پھر ملتوی کر دیا اس کی وجہ کیا ہے؟

●● مدارس کے کچھ رہنماؤں کو گورنر پنجاب نے ملاقات کی دعوت دی اور اس میں انہوں نے مدارس میں حکومتی مداخلت نہ کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس بناء پر کنونشن ملتوی کر دیا گیا کیونکہ ہمارا مقصد حکومت سے ٹکراؤ نہیں سلجھاؤ ہے۔

● آپ اہلسنّت کے مابین اتحاد کی بات کرتے ہیں مگر تنظیم المدارس کے انتخابات جو ماہنامہ السعید ملتان کے مطابق قابل مذمت طریقہ کار سے منعقد ہوئے' اس سے اہلسنّت کے درمیان اختلافات اور بڑھ گئے؟

●● محترم شاہ صاحب میں تو اس کا کوئی جواب نہیں دونگا۔ ابھی میں نے آپ سے عرض کیا کہ السعید کی باتوں کا جواب آپ بھی نہ دیں اگر میں ہی جواب دینے لگوں یہ تضاد ہو جائے گا۔ اس لئے میں السعید کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

● ڈاکٹر صاحب ذرا کھل کر بتائیں کہ قائد اہلسنّت مولانا شاہ احمد نورانی کی سیاسی حکمت عملی سے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟

●● مولانا شاہ احمد نورانی پوری سنّی قوم کے قائد ہیں۔ ان کے علم و فضل' تقویٰ وطہارت' حق گوئی و بے باکی پر تو ہمارے مسلک کے علاوہ اور لوگ بھی متفق ہیں۔ باقی رہی سیاست چونکہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں' میں تنظیم المدارس کا ایک خادم ہوں اس لئے اس پر تبصرہ آپ جیسے سیاستدان اور اہلِ قلم ہی کر سکتے ہیں۔ بہرحال مولانا شاہ احمد نورانی اسلام کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ جامعہ نعیمیہ سے ان کے پرانے تعلقات ہیں۔ ان کے

استاذ محترم مولانا سید غلام جیلانی میرٹھیؒ اور میرے والد ماجد مفتی اعظم مولانا مفتی محمد حسین نعیمیؒ دونوں حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین کے شاگردوں میں سے ہیں اور خود مولانا نورانی کی دستار بندی صدر الافاضل حضرت محدث مراد آبادی نے کروائی تھی۔ اس لیے ہمارے ان سے تعلقات نیاز مندانہ اور ان کی ہمارے ساتھ شفقت کے آپ خود گواہ ہیں۔

● محترم ڈاکٹر صاحب امریکی ذرائع کہتے ہیں کہ دینی مدارس سے طالبان ابھرے ہیں اور انہوں نے ایک ملک کا اقتدار و اختیار سنبھالا' اس سے یہ محسوس ہوتا ہے آپ لوگوں کے بھی عزائم تو سیاسی ہیں مگر آپ نے فرمایا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں؟

●● سیاست دین کا حصہ ہے۔ جو میں نے کہا کہ میں سیاسی آدمی نہیں ہوں اس کا مفہوم اتنا ہے کہ میں اپنے علمی مشاغل اور جامعہ کی مصروفیات کی بناء پر میدان انتخاب میں نہیں اترتا اور کسی سیاسی جماعت کا باقاعدہ حصہ نہیں ہوں۔ اس کی وجہ صرف تقسیم کار ہے نہ کہ سیاست سے بالکل لاتعلقی۔ طالبان کا جہاں تک مسئلہ ہے ان کے پاس اسلحہ وغیرہ ہم نے نہیں افغانستان کے قبائلی کلچر نے پہنچایا اور ان کی حکومت بھی غلط نہیں ایک اسلامی ماڈل تھی۔ وہ دنیا کے استعماریوں کو پسند نہیں آئی۔ طالبان کی غلطیوں میں ایک غلطی یہ بھی تھی کہ پاکستان کے بعض مدارس میں اسلحہ ان کے ذریعے پہنچا۔ اگر وہ اسلحہ کو اپنے کلچر تک محدود رکھتے تو پاکستان کے دینی مدارس پر حکومت کا یہ اعتراض نہ آتا کہ دینی مدارس اسلحہ رکھتے ہیں۔

● ڈاکٹر صاحب ایک چبھتا سا سوال ہے کہ آپ نے تنظیم المدارس میں انتخابات سے پہلی قیادت کو کیوں ہٹایا اور اب مرکزی صدر اور مرکزی ناظم اعلیٰ لاہوری کیوں ہو گئے؟

●● حضرت کچھ بھی بات نہیں یہ صرف تنظیمی مسئلہ ہے پہلی قیادت اب بھی ہماری سرپرست ہے۔ ظاہر ہے اختلاف رائے تو ہوتا ہے۔ ہمیں نہ تو علامہ سید مظہر سعید

کاظمی پر پہلے اعتراض تھا نہ اب ہے۔ صرف انتظامی تبدل وتغیر ہوا ہے اور یہ کوئی بے ادبی بھی نہیں اور عدم اعتماد بھی نہیں۔

● ڈاکٹر صاحب یہ فرمایئے کہ ماہنامہ السعید میں لکھا ہے کہ تنظیم المدارس کے انتخابات کا طریقہ کار قابل مذمت ہے وہ کیا طریقہ کار تھا؟

●● محترم شاہ صاحب میں نے پہلے بھی عرض کر دیا کہ میں جواب نہ دینے کو بہت جواب سمجھتا ہوں۔ آپ گھوم پھر کر سوال کر کے مجھ سے کوئی لفظ نکلوانا چاہتے ہیں مگر میں آپ سے بھی معذرت خواہ ہوں کہ جواب نہ دینا ہی بہتر جواب ہے۔

● ڈاکٹر صاحب آپ ہمارے قارئین کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

●● جی مسلک امام احمد رضا پر پختگی ہی عقیدہ کی درستگی ہے۔ عمل صالح اسلام کا زیور ہے۔ دینی علم کا فروغ مسلمانوں کی علمی اور سیاسی ضرورت ہے۔ اہلسنّت کا اتحاد نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کیلئے بہت بڑی قوت بن سکتا ہے۔ ماہنامہ السعید اور ماہنامہ ندائے اہلسنّت کے مابین اور دیگر سنّی طبقوں کے آپس میں اختلاف و انتشار نہ ہو تو قارئین کو راست فکری ملتی ہے اور سنّی کاز کو تقویت میسر آتی ہیں۔

● ڈاکٹر صاحب آپ کا بہت شکریہ آپ نے قیمتی لمحات دیئے اور بہت سی باتیں ہمارے قارئین کے علم میں آئیں۔

●● حضرت شاہ صاحب آپ کا بھی بہت شکریہ۔ آپ نے قارئین ندائے اہلسنّت کے سامنے پیش ہونے کیلئے مجھے منتخب فرمایا۔

خلافت کے بعد صدارتی نظام اسلام کے قریب ترین ہے

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا روزنامہ ''پاکستان'' کے سنڈے میگزین کو دیا گیا انٹرویو

ملاقات: عمران نقوی

مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی الازہری کا شمار پاکستان کے ممتاز اور معروف علمائے دین میں ہوتا ہے۔ آپ جامعہ نعیمیہ کے بانی حضرت مفتی محمد حسین نعیمی کے منجھلے صاحبزادے اور جامعہ نعیمیہ کے موجودہ پرنسپل ہیں۔ مفتی سرفراز نعیمی صاحب نے ۱۹۹۱ء میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ۱۹۸۶ء میں جامعہ الازہر میں تحصیل علم کے لیے گئے۔ اس کے علاوہ جامعہ نعیمیہ سے فاضل درس نظامی اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی، ایم او ایل (عربی) اور ایل ایل بی کیا۔ لاہور بورڈ سے فاضل عربی میں گولڈ میڈل حاصل کیا۔ ۱۹۹۸ء سے ۲۰۰۱ء تک اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے۔ اس کے علاوہ ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان اور اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے جنرل سیکرٹری کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں۔ مفتی صاحب جامعہ نعیمیہ کے مجلّہ ماہنامہ ''عرفات'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ مختلف مواقع پر ملکی اور غیر ملکی کانفرنسوں میں کئی تحقیقی مقالات پڑھ چکے ہیں۔ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی سے ہونے والی گفتگو کی تفصیل نذر قارئین ہے۔

س: جامعہ نعیمیہ کا قیام کب عمل میں آیا۔ اس کے قیام کے اغراض و مقاصد کیا تھے؟

ج: جامعہ کو ۱۹۵۳ء میں مفتی محمد حسین نعیمی نے قائم کیا اور تھوڑے عرصے کے بعد چوک دالگراں میں قائم شدہ مدرسے میں طلبہ اور رہائش کی گنجائش کم ہوگئی جس کی

بنا پر ۱۹۵۸ء میں جامعہ نعیمیہ عید گاہ گڑھی شاہو میں منتقل ہوا۔ عید گاہ ایک کھلا میدان تھا۔ جس کے اندر موجودہ بلڈنگ تعمیر ہوئی ہے۔ اس کے اغراض و مقاصد میں قرآن وسنت اور علوم دینیہ کی اشاعت کرنا، نوجوان طلبہ میں سلامی اخلاق کی نشوونما اور خدمت ملک و اسلام کا جذبہ پیدا کرنا، الحادی فتنوں کا تدارک کرنا، علمی وتحقیقی میدان میں مسلمانوں کی رہنمائی کرنا، تعلیمی اور اصلاحی ادارے قائم کرنا اور امت مسلمہ کی ترقی اور امور خیر میں تعاون کرنا شامل ہے۔

س: جامعہ کو کتنے شعبہ جات میں تقسیم کیا گیا ہے؟

ج: شعبہ تحقیق فی الفقہ، شعبہ درس نظامی، شعبہ علوم عصریہ (میٹرک تا بی اے، تمام مضامین) شعبہ کمپیوٹر سائنسز، شعبہ خواتین، شعبہ تصنیف وتالیف اور شعبہ تبلیغ اسلام۔

س: جامعہ میں اس وقت کتنے طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ ہاسٹل میں رہنے والوں کی تعداد کتنی ہے نیز کتنے اساتذہ یہاں تدریسی فرائض سرانام دے رہے ہیں۔

ج: جامعہ نعیمیہ میں اس وقت تمام شعبہ جات میں ۲۸ اہل علم اساتذہ اور جامعہ کی ذیلی شاخوں میں ۲۷ معلمین ومعلمات تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں؟ جامعہ نعیمیہ اور ذیلی شاخوں میں ۱۱۰۰ طلبہ اور جامعہ سراجیہ نعیمیہ اور جامعہ نعیمیہ للبنات میں ۸۵۰ طالبات زیر تعلیم ہیں۔

س: ذیلی شاخوں سے کیا مراد ہے؟

ج: جو جامعہ کے الحاقی مدارس ہیں مثلا جامعہ ام اشرف جمال گلیکسی ٹاؤن، فیروز پور روڈ لاہور، جامعہ فخر العلوم داروغہ والا، جامعہ غوث العلوم سمن آباد، جامعہ فاروقیہ رضویہ، عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، دار العلوم شہابیہ، احاطہ مولچند اچھرہ، جامعہ حنفیہ غوثیہ باغبانپورہ گوجرانوالہ، جامعہ انوار مدینہ مغلپورہ لاہور اور ادارہ نعیم

القرآن وغیرہ طالبات کا ایک مدرسہ جامعہ سراجیہ نعیمیہ مغلپورہ گنج اور جامعہ نعیمیہ للبنات چائنہ اسکیم لاہور۔

س: ''نعیمیہ'' کا پس منظر کیا ہے؟

ج: مفتی محمد حسین نعیمی نے اس جامعہ کو اپنے استاد محترم صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کے جامعہ نعیمیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس کا نام دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور رکھا۔

س: کیا وجہ ہے کہ لوگ نماز آپ کے پیچھے پڑھتے ہیں اور ووٹ کسی معروف سیاسی جماعت کو دے دیتے ہیں؟

ج: پاکستان کے قیام کے بعد اہلسنت والجماعت کے علماء ومشائخ عظام نے غالباً یہ تصور کرلیا کہ ہماری منزل حصول پاکستان تھا اور چونکہ وہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے ہمیں واپس اپنے اپنے مراکز میں چلے جانا چاہیۓ اور اس کے نتیجے میں انہوں نے قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں قائم ہونے والے نظام کے لیے مکمل توجہ نہ دی اور جس ولولہ انگیز انداز سے پاکستان کے قیام کے لیے کوششیں کی تھیں اس انداز سے نظام اسلام نافذ کرنے کے لیے کوششیں نہیں کیں جس کے نتیجے میں پاکستان کے عوام پر وہ دینی، مذہبی اور ملی اثرات مرتب نہ ہو سکے جو ہونے چاہئیں تھے۔ البتہ جن دینی جماعتوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی انہوں نے پاکستان بننے کے بعد اپنی پالیسی تبدیلی کی اور عوام سے سیاسی رابطے کو قائم ودائم رکھا۔ جس کے نتیجے میں داخلی اور خارجی عوامل کی بنا پر وہ آج سیاسی طور پر مضبوط نظر آتی ہیں۔ چنانچہ پاکستان کے عوام نے بھی اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کرلیا۔ عبادات اور مسائل میں علماء سے رہنمائی حاص کرنے

لگے اور دنیاوی وسیاسی مسائل میں ان سے بے اعتنائی برتنے لگے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ عمل خاص طور پر علمائے اہلسنت اور عوام اہل سنت میں کچھ پختہ ہوتا چلا گیا اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے۔ دوسری طرف علمائے اہل سنت اپنے آپ کو سیاسی طور پر ایک پلیٹ فارم پر مستقلا اکٹھے نہ کر پائے جس سے خلیج اور بڑھ گئی اور جب بھی علمائے اہلسنت نے اپنے آپ کو ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر انتخاب میں حصہ لیا تو کافی سیٹیں بھی حاصل کیا۔ تیسری بات صدر ضیاء الحق کے دور میں جمعیت علمائے پاکستان نے غیر جماعتی انتخاب میں حصہ نہ لے کر عوامی رابطے میں کمزوری دکھائی، فیصلہ بظاہر کتنا ہی اصولی کیوں نہ تھا۔ مستقبل کی پیش بندی کرتے ہوئے اور نتائج وثمرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقررہ اصولوں کی روشنی میں بہتر لائحہ عمل طے کیا جا سکتا تھا جو نہ ہو سکا۔ چوتھی بات صدر ضیاء الحق کے بعد ہونے والے انتخابات میں بجائے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کے سیاسی ترجیحات کو اصولی اختلاف کی آڑ میں دوسرے درجے کی قیادت نے اپنی بقاء کے لیے یہی طریقہ بہتر سمجھا کہ متحد ہونے میں ان کے اپنے وجود کی نفی ہوتی تھی اس لیے انہوں نے وقتی مفادات کو پیش نظر رکھا جس کے نتیجے میں اختلافات بڑھتے بڑھتے مستقل حیثیت اختیار کر گئے اور یہ سلسلہ ابتک جاری ہے۔

س: دوسرے درجے کی قیادت سے آپ کی مراد؟

ج: علامہ شاہ احمد نورانی اور مجاہد ملت عبدالستار خاں نیازی کو جمعیت علمائے پاکستان کی دوسرے درجے کی قیادت نے اکٹھا نہیں ہونے دیا۔ آج کے معروضی حالات میں ان گروپوں کے کچھ رہنما ابھی بھی اپنے آپ کو ماضی کے خول سے

نکالنے کے لیے تیار نہیں ہیں جبکہ انتخابات ماضی کی قیادت نے نہیں حال کی قیادت نے لڑنے ہیں۔

س: آپ نے بعض دینی جماعتوں کے حوالے سے داخلی اور خارجی عوامل کا تذکرہ کیا ہے۔اس کی کچھ وضاحت؟

ج: صوبہ سرحد اور بلوچستان میں دینی طاقتوں کو جو سیاسی طور پر برتری حاصل ہوئی اس میں خارجی اور داخلی عوامل کارفرما رہے۔جس میں قبائلی، تمدنی، تہذیبی اور لسانی عوامل کا داخلی طور پر کردار رہا اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے حادثے کے بعد امریکی مفادات نے ''یوٹرن'' لیتے ہوئے افغانی عوام پر ہی حملے شروع کر دیئے۔مندرجہ بالا عوامل کی روشنی میں صوبہ سرحد اور بلوچستان کے عوام میں امریکہ کے خلاف ایک ردعمل پیدا ہوا جس کا فائدہ ان دینی جماعتوں نے بھی بھرپور طریقے سے اٹھایا۔

س: انتخابات کی آمد آمد ہے۔آپ جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے سیاسی طور پر خاصے سرگرم ہوں گے؟

ج: چونکہ میرے پاس دو عہدے نہیں اور نہ ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کمانڈر انچیف ہوں اس لیے آئینی اور قانونی اعتبار سے سرکاری ملازمت چھوڑنے کے دو سال کے لیے ''عدت'' میں ہوں۔

س: آپ انتخابات میں حصہ نہ لیں لیکن یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آپ کی ہمدردیاں جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ ہیں جو اہلسنت والجماعت کی نمائندگی کرتی ہے۔کچھ عرصہ پہلے میں نے مفتی غلام سرور قادری صاحب کا انٹرویو کیا جس میں انہوں نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے۔جن میں سے ایک جنت میں جائے گا۔'' مفتی صاحب نے ایک اور

حدیث کا حوالہ دیا کہ ''یہ جنتی لوگ اہل سنت والجماعت سے ہوں گے''۔اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

ج: یقیناً اولاً میری ہمدردیاں جمعیت علمائے پاکستان کے ساتھ ہیں اوراس کے بعد پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے اس حصے کے ساتھ ہیں جس نے پاکستان کواسلامی ایٹمی ملک بنایا۔

س: آپ کی ہمدردیاں کونسی جمعیت کے ساتھ ہیں اور مسلم لیگ (ن) کے پاس تخلیق پاکستان کا سرٹیفکیٹ کہاں سے آ گیا۔ پاکستان کی خالق جماعت تو قائداعظم کی مسلم لیگ تھی۔؟

ج: میں نظریاتی اور فکری طور پر جمعیت علمائے پاکستان کی تقسیم کا قائل نہیں ہوں اور اب بھی کوششیں جاری ہیں کہ جمعیت کے گروپوں کو بھی ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا دیکھنا اور کرنا چاہتا ہوں، کیونکہ جب تک یہ جمعیت مختلف حصوں میں بٹی رہے گی۔ سیاسی طور پر ناکامیاں اس کا مقدر بنتی رہیں گی رہا مسئلہ پاکستان کی خالق جماعت کا تو پاکستانی عوام آج مسلم لیگ کے گروپوں میں سے نظریاتی ووٹ بنک کے حوالے سے اسی گروپ کو قائداعظم کی مسلم لیگ کہتے ہیں جس نے ہندوستان کے ایٹمی حملے کے خطرات کا جواب ایٹمی طاقت کے اظہار کے ساتھ کیا اور نام کی قائداعظم لیگ کا وجود صرف اس وقت تک ہے جب تک اس کے مفادات مشرف کے ساتھ وابستہ ہیں۔ جس دن یہ وابستگی ختم ہوگئی اسی دن ری پبلکن اور صدر ایوب کی مسلم لیگ کی طرح ہوا میں تحلیل ہو جائے گی۔ مفتی غلام سرور قادری صاحب کا ایک فرقہ کے جنتی ہونے کے بارے میں حدیث کا حوالہ بالکل درست ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان قیامت تک کے لیے ہے۔ اور

قیامت تک جتنے افراد بھی اہل سنت ہوں گے وہ یقیناً جنتی ہوں گے اور ان کی تعداد آج سے کئی گناہ زیادہ ہوگی۔

س: کیا عورت کے لیے چہرے کا پردہ ضروری نہیں؟

ج: چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے۔

س: مفتی غلام سرور قادری صاحب تو اپنے فتویٰ میں قرآن وسنت کا حوالہ دیکر کہتے ہیں کہ چہرہ کا پردہ ضروری نہیں۔؟

ج: قرآن وسنت کے حوالے ہی سے جید فقہائے کرام ثابت کرتے ہیں کہ سوائے ذی رحم محرم اور حج کے باقی تمام مواقع پر چہرے کا پردہ بھی ضروری ہے۔ انسانی عقل بھی اسی امر کا تقاضا کرتی ہے۔

س: مفتی صاحب: آپ ایک عرصہ سے دین متین کی اشاعت کے لیے کوشاں ہیں۔ آپ نے دینی تعلیم حاصل کی۔ اعلی دینی تعلیم حاصل کی۔ ڈاکٹریٹ کی۔ آپ کے نام کے ساتھ مفتی اور ڈاکٹر کے سابقے درست ہیں۔ ہمارے ہاں ایک فیشن چل نکلا ہے کہ جس کسی نے امامت کرانا اور نکاح پڑھوانا سیکھ لیا ہے وہ اپنے نام کے ساتھ علامہ اور مولانا کا سابقہ استعمال کرنا شروع کر دیتا ہے؟

ج: میرے خیال میں القابات اور ڈگریوں کے استعمال میں اصولی طور پر فرق رہنا چاہیے چونکہ میں نے پنجاب یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ہے اس لیے پی ایچ ڈی کا ڈگری ہولڈر ہونے کے حوالے سے ڈاکٹر کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ مولانا، علامہ اور مفتی صاحب جیسے مقدس الفاظ اپنے لیے بطور خود استعمال کرنا مناسب نہیں سمجھتا البتہ اگر اہل علم کسی شخص کی علمی تحقیقی اور تصنیفی خدمات کے نتیجے میں کسی کو علامہ، مولانا اور مفتی کے لفظ سے پکاریں تو پکارا جا سکتا ہے کیونکہ الفاظ

کے استعمال میں اس کی اپنی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں خودنمائی کی خواہش کے نتیجے میں خواہ مخواہ اپنے لیے اس طرح کے مقدس الفاظ استعمال کر کے اپنی نفسانی خواہش کی تسکین کی جاتی ہے جو بہر حال اخلاقی طور پر قابل گرفت ہے۔ نیز یہ کہ ہر امام مسجد کو اپنے لیے ان مقدس ناموں کا استعمال زیب نہیں دیتا۔

س: گستاخانہ خاکوں کی اشاعت...... احتجاج ہو گیا، بیان بازی اور نعرہ بازی ہو گئی۔ کیا ہم مسلمانوں نے بس یہی کچھ کرنا تھا؟

ج: بدقسمتی سے پورے عالم اسلام کے مسلمان حکمرانوں نے سوائے ایک دو ممالک کے حکمرانوں کے کسی نے بھی اپنی مذہبی اور منصبی ذمے داری کو ادا کرنے کی زحمت نہیں کی اور اپنے آقاؤں کے سامنے اپنی مذہبی حیثیت کو اجاگر کرنے میں مکمل طور پر گریزاں رہے کہ کہیں ان پر رجعت پسند اور انتہا پسند کی پھبتی نہ کسی جائے اور ان کی نظر میں روشن خیال اور اعتدال پسند حکمران ثابت ہوں۔ حکمرانوں کے اس مجرمانہ فعل کے نتیجے میں امت مسلمہ خاکوں کے شائع ہونے کی توہین برداشت نہیں کر سکی اور وہ اپنے مذہبی، ملی اور ایمانی جذبات کے تحت خود میدان عمل میں کود پڑی۔ وہ جتنا احتجاج کر سکتے تھے کیا۔ اس میں سب سے مکروہ کردار اسلامی جمہوریہ پاکستان کے روشن خیال اور اعتدال پسند حاکم کا رہا کہ وہ اپنے ملک کے عوام کے جذبات کو سمجھنے سے عاری رہا جس کے نتیجے میں ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء کو اہل لاہور نے اپنا مذہبی کردار ادا کیا جبکہ ایجنسیوں نے حکمرانوں کی خواہش کی آڑ میں اس کو غلط رنگ دیتے ہوئے توڑ پھوڑ اور تخریب قرار دیا۔ مزید برآں مسلم حکمرانوں کے ساتھ ساتھ او آئی سی، موتمر عالم اسلامی

اور دیگر مسلم عالمی تنظیمیں علمی، تحقیقی اور فکری طور پر غیر مسلموں کو باور نہیں کرا سکیں کہ یہ مسئلہ آزادی رائے نہیں بلکہ حقوق انسانیت کا ہے جس میں مسلمانوں کے بطور انسان ہونے کے بھی کچھ حقوق ہیں جن کا احترام کیا جانا بھی ضروری ہے۔

س: ڈاکٹر صاحب! امت مسلمہ کا وجود ختم نہیں ہو چکا؟

ج: مسلم حکمرانوں کی حد تک امت مسلمہ کا وجود مکمل طور پر ختم ہو چکا ہے۔ حتی کہ امریکہ اور اس کے حواریوں کے خودساختہ خوف کی بنا پر نمائشی سفارتی تعلقات کو بھی بروئے کار لانے کی ہمت نہیں رہی۔

س: ہمارے لیے کونسا نظام بہتر ہے۔ خلافت یا جمہوریت؟

ج: فی زمانہ ایک خلیفہ وقت کے لیے جن اوصاف کا ہونا ضروری ہے وہ ناپید ہیں۔ البتہ خلافت کے بعد اسلام کے قریب ترین جو نظام مناسب ہے وہ صدارتی نظام ہے۔ اگر صدارتی نظام کے بھی عملی طور پر امکانات نہ ہوں تو بہ امر مجبوری جمہوری نظام پر عمل پیرائی ہو سکتی ہے۔ بشرطیکہ تمام اداروں کو اپنے اپنے دائرہ کار میں کام کرنے دیا جائے۔

س: جمہوریت...... جس میں ''بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا؟''

ج: دنیا میں مروجہ جمہوری نظاموں میں اسی قول کے مطابق سمجھا اور جانا جاتا ہے اور اسی قول پر عمل ہو رہا ہے۔

س: اسلام کا شورائی نظام کیوں نہیں؟

ج: اسلام کے شورائی نظام میں مشورہ دینے والے کی اہلیت، قابلیت اور دیگر متعلقہ اوصاف کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجلس شوریٰ قائم ہوتی ہے جبکہ عصر حاضر میں مجلس شوریٰ کا نام استعمال کرتے ہوئے غیر اہل افراد کو اپنے مفادات کی روشنی

میں منتخب کیا جاتا ہے جس کی کسی بھی طرح تائید نہیں کی جاسکتی۔

س: سانحہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ......حق پر کون تھا؟

ج: کوئی بھی نہیں۔ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے سانحہ کے پس منظر میں دو قبضہ گروپوں کی طاقت آزمائی تھی۔ ایک دینی مدرسے کو اپنے قائم ہونے کے لیے ضروری ہے کہ مدرسے کی زمین قانونی طور پر قیمتاً حاصل کی گئی ہو اور جب خود دینی مدرسہ غیر قانونی تجاوزات کی آڑ میں قائم ہوتا چلا جائے گا تو لامحالہ اس کے منفی اثرات بھی ظاہر ہوں گے جبکہ ایجنسیوں نے پروگرام کے مطابق دینی مدارس، اسلام اور پاکستان کا ایک غلط تصور دنیا کے سامنے اجاگر کیا۔ دوسری طرف حکومت اپنے آقاؤں کی خواہش اور اشاروں کے مطابق اپنے لیے یہ ثابت کرانا چاہتی تھی کہ ہمارے علاوہ ان دہشت گردوں کو کوئی اور ختم نہیں کرسکتا اور ہم نے فوجی آپریشن کر کے دہشت گردوں کا خاتمہ کر دیا۔ اس اعتبار سے جامعہ حفصہ کے ناظمین اور مسلمان حکمران اسلام اور اسلامی اداروں کو غلط رنگ میں پیش کرنے کے مرتکب ہوئے۔ میرے خیال میں دونوں قوتیں اور ان کے حواری اسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بنے ہیں۔

س: کیا پاکستان میں دینی جماعتیں کبھی اقتدار میں آسکیں گے؟ یا اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک کے صدر یا وزیر اعظم کے نام کے ساتھ مولانا، کا سابقہ لگ سکے گا۔ کیا چور کے ہاتھ کٹ سکیں گے؟ کیا زکوٰۃ کی منصفانہ تقسیم ممکن ہو سکے گی۔ کیا تمام پاکستانی ایک ہی انداز میں نماز ادا کرسکیں گے؟ پورے ملک میں ایک روز عید ہو سکے گی؟

ج: جب تک پاکستان کی دینی جماعتوں کی ڈور موجودہ مفادانہ اور خود فریبانہ سیاست

کی پالیسیوں کے علمبرداروں کے ہاتھ میں رہے گی، دینی جماعتیں اقتدار میں نہیں آسکتیں۔عید کا تعلق دینی جماعتوں سے نہیں بلکہ اس کا شمس وقمر کی گردش پر ہے اور دنیا میں کسی جگہ بھی ایک ہی وقت نہ سورج نکلتا ہے نہ غروب ہوتا ہے۔ مسئلہ باقی رہا پاکستان کے قبائلی علاقوں میں عید کا تو اس کا تعلق فقہی مسائل اور رویت ہلال سے نہیں بلکہ اس ضد کے ساتھ ہے کہ ہم نے سعودی عرب کے ساتھ ہی عید کرنی ہے۔نماز کی طرز ادائیگی کا تعلق بھی فقہی اور فروعی مسئلے کے ساتھ ہے اصل ایمان کے ساتھ نہیں۔

س: ایک مضبوط تاثر یہ ہے کہ مولانا فضل الرحمٰن آئندہ کسی عبوری یا غیر عبوری ڈھانچے میں وزیراعظم کے طور پر نظر آرہے ہیں؟

ج: خواب دیکھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔اگر مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے لیے مستقل طور پر وزیراعظم نہ بننے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر تو وہ عبوری طور پر وزیراعظم بن سکتے ہیں کیونکہ نگران وزیراعظم قائم ہونے والی اسمبلی کا الیکشن نہیں لڑسکتا اور اگر نگران وزیراعظم خود بھی رکن اسمبلی کا امیدوار بنے تو یہ آئینی خلاف ورزی ہے۔اگر مستقبل میں عملی سیاست میں حصہ لینا ضروری خیال کرتے ہیں تو پھر وہ نگران وزیراعظم نہیں بن سکتے۔

س: آپ کے خیال میں ۱۸ راکتوبر کو محترمہ بینظیر بھٹو کے استقبالی قافلے میں بم دھماکے کس نے کروائے تھے؟

ج: انہی طاقتوں نے جوان کو مستقبل کا وزیراعظم بنانا چاہتی ہیں اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے محترمہ کو ایک مظلوم اور معصوم شخصیت کی شکل میں عوام کی ہمدردیوں کے ووٹ دلوانا چاہتی ہیں تا کہ سوچا سمجھا منصوبہ بخیر وخوبی اپنے انجام

کو پہنچے پھر اس لئے بھی کہ خاص طور پر سندھ کا ووٹ بینک اپنا رنگ جمائے کیونکہ عمومی طور پر سندھی مظلوم کا ساتھ دیتے ہیں۔

س: صدر کی اہلیت کا فیصلہ آنا بھی ابھی باقی ہے؟

ج: صدر کے خلاف عدالتی فیصلہ آنے کے باوجود بڑی طاقت اس کو ہٹانے کے لیے تیار نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ کسی آئین اور قانون کی پابند نہیں ہے۔ الا یہ کہ خود بڑی طاقت نے کوئی اور فیصلہ کرلیا ہو۔

س: ان تمام حالات میں دینی جماعتوں کو کیا طرز عمل اختیار کرنا ہوگا؟

ج: بدقسمتی سے دینی سیاسی جماعتیں نظریاتی طور پر متفق نہیں ہیں اور اس کا سبب ماضی کا ایک طویل کردار ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان مکمل طور پر نظریہ پاکستان کی داعی جماعت ہے یعنی دوقومی نظریہ کے وجود کی علمبردار۔ جماعت اسلامی، تحریک انصاف اور مسلم لیگ (ن) کے انتخابی اتحاد کے امکانات روشن ہیں۔ البتہ جمعیت علمائے اسلام (ف) اور (س) کو سیکولر عناصر اور کانگریس کے ساتھ کام کرنے کا ایک وسیع تجربہ حاصل ہے اس لیے ان کے نزدیک نظریاتی سیاست کی حیثیت ایک نعرے کے طور پر تو ہوسکتی ہے لیکن عملی طور پر وہ آئندہ کے انتخابی نتائج کی روشنی میں پالیسی طے کرے گی اور غالب امکان یہ ہے کہ وہ پرویز مشرف، ایم کیو ایم اور پیپلز پارٹی کے ساتھ اقتدار میں شریک ہوگی ماضی قریب کی طرح۔

س: جمعیت علمائے پاکستان کو آپ نے دوقومی نظریہ کی علمبردار ہونے کا سٹرفکیٹ دے کر چھوڑ دیا ہے۔ وہ کیا کرے گی یہ بھی تو بتائیں؟

ج: جب تک جمعیت کے قائدین اپنے آپ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع نہیں کریں گے تو صفر + صفر = صفر ہی رہے گی۔

س: جمعیت علمائے پاکستان کو ''کانگریس'' نے تو متحد نہیں کرنا اور نہ ہی ''دو قومی نظریہ'' اس کی کچھ مدد کر سکتا ہے؟

ج: جمعیت علمائے پاکستان کے قائدین جب تک ماضی میں مقید رہیں گے اور مستقبل کے معروضی حالات کو پیش نظر نہیں رکھیں گے۔ اس وقت تک وہ ''پدرم سلطان بود'' کے خول میں خود ساختہ مسرتوں کا شکار رہیں گے جس کے نتائج کسی بھی اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

س: میرے خیال میں جمعیت علمائے پاکستان نورانی گروپ اور نیازی گروپ متحد ہو جائیں تو مسلم لیگ (ن) کی تحریک انصاف اور جماعت اسلامی کے ساتھ ان کا انتخابی اتحاد بن سکتا ہے۔ ورنہ شاید سولو پرواز کا سوچے گی؟

ج: اولاً ان دونوں گروپوں کو انتخابی اتحاد کو پیش نظر رکھے بغیر متحد ہونا چاہیئے اور اس کے بعد پھر اپنی شرائط اور جماعتی پالیسیوں کی روشنی میں فیصلہ کرنا چاہیئے کہ ان کے لیے سیاسی نتائج کے اعتبار سے کونسا فیصلہ مفید اور بہتر ثابت ہوگا اور اگر سولو فلائٹ پر ایک تیار بھی ہو جائے تو بالواسطہ طور پر سیکولر طاقتوں کو فائدہ پہنچے گا۔

س: مولانا شاہ احمد نورانیؒ اور مولانا عبدالستار خاں نیازیؒ بہت پر خلوص اور دانا لوگ تھے۔ ان میں غلط فہمیاں کن لوگوں نے پیدا کیں؟

ج: ملک میں ایجنسیاں جو کردار ادا کرتی ہیں وہ اہل دانش سے پوشیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ وہ ایسے افراد کا انتخاب بھی بعض اوقات کرتی ہیں جو پس پشت کسی اور کے لیے کام کر رہے ہوتے ہیں اور یہی وہ مشکل مرحلہ ہے جو قائد کی صلاحیتوں کا بھی امتحان ہوتا ہے۔

(۴ تا ۱۰ نومبر ۲۰۰۷ء سنڈے میگزین روزنامہ پاکستان لاہور)

میاں نواز شریف آج بھی جامعہ نعیمیہ کے لائف ممبر ہیں

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کے ساتھ خصوصی گفتگو

(یہ انٹرویو روزنامہ انصاف لاہور میں شائع ہوا)

(ملاقات: میاں عابد افضال احمد)

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے لیے مختلف جید علماء کرام نے ہر دور حکومت میں اپنی کوشیش جاری رکھی ہیں۔ ان ہی میں ایک نام ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا ہے۔ آپ لاہور کی معروف درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے بانی محدث اعظم مفتی محمد حسین نعیمی کے فرزند ہیں۔ مولانا محمد حسین نعیمی نے قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۳ء میں چوک دالگراں لاہور میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۶۰ء میں اسے عید گاہ گڑھی شاہو میں منتقل کر دیا۔ ان کے دنیا سے نظریں موڑ لینے کے بعد مولانا ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نے دارالعلوم کا چارج سنبھال لیا اور اپنے عظیم باپ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ مولانا سرفراز نعیمی ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، پی ایچ ڈی اسلامیات کے علاوہ مصر کی جامعہ ازھر سے ڈگری حاصل کی۔ قرآن وحدیث، اسلامی قوانین، اسلامی شریعت اور عربی لٹریچر میں ان کی تحقیق سے آج بھی سینکڑوں لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ انہیں عربی، اردو، فارسی اور انگریزی زبان پر مکمل عبور ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل، اتحاد بین المسلمین اور متحدہ علماء بورڈ کے ممبر رہ چکے ہیں۔ آج کل تنظیم المدارس اہلسنت کے ناظم، اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے جنرل سیکرٹری اور ناظم جامعہ نعیمیہ کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ملک کی تازہ ترین صورتحال اور جامعہ حفصہ کے اکابرین کی طرف سے نفاذ شریعت کے زوردار مطالبہ پر مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی

قرآن وحدیث کی روشنی میں رائے جاننے کے لیے ان کے ساتھ روزنامہ انصاف نے ایک خصوصی ملاقات کا اہتمام کیا جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

انصاف: ڈاکٹر صاحب ملکی حالات آپ کے سامنے ہیں، کراچی میں چیف جسٹس صاحب کی آمد کے موقع پر ایک تنظیم پر الزام لگایا جارہا ہے کہ سانحہ بارہ مئی کی ذمہ دار وہی تنظیم ہے، آپ اس کے بارے کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر صاحب: چیف جسٹس آف پاکستان کو ۱۲ مئی کے روز سندھ ہائیکورٹ بار سے خطاب سے روکنے کے لیے جس طرح کی منفی سازشیں کی گئی تھیں ان کو دیکھتے ہوئے کوئی شک نہیں رہتا کہ یہ کارروائیاں ایم کیوایم نے کسی کی براہ راست ہدایات پر کر کے کراچی شہر کو خون میں نہلا کر اندھیر نگری بنانے کی پوری سازش کی ہے لہٰذا اس واقعہ سے انہیں بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

انصاف: عمران خاں نے لندن میں ایم کیوایم کیخلاف مقدمہ دائر کرنے کا اعلان کیا ہے کیا آپ ان کے موقف کو صحیح سمجھتے ہوئے حمایت کریں گے؟

ڈاکٹر صاحب: اس وقت عمران خان کا کردار قابل تعریف ہے کیونکہ وہ نہ صرف ایک آمر سے بلکہ کراچی میں لسانی گروہ کے سربراہ الطاف حسین کے خلاف جدوجہد کر رہا ہے جس نے ریاست کے اندر ریاست قائم کر رکھی ہے جس کی ہدایات براہ راست لندن سے آتی ہیں جس کا ثبوت بارہ مئی کا سانحہ ہے جس میں ایم کیو ایم کے غنڈوں نے مظلوم عوام کے خون سے ہولی کھیلی۔ عمران خان کا مقصد نیک ہے اس لیے ہم ان کے ساتھ سیاسی واخلاقی اعتبار سے ہر قسم کے تعاون کے لیے تیار ہیں۔

انصاف: ایم ایم اے سمیت دیگر اپوزیشن جماعتوں کے علاوہ ایم کیوایم کا مستقبل آپ

کیسا دیکھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: گزشتہ انتخابات میں ایم کیو ایم نے جو سیٹیں حاصل کی تھیں وہ انہوں نے اپنی کارکردگی کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایجنسیوں کی پشت پناہی پر حاصل کی تھیں اور اسی طرح ایم ایم اے نے بھی دو صوبوں کے اندر اقتدار حاصل کیا جس میں ایجنسیوں کے کردار کے علاوہ ایک اور وجہ امریکہ کے افغانستان کے حملے کے رد عمل میں ناپائیدار عوامی جذبات ہیں البتہ پنجاب کے اندر نہ پہلے انہوں نے سیٹیں حاصل کیں اور نہ اب یہ حاصل کر سکتے ہیں البتہ ایم ایم اے سیاسی جوڑ توڑ کر کے کچھ سیٹیں حاصل کر سکتی ہے لیکن یہ اپنی گزشتہ سیاسی قلابازیوں کی وجہ سے لوگوں میں اپنا اعتبار کھو چکی ہے۔ جس کا اثر ان کے ووٹ بنک پر بھی پڑے گا۔

انصاف: صدر جنرل پرویز مشرف کا ایک جماعت کی طرف جھکاؤ انہیں انتخابات کی تیاری کرنے، ان کے جلسے جلوسوں میں شرکت اور ان کے تنظیمی اختلافات دور کرانے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: اگر پاکستان میں حقیقی معنوں میں آئین پر عملدرآمد ہونے کا مظاہرہ پایا جاتا تو آئین کو کسی بھی سرکاری ملازم کو نہ صرف دوران ملازمت بلکہ ملازمت کے دو سال بعد ہی سیاست میں حصہ لینے کا جواز مہیا کرتا ہے اس وقت پرویز مشرف کمانڈر انچیف کی وردی میں بطور صدر پاکستان مسلم لیگ (ق) اور ایم کیو ایم کے سرپرست اعلیٰ ہونے کے اعتبار سے سرگرمیاں دکھا رہے ہیں جو کہ آئین پاکستان کے مکمل خلاف ہے اور ان سرگرمیوں کی سپریم کورٹ نے بھی انہیں اجازت نہیں دی ہے۔

انصاف: سانحہ ۱۲ مئی کی تحقیقات سے انکار کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں کیا اس سے

حکومت کی ساکھ کمزور ہوئی؟

ڈاکٹر صاحب: ۱۲ مئی کے حادثے میں عدالتی تحقیقات یا کسی بھی طرح سے تحقیقات سے روگردانی اختیار کرنا بالواسطہ ارتکاب جرم کا اقرار ہے۔ تحقیقات نہ کروانے کا مقصد یہ تھا کہ جب انکوائری ہوگی تو یقیناً ایسے سوالات ابھریں گے جن کے جوابات کی روشنی میں اس کیس کے سرے سندھ وزیر اعلیٰ ہاؤس، گورنر ہاؤس، ایوان صدر سے ہوتے ہوئے سیدھے لندن پہنچیں گے اور پرویز مشرف ایسی غلطی کر کے اپنے آپ کو اور اپنے حواریوں کو مزید مشکل میں نہیں پھنسانا چاہتے۔

انصاف: موجودہ حکومت کے خلاف اس وقت تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد تحریک چلا رہے ہیں کیا اس ضمن میں ایمرجنسی کے امکانات ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: وہ شخص جو کمانڈو تربیت یافتہ ہو اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ کسی اصول پر قائم ودائم رہے گا بالکل فضول ہے کیونکہ اصول پر قائم رہنا کمانڈو کے تربیتی مزاج کے خلاف ہے کیونکہ کمانڈو ایکشن کے اندر یوٹرن لینے کی انتہائی اہمیت ہے۔ وہاں تربیت ہی یہی دی جاتی ہے کہ کمانڈو کو یوٹرن لینے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہیے اس لیے پرویز مشرف کے اقتدار پر فائز ہونے کے اقدام سے لیکر پاکستان بچاؤ تحریک کے نام نہاد نعرے اور ۹ مارچ ۲۰۰۷ء کو چیف جسٹس سے استعفیٰ طلب کرنے تک پرویز مشرف کی بے ثباتی نظر آتی ہے۔ اقتدار کے حصول اور اقتدار کو قائم رکھنے میں ان سے ہر اس کام کی توقع کی جاسکتی ہے جو غیر آئینی، غیر قانونی، غیر اخلاقی اور غیر مذہبی ہو سکتا ہے اور اپنے اقتدار کے بچاؤ کے لیے اگر پرویز مشرف کو اپنے ساتھیوں کو بھی قربان کرنا پڑا تو وہ اس میں بھی کسی ہچکچاہٹ کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔ اس کے ثبوت کے لیے پرویز مشرف

کے ماضی کے اپنی ہی جماعت کے وزیر اعظم کی اچانک برطرفی ہے جو جنرل صاحب کی بے ثباتی کا اہم ثبوت ہے اور اسی طرح وکلاء برادری کی شروع کی گئی تحریک میں ان کے نعرے ''گو مشرف گو'' کو آخری انجام تک برقرار رکھا گیا تو انہیں اس قسم کے اقدام سے روکا جا سکتا ہے لیکن اس کے برعکس یہ تحریک صرف چیف جسٹس کی بحالی کے لیے چلائی جاتی رہی تو پھر ایمر جنسی کے نفاذ کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا۔

انصاف: صدر جنرل پرویز مشرف بڑے بڑے بحرانوں بالخصوص ۱۴ فروری ۲۰۰۶ء جیسے واقعات سے آسانی سے نکلنے میں کامیاب ہوئے انہیں کئی تحریکیں چلانے کے باوجود ہٹانے میں ناکامی کیوں ہے کیا وکلاء کی موجودہ تحریک کے ملکی سیاست پر کوئی اثرات نظر آ رہے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: ایک مشہور کہاوت ہے ''بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔'' حکومت نے ان سات سالوں میں جو اقدامات کئے ہیں اور خصوصا چودہ فروری ۲۰۰۶ء کی کارروائیوں کے کرنے کے بعد اب اگر وہ یہ سمجھتی ہے کہ آئندہ اس طرح کے اقدامات کر کے وہ بچ جائے گی تو یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ بدقسمتی سے اس وقت ملک کی سیاسی جماتیں نظریاتی طور پر انتشار کا شکار تھیں جس کی بنا پر متحدہ اپوزیشن ایک نقطہ پر متحد نہیں ہو سکی تھی۔ اس کے علاوہ مسلم لیگ (ق) کا گراس لیول پر کوئی وجود نہیں اس کے وزراء سے لیکر وزیر اعظم تک صرف ایک ہچکولے کی مار ہیں لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ اپوزیشن یکجا ہو کر اپنی قوتوں کو بروئے کار نہ لائے۔ اس کے بغیر ساری تحریکیں بے کار ہیں یہ حقیقت ہے کہ ایم ایم اے اسلامی اقدار کی دعویدار ہے لیکن اس میں اکثر قائدین کمرشل سیاستدان ہیں جو

صرف اپنے سیاسی اور معاشی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لیے یہ لوگ تو اپنے مفادات کی خاطر اس حکومت کی برطرفی کے اقدامات سے گریز کریں گے باقی بچ بچا کے مسلم لیگ (ن) اور چھوٹی جماعتیں رہ جاتی ہیں جو اپنا کردار ادا کرتی رہیں گی۔ اس کے علاوہ عمران خان کی تحریک انصاف ہے جو کہ نووارد جماعت ہے جس کو عوامی اعتماد حاصل کرنے میں کچھ عرصہ درکار ہے لیکن یہ سب مل کر آمریت کے خلاف اپنا زور لگا رہے ہیں پھر سونے پہ سہاگے والی بات وکلاء کی تحریک ہے جو اپنے اندر ایک طاقتور کرنٹ رکھتی ہے اور اسی تحریک کے شروع ہونے سے اب آمریت سے چھٹکارے کی امید نظر آئی ہے۔ اور حکومت اس تحریک سے بوکھلائی بوکھلائی سی نظر آتی ہے اور اسی بوکھلاہٹ میں حکومت غلطیوں پر غلطیاں کر رہی ہے اور عوام کو ان کی غلطیوں کے سبب ان کے سارے کرتوت نظر آنے لگ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وکلاء کی تحریک میں عوام بھی شامل ہوتی جا رہی ہے۔

انصاف: جامعہ حفصہ کے ایشو کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب: جامعہ حفصہ کا مسئلہ دو قبضہ گروپوں کا باہمی مسئلہ ہے جب حکومت لوگوں کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانا چاہتی ہے تو وہ ایسے مسئلوں کو میڈیا پر اچھال دیتی ہے لوگوں کی توجہ اس جانب مبذول کروا کر وہ اپنے مشن میں دوبارہ مصروف ہو جاتے ہیں اور بحرانوں سے بچ نکلتے ہیں۔ جامعہ حفصہ والے اسلام اور شریعت کے نفاذ کی بجائے امداد باہمی کے پروگرام پر عمل کر رہے ہوتے ہیں۔

انصاف: کیا اپوزیشن جماعتیں موجودہ حکمرانوں کی موجودگی میں ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کر دیں؟

ڈاکٹر صاحب: مولانا فضل الرحمان، بے نظیر بھٹو اور الطاف حسین کی موجودگی میں ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ ان میں سے کئی حکمرانوں کے ساتھ ہیں ویسے بھی صدر ضیاء الحق کے دور حکومت میں ہونے والے انتخابات کا بائیکاٹ کرنے والے اب ایسی غلطی کا ارتکاب کرتے نظر نہیں آتے اس لیے بظاہر ایسی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی کہ صاف شفاف انتخابات منعقد ہوں گے۔

انصاف: ڈاکٹر صاحب چودہ فروری ۲۰۰۶ء کے واقعہ کے حوالے سے سنا ہے کہ آپ نے سابق وزیر اعظم نواز شریف کے ایما پر سب کچھ کیا تھا اس میں کہاں تک صداقت ہے؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب: یہ الزامات دراصل مجھے گرفتار کر کے سزا دینے کے لیے آسان راستے کے طور پر اپناتے ہوئے لگائے گئے تھے۔ پہلی دفعہ میں نے گرفتاری کی پہلی رات ڈی ایس پی امتیاز سے انویسٹی گیشن کے دوران بار بار دہراتے ہوئے سنا تھا جواب میں، میں نے کہا تھا کہ اس حوالے سے مجھ پر لگائے گئے الزامات کا کوئی ثبوت پیش کرو اور اب بھی چیلنج سے کہتا ہوں کہ ان الزامات میں کوئی صداقت نہیں۔ کوئی مالیاتی یا ٹیلی فونک رابطہ ہی ثابت کر دیں لیکن ڈیڑھ سال گزر جانے کے بعد آج تک عدالت میں کیس ہونے کے باوجود ایسا ثابت نہیں کر سکے تھے۔ آج کل حکمران کے پاس مجھے سزا دینے کا یہی ایک آسان راستہ رہ جاتا ہے جو حکمران جاوید ہاشمی کو ناجائز ہتھکنڈوں کے ذریعے پچیس سال اور علامہ شبیر ہاشمی کو پانچ سال سزا دلا سکتے ہیں تو کیا مجھ پر غداری جیسے الزامات ہوتے تو اس سے زیادہ سزا نہیں دلوا سکتے تھے لیکن یہ محض پروپیگنڈا ہے جہاں تک سابق وزیر اعظم نواز شریف سے تعلق کی بات ہے تو ان کے ہمارے خاندان سے ۱۹۴۲ء سے تعلق ہے وہ آج بھی جامعہ نعیمیہ کے لائف ممبر ہیں اور یہ تعلق دونوں

خاندانوں کے درمیان بنیادی طور پر جڑا ہوا ہے جو جامعہ نعیمیہ کے رہنے تک قائم رہے گا۔ہم دوسروں کی طرح کعبوں کے بدلنے والے نہیں ہیں۔

انصاف: ایم ایم اے کی سرحد حکومت نے حسبہ بل پیش کر کے اسلام نافذ کرنے کا موقف اختیار کیا تھا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ایم ایم اے واقعی اسلام کے نفاذ کے لیے مخلص ہے؟

ڈاکٹر صاحب:ایم ایم اے کا پیش کردہ حسبہ بل متنازع ایکٹ ہے اس لیے اس بل کی اہلسنت جماعتوں نے کوئی تائید نہیں کی اور نہ ہی اس حوالے سے آئندہ تائید کرنے کا کوئی ارادہ کیا جا سکتا ہے۔

انصاف: امام کعبہ کے دورہ کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب:امام کعبہ کا دورہ کسی کے لیے خاص نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کے لیے ہونا چاہئے تھا پاکستان میں دورے کے دوران امام کعبہ کو سب مسالک کے افراد سے ملنا چاہئے تھا۔

انصاف: امام کعبہ کو جامعہ نعیمیہ آنے کی دعوت دیتے ہیں؟

ڈاکٹر صاحب:اگر جامعہ نعیمیہ آئیں تو خوش آمدید کہیں گے۔

انصاف: کیا نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کے بغیر حکومت کے خلاف تحریک چلا کر موجودہ اپوزیشن جماعتیں کامیابی حاصل کر سکتی ہیں؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب:عوام کو متحرک کرنے کی اس وقت ضرورت ہے لیکن عوام کو متحرک کرنے کے لیے لیڈر شپ کی کمی ہے اگر لیڈر شپ جماعت اسلامی کی شکل میں موجود بھی ہے تو ان کے پاؤں بھی بعض افراد نے باندھ رکھے ہیں اگر مخلص انداز سے تحریک چلی تو سب کچھ ممکن ہے۔

انصاف: مدارس کی رجسٹریشن کا مسئلہ اٹھا تھا یہ مرحلہ کہاں تک پہنچا ہے؟

ڈاکٹر صاحب: وفاقی حکومت سے اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کے تحریری معاہدے کی روشنی میں مدارس کی رجسٹریشن جاری ہے جب تک حکومت اس معاہدے کی خلاف ورزی نہیں کرے گی ہم مکمل طور پر تعاون کریں گے۔

انصاف: پاکستان بچاؤ کنونشن میں سنی جماعتوں کی کل جماعتی کانفرنس کے انعقاد کرنے کا اعلان ہوا تھا یہ کب ہوگی، کیا آپ سنی جماعتوں کو متحد کر کے ایم ایم اے کیخلاف کوئی اتحاد سامنے تو نہیں لانا چاہتے؟

ڈاکٹر صاحب: پاکستان بچاؤ کنونشن کا انعقاد دراصل ملکی تشویشناک حالات کی وجہ سے ہوا ہے پاکستان کے قیام میں اہلسنت جماعتوں کا اہم کردار ہے جس کی وجہ سے ہم پاکستان اور ملت پاکستان کو مشکل حالات میں دیکھ نہیں سکتے۔ اس لیے ان بدترین حالات کو دیکھتے ہوئے نجات حاصل کرنے کے لیے لائحہ عمل طے کرنے کے لیے سنی جماعتوں نے پاکستان بچاؤ کنونشن کا انعقاد کیا ہے۔ اس طرح کے کنونشنز کا انعقاد ملک بھر کے دیگر حصوں میں بھی ہوا۔ اب تک وکلاء کی تحریک میں حصہ لینے سمیت سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن پنجاب بار ایسوسی ایشن سے ملاقاتیں کی ہیں جبکہ آئندہ کے لائحہ عمل کے حوالے سے تیرہ جون کو اسلام آباد میں اتحاد اہلسنت سپریم کونسل کے تحت تمام سنی جماعتوں کے نمائندگان کا اجلاس ہوگا جہاں تک ایم ایم اے کے خلاف اتحاد کے حوالے سے سوال ہے ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ایم ایم اے دینی اقدار رکھنے والی جماعتوں کا مجموعہ ہے۔ ان کے خلاف اتحاد قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اتحاد اہلسنت میں وہ جماعتیں بھی شامل ہیں جو ایم ایم اے کا حصہ ہیں۔

انصاف: صدر جنرل پرویز مشرف تقریباً سات سال سے زائد عرصہ سے اقتدار میں ہیں

ان کے دور حکومت میں پاکستان نے کیا کھویا اور کیا پایا ہے؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب: صدر مشرف کے دور حکومت میں پاکستان نے کھویا ہی کھویا ہے پایا کچھ نہیں ہے البتہ لوٹوں نے پایا ہی پایا ہے۔

انصاف: ایم ایم اے اور اے آر ڈی کیا آئندہ انتخابات سے قبل اپنا وجود برقرار رکھتی ہوئی نظر آرہی ہیں؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب: قبل از وقت کچھ نہیں کہا جاسکتا تاہم اس وقت دونوں اتحادوں میں سے ایم ایم اے زیادہ مضبوط ہے لیکن انتشار کے حوالے سے دونوں اتحادوں میں مسائل موجود ہیں۔

انصاف: حکومت کے معاشی استحکام کے دعوؤں کی صداقت بارے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

ڈاکٹر نعیمی صاحب: مہنگائی، بیروزگاری کی وجہ سے آئے روز لوگ مر رہے ہیں اگر حکومت کے دعوؤں میں صداقت ہو تو اس کا عملی ثبوت عوام کے معیار زندگی سے بخوبی ہو جاتا ہے۔

انصاف: صاف شفاف انتخابات کا انعقاد کیسے ممکن ہے؟

ڈاکٹر نعیمی: صدر جنرل پرویز مشرف اور چوہدریوں کی موجودگی میں پاکستان میں صاف شفاف انتخابات کسی بھی صورت نہیں ہو سکتے کیونکہ اقتدار کا نشہ جس کو لگ جائے وہ پھر ہیرا پھیری سے باز نہیں آتا جبکہ موجودہ حالات کے تناظر میں عوام مزید کوئی نئی تحریک چلانے پر آمادہ نہیں ہو پا رہے۔ جلاوطن قیادتوں کو جیلوں کا خوف دل سے نکال کر عوام کے پاس آجانا چاہیئے اور عوام کو متحرک کرنا چاہیئے تاکہ دباؤ بڑھایا جاسکے۔

(سپیشل ایڈیشن روزنامہ انصاف)

جرأت گفتار

ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کے چند اہم اخباری انٹرویوز

●●●

لال مسجد انتظامیہ نے اپنے مفادات حاصل کرنے کیلئے ایشو کھڑا کیا

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور ملک کے معروف عالم دین ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا ہے کہ عبدالرشید غازی غاصب تھے مگر حکومت کے نزدیک وہ دہشت گرد تھے۔ مولانا عبدالعزیز اور عبدالرشید غازی قبضہ گروپ بن گئے تھے۔ شریعت کے نفاذ کے حد تک انکا مطالبہ درست تھا مگر ان کا طرز عمل قطعاً درست نہیں تھا۔ دونوں بھائیوں نے اپنے مفادات حاصل کرنے کیلئے ایشو کھڑا کیا ان کا خیال تھا کہ حکومت دباؤ میں آ کر سرکاری اراضی پر قائم ناجائز مدارس اور لال مسجد کیلئے انہیں این او سی جاری کر کے قانونی حیثیت دے دے گی مگر دونوں بھائیوں کو ہٹ دھرمی اور ناسمجھی نے نہ صرف انہیں نقصان پہنچایا بلکہ مدارس کے گراف کو بھی متاثر کیا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز ''الجریدہ فورم'' میں گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا دونوں بھائی آپریشن سے قبل بڑھکیں مارتے رہے جب انہیں یقین ہوگیا کہ وہ پھنس گئے ہیں تو انہوں نے جامعہ حفصہ سے نکلنے کیلئے راہیں تلاش کرنا شروع کر دیں اور لال مسجد ایشو کے مرکزی کردار مولانا عبدالعزیز کی برقعے میں فرار ہونے کی کوشش نے ان کی کمزوری اور بزدلی ظاہر کر دی ان کے اس عمل سے علماء کرام کی شہرت متاثر ہوئی ابھی تک کسی صاحب علم شخصیت نے دونوں بھائیوں کے عمل کو جہاد قرار نہیں دیا حتیٰ کہ ان کے اپنے طبقے اور

مسلک کے جید علماء کرام پر مشتمل وفاق المدارس نے بھی ان کے اس عمل کو مسترد کر دیا اور اسے جہاد تسلیم نہیں کیا اور ویسے بھی اسلام میں عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے البتہ کسی مجبوری کی حالت میں خواتین کی جہاد میں شمولیت کا جواز موجود ہے جبکہ جامعہ حفصہ میں خواتین نے لاٹھیاں اٹھا کر دنیا میں دہشت گردی کا پیغام دیا یہ سوالیہ نشان ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا عبدالعزیز کا ٹرائل باقاعدہ کھلی عدالت میں سپریم کورٹ کے اندر ہونا چاہئے تاکہ تمام حقائق منظر عام پر آسکیں وہ کردار بھی جو پس منظر میں رہے ان کا بھی قوم کو علم ہونا چاہئے۔ چودھری شجاعت حسین اور وزیراعلیٰ پنجاب چودھری پرویز الٰہی کا کردار بھی سامنے آنا چاہئے۔ تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے ناظم اعلیٰ نے کہا جو مدرسہ بھی دہشت گردی کی سرگرمیوں میں ملوث ہو اس کے خلاف حکومت کو سخت ایکشن لینا چاہئے۔ لال مسجد آپریشن کی کسی صورت تائید نہیں کی جا سکتی۔ آپریشن ناجائز تھا آپریشن کے بغیر بھی مسئلہ حل کرنے کیلئے راستہ نکالا جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے جامعہ حفصہ میں آپریشن کے بعد دکھائے گئے اسلحہ کے حوالے سے کہا کہ اسلحہ دکھا کر حکومت نے بے وقوفی کا مظاہرہ کیا ہے اور کئی سوالات چھوڑے ہیں کہ اتنا اسلحہ وہاں کیسے پہنچا۔ انہوں نے عدالتی انکوائری کے متعلق کہا کہ جب کسی ایشو میں حکومت بالواسطہ یا بلاواسطہ ملوث ہوتی ہے تو اس میں حکومت عدالتی انکوائری پر کبھی تیار نہیں ہوتی تاکہ انکوائری کے دوران سوالات کھڑے نہ ہوں اس لیے حکومت اس ایشو کی انکوائری عدالتی کمیشن کے تحت نہیں کروائے گی۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی طرف سے آپریشن کیخلاف احتجاج پر انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس نے پہلے جامعہ حفصہ سے لاتعلقی کا اعلان کر کے ان کی رکنیت وفاق المدارس سے ختم کر دی۔ اب وہ احتجاج کے ذریعے اپنی سیاست چمکا کر مدارس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وفاق المدارس کے ذمہ داران کی کوشش ہے کہ اگر جامعہ حفصہ نہ بھی ملے تو جامعہ فریدیہ حاصل کر سکیں۔ انہوں نے کہا جامعہ حفصہ کو افغان جنگ کے دوران ایک اہم پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا

جاتا رہا ہے اور یہاں اسلحہ بھی اکٹھا کیا جاتا تھا اس کے بعد آج تک یہاں اسلحہ موجود رہا جس کا حکومت کو بھی علم تھا مگر مدرسہ کیخلاف کوئی کارروائی نہ کی گئی۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا آپریشن کے تناظر میں اب دیگر دینی مدارس کیلئے بھی مشکلات پیدا ہونگی۔ خاص طور پر وہ مدارس جو انتہائی پرامن طریقے سے دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اب حکومت کی آڑ میں اہلسنّت مکتبہ فکر کے مدارس کو تنگ کرے گی۔ حکومت نے جامعہ حفصہ کو دہشت گرد مدرسہ قرار دیا ہے اب کسی بھی صورت اس مدرسہ کو قائم رکھنے کا جواز باقی نہیں رہتا۔ (روزنامہ ''الجریدہ'' لاہور 14 جولائی 2007ء)

وفاق المدارس اور ایم ایم اے نے لال مسجد آپریشن کی مزاحمت نہیں کی

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے سربراہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا ہے کہ وفاق المدارس اور متحدہ مجلس عمل نے لال مسجد آپریشن کیخلاف مزاحمت نہیں کی۔ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن کے بعد دیگر مدارس کے خلاف آپریشن کا راستہ بھی کھل گیا ہے۔ آئندہ حکومت پیپلز پارٹی' ایم کیو ایم اور پرویز مشرف کے حامیوں کی بنے گی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے ایک خصوصی انٹرویو میں کیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ لال مسجد کے منتظمین اور غازی برادران کے مطالبات تو درست تھے لیکن ان کا طرز عمل درست نہیں تھا۔ حکومت کے پاس بھی مسلح آپریشن کا کوئی جواز نہیں تھا کیونکہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں موجود افراد دہشت گرد نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس اور ایم ایم اے نے لال مسجد آپریشن پر توقعات کے مطابق مزاحمت نہیں کی جس سے حکومت کا حوصلہ بڑھا ہے اور آئندہ پرامن مدارس جو دین اسلام کی صحیح معنوں میں خدمت کر رہے ہیں بھی ایسے آپریشنوں سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ قاضی حسین احمد اور مولانا فضل الرحمٰن اگر لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن کے خلاف ڈٹ جاتے تو حکمرانوں کو اس قدر بھیانک آپریشن کی جرأت نہ ہوتی۔ انہوں نے کہا کہ لال

مسجد تحریک نے اس وقت دم توڑ دیا تھا جب مولانا عبدالعزیز مدرسہ سے باہر آ گئے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے سانحہ کے اصل حقائق جاننے کیلئے سپریم کورٹ کے ججوں پر مشتمل جوڈیشل انکوائری کمیٹی قائم کی جائے اور مولانا عبدالعزیز کا ٹرائل کیا جائے تاکہ آپریشن کے بارے میں پیدا ہونے والے سوالات کے جوابات مل سکیں۔ انہوں نے کہا کہ لال مسجد و جامعہ حفصہ کا واقعہ ایک منظم ڈرامہ تھا جس میں ایجنسیوں نے غازی برادران کو یقین دہانی کرائی تھی کہ ڈٹے رہیں اور ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ حکومت کی رٹ کا مسئلہ بن گیا۔ آخری لمحات میں حقیقی صورتحال کا تدارک کرتے ہوئے عبدالرشید غازی نے مذاکرات پر آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے دستبردار ہونے کا اعلان کیا تھا اور اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جانیں بچانے کیلئے باعزت طریقے سے آزاد رہنے کیلئے شرائط پیش کیں لیکن جنرل مشرف نے امریکہ کی اطاعت گزاری کرتے ہوئے مذاکرات کو رد کر کے آپریشن کا حکم دیدیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ مملکت اسلامیہ میں خودکش حملے جائز نہیں البتہ کافر ملک میں جب عزت، جان اور عصمت و مال کو بچانے کیلئے کوئی دوسرا راستہ نہ رہے تو ایسی صورتحال میں وہاں خودکش حملے کی گنجائش ہے۔ ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ میں جو اسلحہ رکھا گیا ہے اس کی حقیقت مشکوک لگتی ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے لال مسجد و جامعہ حفصہ پر قبضہ کر کے آئندہ دینی مدارس پر کریک ڈاؤن کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ایک اور سوال پر انہوں نے کہا کہ پاکستان میں آئندہ حکومت امریکہ کی آشیرباد سے پیپلز پارٹی، ایم کیو ایم اور جنرل پرویز مشرف کے اتحادیوں کے درمیان بنے گی۔ اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمٰن اپنا دامن پیپلز پارٹی کے ساتھ وابستہ کر لیں گے۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور 16 جولائی 2007ء)

متحدہ مجلس عمل کا دوہرا کردار ہے

اتحاد تنظیمات المدارس دینیہ کے ناظم اعلیٰ اور معروف عالم دین ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا ہے کہ متحدہ مجلس عمل کا دہرا کردار ہے۔ایک طرف لال مسجد آپریشن کی مذمت اور احتجاج کرر ہے ہیں اور دوسری طرف بلوچستان اور سرحد میں حکومت کا حصہ اور پارلیمنٹ میں بیٹھ کر حکومت کو تحفظ اور جنرل پرویز مشرف کو مستحکم کرر ہے ہیں ۔ اگر مولانا فضل الرحمٰن یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت نے لال مسجد آپریشن کر کے ظلم کیا ہے تو وہ بھی قاضی حسین احمد کی پیروی کرتے ہوئے اسمبلی سے مستعفی ہونے کا اعلان کر کے پارلیمنٹ سے باہر آ جائیں ۔ان خیالات کا اظہار انہوں نے گزشتہ روز ''الجریدہ'' سے بات چیت کرتے ہوئے کیا۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ مولانا فضل الرحمٰن کے کردار کو عوام آہستہ آہستہ پہچان رہے ہیں اور اگر جماعت اسلامی کے تمام ارکان اسمبلی مستعفی ہو جائیں تو فضل الرحمٰن کا کردار قوم خود دیکھ لے گی ۔انہوں نے کہا کہ دینی مدرسہ پر حملے کیخلاف قاضی حسین احمد کے استعفیٰ کی تائید کرتے ہیں ۔(روزنامہ الجریدہ لاہور'17 جولائی 2007ء)

امریکہ نے پاکستان میں نیا سیٹ اپ طے کرلیا ہے

امریکہ طے کر چکا ہے کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت اور نظریاتی احساس کو ہر حال میں ختم کر دیا جائے ۔امریکہ پاکستان میں تمام سیکولر طاقتوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے اپنے مستقبل کے منصوبوں کو مکمل کروانا چاہتا ہے۔ان خیالات کا اظہار ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے فون پر گفتگو کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ امریکہ نے پاکستان میں نیا سیٹ اپ طے کرلیا ہے چنانچہ اس نئے سیٹ میں مشرف بے نظیر جو ایک دوسرے کو اپنا حریف سمجھتے تھے اب امریکہ کے کہنے پر ایک ہی پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو گئے ہیں ۔انہوں نے کہا کہ جو ایک دوسرے کے خلاف تحفظات رکھتے تھے انہیں دور کرنے کیلئے یہ ملاقات ضروری تھی ۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں جو افراد اینٹی امریکہ ہیں اور پاکستان کو

درست سمت رکھے ہوئے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ جس طرح سیکولر طاقتیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھی ہوگئی ہیں یہ اپنے تمام اختلافات مٹا کر امریکی سازش کو ناکام بنا دیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کو اس وقت پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو سے زیادہ اور کوئی وفادار نہیں مل سکتا۔ جنرل مشرف کی کشتی ڈوب رہی ہے جو بھی اس میں سوار ہوگا ڈوب جائیگا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ رابطہ حکومتی صفوں میں انتشار پیدا کرے گا ان خیالات کا اظہار فون پر گفتگو کرتے ہوئے امیر العظیم نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ اس ملاقات کے بعد جنرل پرویز مشرف کا دوغلا پن کھل کر عیاں ہوگیا۔ سیاسی مقررین کے مطابق صدر مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان ملاقات کے بعد اتحاد برائے بحالی جمہوریت عملاً ختم ہوگیا ہے۔ میثاق جمہوریت اور لندن میں ہونیوالی اے پی سی کانفرنس کے مشترکہ اعلامیہ کے مطابق کوئی بھی سیاسی جماعت جنرل پرویز مشرف سے بات نہ کرنے کی پابند تھی لیکن تمام سیاسی عہدہ پیمان اس وقت ٹوٹ گئے جب جمعہ کو بے نظیر بھٹو لندن سے خصوصی طور پر صدر جنرل پرویز مشرف سے ملاقات کیلئے ابوظہبی پہنچیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اپنے لاکھوں جیالوں سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔ بہت سے پارٹی رہنما بھی بینظیر اور مشرف ملاقات کو تنگ نظری سے دیکھ رہے ہیں۔ (روزنامہ اساس لاہور 29 جولائی 2007ء)

ملکی تحفظ کیلئے خود کو لال مسجد ڈرامے سے الگ رکھا

اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ اور تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا ہے کہ متحدہ مجلس عمل میں اکثریت ان افراد کی ہے جو ماضی میں تحریک پاکستان کے مخالف رہے ہیں۔ اسلام میں خودکش حملے مملکت اسلامیہ میں کرنا جائز نہیں۔ اہلسنّت و جماعت کے علماء نے پاکستان کے تحفظ اور بقا کو پیش نظر رکھتے ہوئے لال مسجد جامعہ حفصہ کے ڈرامے سے اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھا ہوا ہے۔ ان خیالات کا اظہار اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ اور تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر سرفراز

نعیمی نے ''خبریں'' سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ خودکش حملے جائز نہیں اور تاریخی حوالے سے ایک انتہائی غلط تاثر قائم کیا جا رہا ہے کہ شاید مسلمانوں نے خودکش حملوں کا آغاز کیا جبکہ اس کی ابتداء جاپان' سری لنکا اور نیپال وغیرہ سے ہوئی۔ اسے مسلمانوں سے منسوب کرنا غلط ہے۔ البتہ علماء کرام کے نزدیک دارالکفر میں جہاں مسلمانوں کی عزت' عصمت' جان و مال محفوظ نہ رہے تو وہاں ان کی بقاء کیلئے اور کافروں کو نقصان پہنچانے کیلئے جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے لیکن پاکستان میں کسی طریقے سے خودکش حملے جائز نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خودکش حملے کرنے والے لوگ مدارس سے تیار کیے جاتے ہیں لیکن موجودہ حالات میں غربت کا دور دورہ ہے تو بیرونی طاقتیں چند لاکھ دیکر یہ کام کرا سکتی ہیں۔ اہلِ پاکستان اپنے آپ کو حکومت اور خودکش حملہ کرنے والوں سے لاتعلقی کا اظہار کرتے ہوئے خود ان افراد کی نگرانی کریں جو ماضی میں خودکش حملوں کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں اور معصوم بچوں کو ذہنی طور پر خودکش حملوں کیلئے تیار کرتے رہے۔ انہوں نے کہا کہ مجلس عمل میں اکثریت ان افراد کی ہے جو ماضی میں تحریک پاکستان کے مخالف رہے ہیں اور ان کے رہنماؤں نے کہا تھا کہ پاکستان پچاس سال سے زیادہ زندہ نہیں رہے گا۔ موجودہ اپوزیشن لیڈر مولانا فضل الرحمٰن کے والد مفتی محمود نے کہا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔ آج کے اس ہنگامی حالات میں کہیں ایسا تو نہیں کہ انگریز نے کانگریس سے مل کر ان کی قیادت کو پاکستان مخالف کیمپ میں بھیج دیا تھا اور وہی افراد جو کہ ابھی تک پاکستان کو دل سے تسلیم نہیں کر سکے۔ انجانے میں انہی کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ وفاق المدارس مذاکرات کے پس منظر میں لال مسجد' جامعہ حفصہ کے ایشو میں ملوث ہوئی اور پھر اچانک اپنا تعلق جامعہ حفصہ سے ختم کرتے ہوئے اس سے الحاق بھی ختم کر دیا اور پھر آپریشن مکمل ہونے کے بعد پھر داخل ہو گئے۔ الگ تھلگ ہونے کے بعد دوبارہ مذاکرات کی آڑ میں داخل ہونا کس امر کی نشاندہی کر رہا ہے۔ وفاق المدارس کا یہ کردار

بھی سوالیہ نشان ہے۔ صدر ایوب کے دور میں پیر عبدالمجید آف دیول شریف نے لال مسجد کی خطابت کیلئے مولانا عبداللہ کی سفارش کی تھی جو ان کے خلیفہ تھے جو کہ اہلسنّت و الجماعت سے تعلق رکھتے تھے اور اس وقت مولانا عبداللہ بھی اپنے آپ کو اہلسنّت کہتے تھے۔ اس لیے ابتداء سے ہی یہ مسجد اہلسنّت و جماعت کی رہی ہے تو یہ انصاف اور عدل کے حوالے سے انہی کو ملنی چاہئے۔ جامعہ حفصہ کے بارے میں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یہ دہشت گردی کا اڈا رہی ہے اور اب دوبارہ دہشت گردی کے اڈے کو کسی کو دینا مستقبل کیلئے خطرناک صورتحال کو پیدا کرنا ہوگا۔ اس کا وجود قائم رکھنا پاکستان کے تحفظ کیلئے مناسب نہیں جبکہ خود وفاق المدارس اپنا تعلق ختم کر چکے ہیں۔ البتہ جامعہ حفصہ کو حکومت اپنے قائم کردہ دینی بورڈ کے ماتحت کردے اور حکومت ایک ماڈل دینی مدرسہ قائم کرنا چاہتی ہے تو اسے وہاں قائم کرے۔ عالمی تناظر میں چین معاشی طور پر ایسی قوت بن کر ابھر رہا ہے جو یورپ و امریکہ کیلئے چیلنج ثابت ہوگا۔ اس کے اردگرد امریکہ نے بھارت سے معاہدہ کر کے حصار قائم کر رکھا ہے۔ ان حالات میں چین پاکستان میں اپنا اثر ورسوخ استعمال کرسکتا ہے چنانچہ اسے باز رکھنے کیلئے جامعہ حفصہ والوں سے چینی لوگوں کے خلاف کارروائی کروائی گئی۔ سرحد میں تین چینی انجینئروں کو ہلاک کیا گیا اور اب حب میں چینی انجینئروں پر خودکش حملہ کیا گیا یہ الگ بات ہے کہ وہ بچ گئے لیکن نشانہ وہی تھے جبکہ دوسری طرف اسلام آباد کو خودکش حملوں کا نشانہ کیوں بنایا گیا یہ بھی اہلِ فکر کیلئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ کہوٹہ اسلام آباد کے قریب ہے۔ فضائی کارروائی کے بعد زمینی کارروائی کرنا زیادہ آسان ہو جائے گا کہ اس کے اردگرد خودکش حملے کر کے ایک ہیجانی کیفیت طاری کرادی جائے اس مرحلے پر جنرل مشرف کی پالیسیاں ابھی تک بنیاد پرستوں اور دہشت گردوں کے اردگرد گھوم رہی ہیں اور وہ ہر چیز کو طاقت اور اقتدار کے ذریعے کچلنے کیلئے تیار ہیں جبکہ یہ مسئلہ طاقت سے نہیں بلکہ حکمت اور دانائی سے حل کرنے کا ہے۔ انہوں نے کہا کہ دینی طبقہ آج بھی ہر اعتبار سے امریکہ کے مفاد کو جانتا ہے اور

اس کے پروگراموں سے آگاہ ہونے کی بنیاد پر اس کا مدمقابل ہے اور رہے گا۔ (اب اس دینی قوت کو ختم کرنا مقصود ہے جس کا آغاز جنرل مشرف کے ہاتھوں کیا جا چکا ہے۔ پاکستان کو ان حالات سے نکالنا مقصود ہے تو ضروری ہے کہ وہ سیاسی افراد جو آج بھی عوام میں اثر رکھتے ہیں اور وہ کسی قانونی جرائم میں ملوث نہیں انہیں پاکستان بلا کر موقع دیا جائے کہ وہ عوام کو ذہنی اور فکری طور پر پاکستان کے تحفظ کیلئے تیار کریں۔

(روزنامہ ''خبریں'' لاہور 27 جولائی 2007ء)

- دہشت گرد میری جان کے درپے ہیں
- دشمن قریب ہے اور مجھ سے سوات آپریشن کی حمایت نہ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔

●●●

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی شہادت سے 24 گھنٹے قبل روزنامہ ''پاکستان'' سے گفتگو

....

جامعہ نعیمیہ کے شہید سربراہ ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی نے صرف 24 گھنٹے قبل نمائندہ روزنامہ ''پاکستان'' سے بات چیت کی جس میں انہوں نے کہا کہ مجھے علم ہے کہ دہشت گرد میری جان کے درپے ہیں۔ دشمن قریب پہنچ چکا ہے اور وہ مجھ سے خودکش حملوں کی مذمت اور سوات آپریشن کی حمایت نہ کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ میں ''کل'' لال مسجد میں آپریشن کا بھی حامی ہوں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ کل لال مسجد اور آج طالبان اسلام کی روح کے برعکس اقدامات کر رہے ہیں۔ اسلام کسی کی جان لینے اور کسی کے گھر اندر بغیر اجازت گھسنے کی اجازت نہیں دیتا۔ سرفراز نعیمی نے کہا کہ میری جان کو دہشت گردوں سے شدید خطرہ لاحق ہے۔ حکومت سے سکیورٹی نہیں مانگوں گا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مجھے لگتا ہے دہشت گرد میرے قریب پہنچ چکے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ملک ہے تو میں ہوں طالبان کا لبادہ اوڑھنے والے دشمن کے ہاتھوں بک چکے ہیں اب وہ اسلام کی نہیں پاکستان کو کمزور کرنے کی شدید خواہش رکھنے والوں کی جنگ لڑ رہے ہیں اسی لئے ہم ان کے مقابلے کیلئے میدان میں اترے ہیں اس میں جان بھی چلی جائے تو پرواہ نہیں۔ ڈاکٹر

سرفراز نعیمی نے کہا کہ میں آئندہ ہفتے روزنامہ پاکستان آؤں گا اور پاکستان کے چیف ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی سے بھی ملاقات کروں گا اور انہیں بتاؤں گا کہ دشمن ہمارے قریب پہنچ چکے ہیں۔قوم اور حکمرانوں کو جگانے میں اپنا کردار ادا کریں جو وہ پہلے بھی کر رہے ہیں لیکن ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کا یہ وعدہ دہشت گردوں نے وفا نہ ہونے دیا اور وہ اس سے قبل ہی خالق حقیقی سے جا ملے۔

(روزنامہ پاکستان'لاہور 13 جون 2009ء)

- خودکش حملے حرام' مرنے والے پولیس اہلکار اور فوجی شہید ہیں
- امریکہ عسکریت پسندوں کی مدد کررہا ہے اوران کے خلاف کارروائی کا مطالبہ بھی۔
- صوفی محمد اور فضل اللہ قوم کے مجرم ہیں' طالبان نے اسلام کو نقصان پہنچایا۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کا روزنامہ ''جناح'' کے دفتر میں زندگی کا آخری انٹرویو

....

ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے اپنی زندگی کا آخری انٹرویو روزنامہ جناح کے دفتر میں دیا۔ وہ 28 مئی (2009ء) کو جناح فورم میں تشریف لائے تھے۔اس فورم میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان میں کسی بھی قسم کا خودکش حملہ حرام ہے۔صوفی محمد امریکہ کے ایجنٹ ہیں۔بڑی طاقتوں نے پاکستان کو ختم کرنے کا تہیہ کررکھا ہے۔ملک بھر میں دہشت گردی کے باوجود قوم کا مورال بلند ہے۔پاکستان کو عدم استحکام سے بچانے کیلئے ہر شہری پر اپنا کردار ادا کرنا فرض ہے۔ایران کی طرح پاکستان کے عوام اور حکمران امریکہ کو آنکھیں دکھائیں تو امریکہ بھاگ جائے گا جس طرح قیام پاکستان کے موقع پر برطانیہ نے علماء کے ایک طبقہ کو پاکستان کے قیام کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کی تھی۔اسی طرح علماء کو تقسیم کیا جارہا ہے' جو پولیس اہلکار اور فوجی جوان دھماکوں میں مررہے ہیں وہ شہید ہیں۔اس وقت بڑی طاقتیں بالکل اس طرح کی سازش کررہی ہیں جو انہوں نے قیام پاکستان کے موقع پر کی اور پاکستان کے قیام کو ہر طریقہ سے روکنے کی کوشش کی لیکن جب

قوم قائداعظم کی قیادت میں متحد ہوگئی تو یہ سازشیں ناکام ہوگئیں۔اس طرح اب قوم متحد ہو جائے تو یہ سازشیں ناکام ہو جائیں گی۔ اس وقت فوج اور حکمرانوں کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ یہ دونوں مل کر پاکستان کو بچا سکتے ہیں۔امریکہ‘ اسرائیل‘ بھارت‘ افغانستان پاکستان کے خلاف سازشیں کرر ہے ہیں۔حکمران اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم کو حقائق سے آگاہ کریں۔حکومت وہ تدابیر اختیار کرے جو آزاد قوم کا خاصہ ہے۔ آپریشن کے بعد تھوڑے عرصہ تک حالات خراب رہیں گے اور پھر حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔اگر سوات آپریشن کو منطقی انجام تک نہ پہنچایا تو پھر ناقابل بیان اثرات نکلیں گے۔پھر حالات کسی کے قابو میں نہیں آئیں گے جس طرح حکومت لال مسجد کے علماء کو کہہ رہی تھی کہ ان کا موقف درست ہے اور دوسری طرف آپریشن کی تیاری ہو رہی تھی۔ اسی طرح امریکہ عسکریت پسندوں کی مدد کر رہا ہے اور پاکستان سے ان شدت پسندوں کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ بھی کر رہا ہے۔ طالبان کے رویئے سے اسلام کو نقصان پہنچا ہے۔صوفی محمد اور فضل اللہ اسلام اور قوم کے مجرم ہیں۔ یہ دونوں آئین پاکستان کے غدار ہیں۔

(روزنامہ ’’جناح‘‘ لاہور 13 جون 2009ء)

- دہشت گردوں سے خوفزدہ ہوں نہ مؤقف سے پیچھے ہٹوں گا
- جورات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آ سکتی
- دہشت گردی کا فائدہ امریکہ کو مل رہا ہے
- طالبان سے امریکی اسلحہ کی برآمدگی لمحہ فکریہ ہے

✧✧✧

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کی روزنامہ ''اوصاف'' کو دیئے گئے آخری انٹرویو میں فکر انگیز گفتگو

....

تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے سیکرٹری جنرل' ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ اور تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کے صدر ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی الازہری نے کہا کہ جورات قبر میں آنی ہے وہ باہر نہیں آ سکتی اور جو رات باہر گزرنی ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت قبر میں نہیں بھیج سکتی۔ خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ حق اور سچ کی بات ہر جگہ کہتا رہوں گا کوئی دباؤ یا لالچ مجھے میرے نیک مقاصد سے پیچھے نہیں ہٹا سکتا۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے روزنامہ ''اوصاف'' کیلئے آخری انٹرویو میں کیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ دہشت گردوں سے خوفزدہ نہیں ہوں۔ امریکہ پاکستان کے اندر کسی حال میں بھی امن نہیں چاہتا۔ طالبان امریکہ کیخلاف بدلہ لینے کیلئے کوئی کارروائی کریں یا امریکی مظالم کے ہاتھوں تنگ آ کر کہیں بھی کوئی حملہ کریں حتیٰ کہ پاکستان کے اندر دہشت گردی کی کوئی بھی واردات ہو اس کا فائدہ ہر صورت امریکہ کو پہنچتا ہے۔ تخریب کار اس قدر مضبوط ہو چکے ہیں کہ ماضی میں حکومت تخریب کاروں سے صلح کرنے پر مجبور ہوتی رہی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ حکومت نے تخریب کاروں کیخلاف مؤثر قدم اٹھا کر فوجی آپریشن کا آغاز کیا

ہے۔ اس فوجی آپریشن کی حد تک حکومت کی حمایت کرتے ہیں اور پاک فوج کی تائید کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خودکش حملہ کہیں بھی ہو اسلام قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام میں خودکش حملے ناجائز اور حرام ہیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ یہ ایک تشویشناک بات ہے کہ طالبان کے قبضہ سے پاک فوج نے امریکی اسلحہ برآمد کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کیلئے امریکہ خود یہاں دہشت گردی کی وارداتیں کروا رہا ہے اور ایسے شرپسند گروپوں کو اسلحہ و مالی وسائل فراہم کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اہلسنّت مکتبہ فکر کی اکثریت عوام میں آگاہی کیلئے پرامن مہم کا آغاز کر رکھا ہے تاکہ رائے عامہ ملک وقوم کے مفادات کیلئے منظم کی جائے اس کیلئے کوئی دباؤ نیک مقاصد کی راہ میں حائل نہیں ہوسکتا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ مزارات کو شہید کرنا' خانقاہوں کو ٹارگٹ کرنا اسلام دشمن اور پاکستان دشمن عزائم ہیں جن کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ سنّی مکتبہ فکر کے لوگ انتہائی پرامن ہیں مگر خانقاہوں کی بے حرمتی کر کے ان کی دل آزاری کی جارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ روس کی شکست کے بعد امریکہ اسلام کو اپنا مدمقابل تصور کرتا ہے۔ نائن الیون کے بعد امریکہ نے طے کرلیا کہ وہ دنیا میں کہیں بھی اپنے (امریکہ) بارے اختلاف رائے برداشت نہیں کرے گا۔ امریکہ کے خلاف ایک اختلاف رائے یورپ اور دوسرا اسلام میں پایا جاتا ہے۔ یورپ میں پایا جانیوالا اختلاف رائے معاشی واقتصادی پالیسیوں سے متعلق ہے جس کی امریکہ کو اتنی زیادہ فکر نہیں ہے اس حوالے سے حالات کے ساتھ ساتھ امریکی مفادات بھی بدلتے رہتے ہیں جبکہ اُمّتِ مسلمہ میں امریکہ کیخلاف پایا جانیوالا اختلافِ رائے امریکہ کو کسی بھی صورت گوارا نہیں ہے۔ اس اختلاف کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کیلئے امریکہ اُمّتِ مسلمہ کے خلاف گہری سازش میں مصروف عمل ہے جس کی تکمیل کیلئے امریکی یلغار نے دینی مدارس کا رخ کر رکھا ہے۔ امریکہ کا خیال ہے کہ اُمّتِ مسلمہ کی ذہنی وفکری نشوونما میں دینی مدارس کا اہم کردار ہے اس لئے جب تک دینی مدارس کو مکمل طور پر ختم یا غیر موثر نہیں کیا جائیگا اس

وقت تک امریکہ اپنے منصوبے اور سازش میں کامیاب نہیں ہوسکے گا اپنی سازش کی تکمیل کیلئے امریکہ کی پالیسی ہے کہ دینی مدارس کو بدنام کرنے کیلئے مدارس کو دہشت گردی اور تخریب کاری کی وارداتوں سے جوڑا جائے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے مزید بتایا کہ آئندہ امریکی صدر اوبامہ مدارس مخالف پالیسی کیلئے زرداری حکومت پر دباؤ بڑھائیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ ظالم اپنے مظالم کی بنا پر نیست ونابود ہوجاتا ہے اس پس منظر میں امریکہ اور اس کے ظالم آلۂ کار بھی نیست ونابود ہوجائیں گے۔ یہ ایک تاریخی تسلسل ہے لیکن امریکی مظالم ابھی جاری وساری رہیں گے۔ اُمتِ مسلمہ کو مکمل اپاہج اور مفلوج کرنا عالمی سازش ہے ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستانی حکمران صرف اپنی حکومت کی بقاء کے پیش نظر امریکی غلامی اختیار نہ کریں بلکہ پاکستان کے استحکام اور بقاء کو ترجیح دیں۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ دینی مدارس کا فرض بنتا ہے کہ وہ عوام میں شعور پیدا کریں جس کے نتیجے میں پاکستان کی بقاء وسلامتی ہو ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے اپنی ذمہ داری کا احساس کرے اور ملک وقوم کی ہر ممکن خدمت کرے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک زندہ ہوں ملک وقوم کی خدمت کرتا رہوں گا۔ (روزنامہ ''اوصاف'' لاہور 13 جون 2009ء)

- قبلہ والدِ گرامی بہت شفیق اور مہربان تھے۔
- قیامِ امن کے لئے طالبانائزیشن کا خاتمہ ضروری ہے۔
- جامعہ نعیمیہ میں ’’تخصص فی الاقتصادالاسلام‘‘ کا شعبہ قائم کیا جائے گا۔
- میری شادی اپریل 1996ء میں ہوئی۔ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔

✧✧✧

شہیدِ پاکستان کے لختِ جگر علامہ راغب حسین نعیمی کا ’’نویدِ مومن‘‘ کو دیا گیا انٹرویو

....

شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمیؒ کی شہادت کے بعد ان کے جانشین جامعہ نعیمیہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی صاحب سے ’’نوید مومن‘‘ کیلئے لیا گیا پہلا انٹرویو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

● آپ کی تعلیمی قابلیت کیا ہے؟

●● میٹرک‘ ایف اے جامعہ نعیمیہ‘ بی اے گورنمنٹ کالج‘ ایم اے اکنامکس‘ پنجاب یونیورسٹی‘ پنجاب یونیورسٹی سے لاء کیا۔ پنجاب یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی سکالر ہوں۔ چھ ماہ تک پی ایچ ڈی مکمل ہوجانے کا یقین ہے۔

● دینی تعلیم کہاں سے حاصل کی؟

●● 1986ء میں جامعہ نعیمیہ میں داخلہ لیا اور 1991ء تک چھ سال مکمل کیے۔ 1991ء سے 1993ء تک وقفہ کیا اور 1994ء میں تعلیم مکمل کی یعنی درجہ عالیہ مکمل کرلیا۔

● دنیاوی تعلیم کے بارے میں ڈاکٹر سرفراز صاحب علیہ الرحمہ نے کبھی کچھ کہا؟

افزائی کی؟

●● ڈاکٹر صاحب نہ صرف میری بلکہ ہر طالبعلم کی حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ عالم دین کو کم از کم پی ایچ ڈی ہونا چاہیے تاکہ اس کی بات لوگوں پر اثر انداز ہو سکے۔

● آپ کی شادی کب ہوئی؟

●● اپریل 1996ء میں میری شادی ہوئی۔ میری ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ بیٹی کا نام آمنہ فاطمہ ہے۔ بڑے بیٹے کا نام محمد عبداللہ ہے اور چھوٹے بیٹے کا نام محمد حسین جو کہ دادا جان کے نام پر ہے۔

● کیا آپ کی سرکاری نوکری کے بارے میں ڈاکٹر صاحب راضی تھے؟

●● ڈاکٹر صاحب کسی پر کوئی چیز ٹھونسنا نہیں چاہتے تھے جہاں تک تعلیمی معیار کا تعلق ہے تو ڈاکٹر صاحب کا نظریہ یہ تھا کہ تعلیم کم از کم پی ایچ ڈی ہونی چاہیے۔ میں نے اپنے طور پر کاغذات جمع کروا دیئے تو پھر میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ کام کرو جس پر آپ مطمئن ہو کہ میں یہ کام ٹھیک کر رہا ہوں' تو میں نے اس میں ان کی رضا سمجھی اور میں نے نوکری جوائن کر لی۔

● ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے وقت آپ کہاں تھے؟

●● میں لاہور سے باہر شاہ کے بھٹیاں جامع مسجد اقصیٰ (جو کہ سام سنگ کمپنی کے زیر اہتمام ہے) میں نماز جمعہ پڑھاتا ہوں ابھی فرائض کی ادائیگی کی تھی اور سنتیں ادا کر رہا تھا فاروق جو میرا اسسٹنٹ ہے اس نے فون کیا چونکہ نماز کے وقت اکثر اوقات موبائل بند رہتا ہے لیکن اس دن خلاف معمول میں نے موبائل کی آواز بند کر دی تھی اور موبائل چل رہا تھا۔ تین دفعہ کال آئی چوتھی دفعہ جب کال آئی تو میں نے سلام پھیرنے کے بعد کال سنی فاروق نے بتایا کہ جامعہ میں دھماکہ ہو گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب شدید زخمی ہیں۔ میں دعا کیے بغیر مسجد سے نکل گیا پانچ منٹ گاڑی کا بندوبست کرتے ہوئے لگے۔

میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ فاروق نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب شہید ہو گئے ہیں۔ جب میں جامعہ میں پہنچا تو تقریباً آدھا گھنٹہ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں لیکن بڑی مشکل سے اپنے آپ کو سنبھالا کیونکہ میں گھر میں سب سے بڑا ہوں۔ میں نے سوچا کہ اگر اس معاملے کو میں نے نہ سنبھالا تو گھر میں پریشانی بن جائیگی۔

● جب ڈاکٹر صاحب کی شہادت کی خبر ملی تو آپ کے کیا جذبات تھے؟

●● میرے جذبات وہی تھے جو کہ ایک بیٹے کے ہوتے ہیں کافی دیر تک میری آنکھوں سے آنسو نہیں تھم رہے تھے۔

● ڈاکٹر صاحب کو گھر کے معاملات میں آپ نے کیسا پایا؟

●● ڈاکٹر صاحب بہت شفیق اور مہربان تھے گھر کی ذمہ داری انہوں نے والدہ کے سپرد کی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب خرید وفروخت کا جو معاملہ تھا وہ خود کیا کرتے تھے کیونکہ ہمارے ہاں عورتیں خرید وفروخت کیلئے بازار نہیں جاتیں خرید وفروخت مرد حضرات ہی کرتے ہیں۔

● آپ کے سر پر جو جامعہ کی ناظمیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کیا اس کا مقابلہ کر سکیں گے؟

●● اگر چہ یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جامعہ کے معاملات کو چلانا آسان کام نہیں لیکن کوشش کی جا رہی ہے جیسا کہ ایک ماہ گزرنے کے باوجود جامعہ کے معاملات میں کوئی خرابی نہیں آئی۔

● جامعہ کے حوالے سے آپ نے اعلان کیا تھا کہ میں جامعہ میں مزید ترقی لاؤں گا اس بارے میں آپ کے کیا خیالات ہیں؟

●● جامعہ پہلے ہی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔ اب انشاء اللہ جامعہ تخصص فی الفقہ کے ساتھ تخصص فی الاقتصاد الاسلام کا شعبہ بھی بنانے کا پروگرام ہے۔

● ڈاکٹر صاحب بہت سے عہدوں پر فائز تھے کیا آپ کو ان عہدوں کے بارے

میں آفر ہوئی ہے؟

●● ڈاکٹر صاحب تنظیم المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ تھے۔ان کی وفات کے بعد جو نائب ناظم کی سیٹ تھی اس پر مجھے منتخب کر دیا تھا۔

● ڈاکٹر صاحب کی تفتیش کے بارے میں آپ مطمئن ہیں؟

●● ایسے جو معاملات ہوا کرتے ہیں وہ تکفیل ہوا کرتے ہیں ایسے معاملات کی تفتیش ہوتی ہے بڑی آہستہ ہوتی ہے اس پر ٹائم لگتا ہے۔ہمیں امید ہے کہ ہمارے پولیس افسران جلد از جلد اس معاملے کی تفتیش کر کے اصل حقائق تک پہنچ جائیں گے۔

● جس طرح کہ سنا گیا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو دھمکیاں مل رہی تھی تو کیا ڈاکٹر صاحب نے اس بارے میں آپ سے یا گھر والوں سے کوئی گفت وشنید ہوئی تھی؟

●● راغب حسین نعیمی: اصل میں ڈاکٹر صاحب نے گھر میں اس بارے میں کوئی بات کی ہی نہیں تھی کہ مجھے دھمکیاں مل رہی ہیں۔

● قوم کے نام آپ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

●● میں قوم کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور میں شریعت اسلامیہ پر عمل کرنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔لوگوں نے اپنی شریعت بنا کر اسے بزور طاقت نافذ کرنا شروع کر دیا ہے لیکن میں ان ساری شریعتوں کو نظر انداز کرتا ہوں جو شریعت اسلامیہ کے خلاف ہیں جس طرح کے پاکستان کے آئین یہ اسلامی ہے اگر اس پر عمل ہو جائے تو پاکستان عوام شریعت اسلامیہ سے واقف ہو سکتی ہے۔

● طالبان کیخلاف حکومت جو کارروائی کر رہی ہے کیا آپ اس سے مطمئن ہیں؟

●● حکومت کسی بھی ہدف کو حاصل کرنے کیلئے اپنی تمام تر طاقت استعمال کرتی ہے لہٰذا پاکستانی حکومت کو چاہئے کہ طالبان کا قلع قمع کرنے کیلئے پوری طاقت استعمال کرے تاکہ ملک کو امن کو گہوارہ بنایا جاسکے۔

- ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کا مشن پاکستان کو دشمنانِ پاکستان سے پاک کرنا ہے۔
- درجۂ شہادت پر فائز ہو کر ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو اصل ایوارڈ تو مل چکا تاہم ہلالِ شجاعت خوش کن ہے۔
- پاکستان کے تمام بحرانوں کا حل نظامِ مصطفیٰؐ کا نفاذ ہے۔

✧✧✧
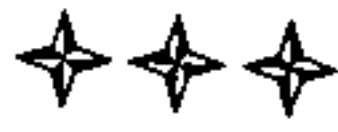
ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ کے جانشیں علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کے خیالات، احساسات اور جذبات

....

ڈاکٹر سرفراز نعیمی بلاشبہ عالم اسلام کے عظیم مجاہد، عالم باعمل اور سچے عاشق رسولؐ تھے۔ تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور استحکام پاکستان ان کا مشن تھا۔ نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی کی ہر تحریک میں وہ پیش پیش رہتے۔ اتحاد بین المسلمین اور قرآن وسنت کی تعلیمات کی اشاعت وترویج کیلئے نہایت سرگرمی سے کام کرتے۔ علماء کی ہر تنظیم اور ہر تحریک کے روح رواں تھے۔ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ کیلئے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور آخر کار خودکش حملوں کو حرام قرار دینے کی جرأت مندانہ بیان اور پاکستان کو کمزور کرنے کی سازش میں ملوث انتہا پسندوں اور دہشت گردوں کے خلاف فوجی آپریشن کی حمایت پر انہیں خودکش حملے میں شہید کر دیا گیا۔ وہ نابغہ روزگار شخصیت کے مالک، غریبوں کے ہمدرد اور ساتھی اور لاکھوں نوجوانوں کو دینی ودنیاوی تعلیم سے آراستہ کرنے والی عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے سربراہ اور ڈگریوں کے حامل استاد محترم تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے عظیم مشن کی ذمہ داری کا بوجھ اب ان کے جواں سال فرزند راغب حسین نعیمی کے

کندھوں پر آن پڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے تمام ساتھیوں کو اس مشن کو جاری رکھنے کیلئے راغب حسین نعیمی کی بھرپور معاونت کی اور سرپرستی کی توفیق عطا فرمائے۔
علامہ راغب نعیمی اپنے عظیم والد کی طرح انتہائی ذہین، سرگرم اور نڈر نوجوان ہیں اور دینی و دنیاوی علوم میں مہارت کے ساتھ پاکستان کی محبت اور نظریہ پاکستان کی ترویج کے جذبوں سے پوری طرح سرشار ہیں۔ روزنامہ آفتاب کی ٹیم نے ان سے اس اشاعت خاص کیلئے خصوصی انٹرویو کیا جو نذر قارئین کرام ہے۔

آفتاب: ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے بارے میں آپ کے ذاتی تاثرات کیا ہیں۔
راغب نعیمی: ڈاکٹر صاحب انتہائی شفیق باپ انتہائی لائق اور قابل قدر استاد اور عوام اہلسنّت کے محبوب قائد تھے۔ اپنی فیملی کا بہت خیال رکھتے۔ جامعہ کے طلباء سے اپنے بچوں کی طرح سلوک روا رکھتے اور جامعہ کے اساتذہ کا بھرپور احترام کرتے ہیں اور ان سے ہر ممکن تعاون فرماتے۔ جامعہ نعیمیہ کا نظام وہ سینئر اساتذہ اور احباب کی مشاورت سے چلاتے۔ المختصر وہ ایک گوہر نایاب اور بڑی فہم و فراست کے مالک تھے۔
آفتاب: آپ ڈاکٹر صاحب کی شہادت کا ذمہ دار کن عناصر یا گروہ کو سمجھتے ہیں؟
راغب نعیمی: ان کی شہادت اختیاری تھی وہ اگر چاہتے تو اپنے لئے محافظ رکھ سکتے تھے۔ ان کے ایک اشارے پر پنجاب حکومت سکیورٹی کا بندوبست کر سکتی تھی۔ دوست احباب کی طرف سے محافظوں کی پیشکش یہ کہہ کر قبول نہ کی جب موت کا وقت ہو تو محافظ بھی اسے نہیں روک سکتے۔ ایک مرتبہ کہنے لگے ”جب تک زندہ ہوں میرے لئے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کافی ہیں۔ جب موت آنی ہے آ کر رہے گی اسے کوئی ٹال نہیں سکتا......“۔

آفتاب: کیا آپ ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ پر خودکش حملے اور ٹارگٹ کلنگ کی تحقیقات سے مطمئن ہیں۔ قاتلوں کو بے نقاب کر کے کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے آپ کے خاندان کے کیا مطالبات ہیں؟

راغب نعیمی: والد صاحب کو خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ جاری کرنے اور آپریشن راہ راست کی حمایت کرنے کی پاداش میں ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا گیا۔ ہم حکومتی تفتیشی ایجنسیوں اور پولیس کی تحقیقات کے نتائج کے منتظر ہیں۔ ہمیں کچھ نہیں بتایا جا رہا...... ہمارا مطالبہ ہے کہ چیف جسٹس آف پاکستان شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کا نوٹس لیں اور مجرموں کو قرار واقعی سزا دی جائے اور اس کے ساتھ پاکستان بھر میں علمائے حق اور مشائخ اہلسنت کی حفاظت کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور دہشت گردی کے مکمل خاتمے تک فوجی آپریشن جاری رکھا جائے۔

آفتاب: ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا مشن کیا تھا جس کی تکمیل کیلئے آپ پرعزم ہیں؟

راغب نعیمی: والد گرامی کا مشن یہ تھا کہ وطن عزیز میں جلد از جلد نظام مصطفیٰ ﷺ کا نفاذ ہو اور پاک سرزمین کو دہشت گرد عناصر سے مکمل طور پر پاک کر دیا جائے تا کہ پاکستان امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ والد صاحب کو گہری تشویش تھی کہ پاکستان کے دشمن بھارت اور امریکی ایجنٹ پاکستان اور مسلمانوں کو بدنام کر رہے ہیں اور یہی عناصر ملک کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کا مکمل انخلاء ناگزیر ہے اور ان کے خاتمے ہی سے شہید پاکستان کی روح کو قرار مل سکتا ہے۔

آفتاب: آپ ڈاکٹر صاحب کے مشن کیلئے مشائخ عظام علمائے کرام اور میڈیا سے کس قسم کے تعاون کی خواہش رکھتے ہیں؟

راغب نعیمی: والد گرامیؒ کی شہادت پر علماء کرام و مشائخ اہلسنت' دینی حلقوں اور میڈیا نے جس بھرپور انداز میں ہمدردی اور محبت کا اظہار فرمایا اور میڈیا کے احباب نے بھی بھرپور تعاون فرمایا۔ ہم ان کے بے حد ممنون اور احسان مند ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ محبت اور تعاون کا یہ سلسلہ دین کی سربلندی' قرآن وسنت کی تعلیم و ترویج اور حق کی حمایت کے مشن کیلئے آئندہ بھی جاری رہے۔

آفتاب: ڈاکٹر صاحب کو شہید پاکستان کا خطاب کس نے دیا؟

راغب نعیمی: ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو شہید پاکستان کا خطاب ان کے عقیدت مندوں اور عوام نے دیا جبکہ جامعہ کے طلباء میں سے سب سے پہلے حافظ غلام علی اعوان نے اپنے استاد محترم کو اس خطاب سے پکارا۔

آفتاب: ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو مختلف دینی و تعلیمی تنظیموں کا ناظم اعلیٰ ہی کیوں بنایا جاتا تھا اس حوالے سے ان کی تنظیموں، صلاحیتوں اور کارناموں پر کچھ روشنی ڈالیں۔

راغب نعیمی: ڈاکٹر صاحب نے کبھی کسی تنظیم یا جماعت کا سربراہ بننے یا کسی عہدہ کی خواہش نہیں کی۔ مختلف تنظیموں کے احباب دینی سرگرمیوں کیلئے ان کی صلاحیتوں اور پرخلوص کوششوں کے پیش نظر ان کو خود قیادت کیلئے منتخب کرتے یہی وجہ ہے کہ آپ بیک وقت متعدد تنظیموں کے عہدیدار تھے اور اپنے فرائض منصبی بطریق احسن نبھا رہے تھے۔

آفتاب: اہلسنّت والجماعت سواد اعظم ہونے کے باوجود سیاسی محاذ پر قیادت کے فقدان کا شکار ہیں۔ آپ اس کا کیا علاج تجویز فرمائیں گے؟

راغب نعیمی: ویسے تو پاکستان مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی سمیت اکثر سیاسی جماعتوں میں عوام اہلسنّت کی بڑی تعداد موجود ہے تاہم اہلسنّت والجماعت کے پلیٹ فارم پر سیاسی قیادت کے فقدان کی بڑی وجہ سیاسی تربیت کا فقدان ہے۔ اس کی زیادہ تر ذمہ داری قائدین پر آتی ہیں۔ میرے نزدیک اس مسئلے کا حل یہ ہے کہ نئی نسل کی ابتدائی سطح پر ہی صحیح خطوط پر نظریاتی و سیاسی تربیت کی جائے تاکہ وطن عزیز کیلئے مستقبل کی محبّ وطن قیادت ہمہ وقت تیار اور مثبت سرگرمیوں سے پاکستان کو استحکام نصیب ہو۔

آفتاب: پاکستان مسلم لیگ خصوصاً میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف سے ان کی وابستگی کس حوالے سے تھی؟

راغب نعیمی: میاں صاحبان سے ہمارے خاندانی تعلقات مسلم لیگ ''ن'' بننے سے پہلے کے ہیں اور یہ عرصہ 55 برس پر محیط ہیں۔ محترم دادا جان مفتی محمد حسین نعیمی جب چوک دالگراں جامع مسجد میں خطیب تھے تو میاں شریف صاحب، نواز شریف صاحب

اوران کے خاندان کے دیگر افراد وہاں مسجد میں ان سے قرآن پڑھنے آتے تھے۔ڈاکٹر سرفراز نعیمی میاں نواز شریف کے ہم عمر تھے اور اکٹھے کرکٹ بھی کھیلتے تھے۔ یہ وجہ ہے کہ میاں نواز شریف ڈاکٹر صاحب کو اپنا بھائی کہتے ہیں۔

آفتاب: آپ پاکستان کیلئے کس نظام کو موزوں ترین سمجھتے ہیں؟

راغب نعیمی: میرے خیال میں پاکستان کو درپیش موجودہ مشکلات ومسائل کا حل صرف نظام مصطفیٰؐ کے نفاذ میں مضمر ہے۔اسی نظام کے لئے ہمارے اکابرین نے یہ وطن حاصل کیا۔

آفتاب: آپ نے اپنے شہید والد سے خصوصی طور پر کیا فیضان حاصل کیا؟

راغب نعیمی: مجھ ناچیز میں دینی ودنیاوی تعلیم وتربیت اور جو بھی خوبیاں ہیں وہ والد گرامی کی خصوصی شفقت اور توجہ کی بدولت ہی ہیں۔آپ نے ہر موڑ پر میری رہنمائی فرمائی۔خاص طور پر جامعہ کے انتظامی امور کے سلسلے میں، میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔

آفتاب: ڈاکٹر سرفراز نعیمی ایک سایہ دار شجر تھے وہ اپنے طالبعلموں کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے اور ان کی کردار سازی میں کس طرح رہنمائی کرتے تھے؟

راغب نعیمی: ڈاکٹر صاحب طلباء کی تربیت غیر محسوس انداز سے کیا کرتے تھے جس طالب علم کے اندر جو خوبی فطری طور پر موجود ہوتی وہ اسی خوبی کو احسن طریقے سے مزید نکھارنے کا ماحول اور مواقع فراہم کرتے چاہے وہ خوبی دینی امور کے حوالے سے ہو یا دنیاوی امور سے متعلق ہو۔کردار سازی کیلئے تو جامعہ نعیمیہ کے ماحول میں داخل ہو جانا ہی کافی ہے۔

آفتاب: جامعہ نعیمیہ کی مزید ترقی کیلئے آپ کے کیا عزائم ہیں؟

راغب نعیمی: جامعہ نعیمیہ میں ڈاکٹر صاحب نے جو تعلیمی سلسلے شروع کر رکھے تھے میں ان میں توسیع کروں گا خصوصاً کمپیوٹر کلاسز میں۔ مستقبل میں اسلامی معیشت کی کلاسیں شروع کرنے کا میں عزم رکھتا ہوں۔

آفتاب: حکومت کی طرف سے دینی مدارس میں جدید علوم خصوصاً سائنس وکمپیوٹر

کی تعلیم کے سلیبس میں شمولیت اور مدارس کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے پروگرام پر آپ کیا تبصرہ کرنا پسند کریں گے؟

راغب نعیمی: حکومت آج دینی مدارس کے نصاب میں سائنس و دیگر جدید علوم شامل کرنے کی کوشش کر رہی ہے جبکہ دادا جی نے 1975ء میں ہی جامعہ نعیمیہ میں ان کلاسز کا اجراء کر دیا تھا جبکہ والد گرامی نے 1993ء میں کمپیوٹر کلاسز کا اضافہ کر کے اسے مزید ترقی دی۔ حکومت کو چاہئے کہ جن مدارس میں پہلے سے جدید علوم کی تعلیم کے انتظامات موجود ہیں وہ ان کی توسیع و ترقی کیلئے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔

آفتاب: بعض اخباری تحریروں میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کو فرقہ وارانہ اختلافات بھڑکانے کی سازش قرار دیا گیا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟

راغب نعیمی: آپ تو بخوبی جانتے ہیں کہ والد محترم اتحاد بین المسلمین اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لئے عملی کاوشیں کرتے تھے تاہم میرا بھی یہی خیال ہے کہ ڈاکٹر صاحب پر خودکش حملہ وطن عزیز کے حالات کو مزید خراب کرنے اور خصوصاً فرقہ وارانہ اختلافات کو ہوا دینے کی سازش تھی جسے ہمارے اساتذہ کرام اور علماء اہلسنّت نے پرامن طریقے سے احتجاج کر کے ناکام بنا دیا۔

آفتاب: حکومت کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو ہلال شجاعت عطا کرنے کے اعلان پر آپ کے خاندان کے کیا تاثرات ہیں؟

راغب نعیمی: ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کو اصل ایوارڈ تو مل چکا ہے اور درجہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں اور آخرت میں مزید اعزاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملے گا۔ تاہم ہلال شجاعت کا اعلان اس لحاظ سے خوش کن ہے کہ اس سے نئی نسل میں وطن کی محبت اور دفاع وطن کیلئے جان قربان کرنے کے جذبہ کو فروغ ملے گا۔

(یہ انٹرویو ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ شہید کے چہلم کے موقع پر روزنامہ ''آفتاب'' لاہور کے خصوصی ایڈیشن میں شائع ہوا)

شہیدِ پاکستان کی شہادت کے 5ویں روز بعد شہید کے جانشین ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کی روزنامہ ''ایکسپریس'' کے فورم میں اظہارِ خیال

میں ادارہ ایکسپریس کا شکر گزار ہوں جس کی انتظامیہ نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت پر یہ پروگرام منعقد کیا اور اِس میں تمام مکاتب فکر کے نامور علماء کو مدعو کیا۔ سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ ایکسپریس نے ہمارے جامعہ میں آ کر یہ پروگرام کیا جس سے ہمارے بہت سارے زخموں پر مرہم بھی رکھی گئی ہے۔ اس پر ہم روزنامہ ایکسپریس اور اس پروگرام میں شامل نامور اہلِ علم وفضل کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

والد گرامی شہید سچے عاشقِ رسول' عظیم انسان اور شفیق باپ تھے۔ تمام مکاتب فکر کے لوگ ان سے محبت اور ان کا احترام کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی انتہائی سادگی سے گزاری۔ جس وقت ان کی شہادت ہوئی تو میں نے اپنی والدہ محترمہ سے پوچھا کہ ''والد محترم کے کفن دفن کیلئے گھر میں کچھ پیسے ہیں'' انہوں نے جواب دیا کہ ''میرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے'' اسی دوران ایک شخص آیا اس نے مجھے ایک لفافہ دیا اور کہا کہ ''یہ چیزیں ڈاکٹر صاحب کی جیب سے نکلی ہیں''۔ میں نے لفافہ کھولا جس میں 2 پچاس پچاس اور دو دس دس کے نوٹ تھے یعنی ان کے پاس کل جمع پونجی 120 روپے تھی۔ یہ ان کی سادگی کا ایک عملی نمونہ ہے۔

آپ نے استحکام پاکستان اور تحفظ پاکستان کیلئے کام کیا اور اسی مشن کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔ آپ کی شہادت نے پوری قوم کو ایک نقطہ پر جمع کر دیا۔ اب ساری قوم دہشت گردی کیخلاف یکجا نظر آ رہی ہے۔ کراچی سے لے کر خیبر تک تمام مسالک کے لوگوں نے یکجہتی کا اظہار کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد جو کیفیت ہم

پر طاری تھی اسی کیفیت کو پوری قوم نے محسوس کیا۔تحفظ پاکستان اور استحکام پاکستان کیلئے آپ کی خدمات لازوال ہیں۔آپ کا مشن جاری رہے گا۔ہم نے پاکستان کو بچانا ہے اسے اسلام کا گہوارہ بنانا ہے۔یہ پولیس بھی ہماری ہے اور یہ فوج بھی ہماری ہے۔اگر ہم انہیں نقصان پہنچاتے ہیں تو گویا ہم اپنے آپ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

مجھے کچھ ساتھیوں نے بتایا کہ انہیں دھمکیاں مل رہی تھیں لیکن مجھ سمیت گھر میں کسی کو نہیں بتایا آخر کار انہیں راستے سے ہٹا دیا گیا۔ہم ان کے مشن کو جاری رکھیں گے سب کو ساتھ لے کر چلیں گے۔یہ ملک ہمارے بزرگوں نے بنایا ہے ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی اس کی حفاظت کریں گے۔میں آخر میں یہ عرض کرتا چلوں کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت پر ملک بھر میں احتجاج ہوا لیکن کسی ایک جگہ بھی پر تشدد احتجاج نہیں کیا گیا۔کہیں کوئی بتی ٹوٹی نہ ہی کسی کی املاک کو نقصان پہنچایا گیا۔یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہم پرامن لوگ ہیں اور پرامن رہنا چاہتے ہیں۔اگر کسی کے خیال میں سانحہ جامعہ نعیمیہ فرقہ واریت کی نئی لہر کا آغاز ہے تو یہ غلط سوچ اور غلط تاثر ہے۔ہم اس لہر کو یہیں روکیں گے اور کسی کو فرقہ واریت پھیلانے کی اجازت نہیں دیں گے۔جامعہ نعیمیہ اسی طرح امت کے اتحاد کا مرکز رہے گا جس طرح مفتی محمد حسین نعیمیؒ اور ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ کے دور میں تھا۔(روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور 18 جون 2009)

•••-------•••-------•••

والد گرامی نے اسلام کیلئے جام شہادت نوش کیا: راغب نعیمی

خودکش بم دھماکہ میں شہید ہونے والے معروف عالم دین ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے صاحبزادے راغب نعیمی نے کہا ہے کہ ان کے والد نے نظام مصطفیٰ' ملک اور اسلام کیلئے جام شہادت نوش کیا ہے۔اب ہمیں ان کا مشن آگے لے کر چلنا ہے۔جامعہ نعیمیہ میں خودکش بم دھماکہ اور علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کے بعد مدرسہ میں مشتغل طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے راغب نعیمی نے کہا کہ ہم دہشت گردوں کا پیچھا کریں گے۔ہم ان

مٹھی بھر دہشت گردوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ میرے والد نے اللہ اور اُس کے رسولؐ کے لئے جام شہادت نوش کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پولیس ملزمان کو گرفتار کر کے ہمارے حوالے کرے۔ انہوں نے طالبعلموں کو درخواست کی کہ وہ مشتعل نہ ہوں اور اپنے غصہ پر قابو رکھیں۔ (روزنامہ آواز لاہور' 13 جون 2009ء)

•••-----•••-----•••

والد صاحب کو براہ راست دھمکیاں نہیں ملیں' وہ ہمیشہ کہتے محافظوں نے آج تک کسے بچایا ہے' راغب نعیمی کی ''جناح'' سے گفتگو

گڑھی شاہو جامعہ نعیمیہ خودکش دھماکے میں شہید ہونے والے معروف سکالر مفتی سرفراز نعیمی کے بڑے بیٹے راغب سرفراز نعیمی نے میو ہسپتال میں دھماکے میں زخمی ہونیوالوں کی عیادت کے موقع پر ''جناح'' سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ان کے والد کو براہ راست جان سے مارنے کی دھمکیاں نہیں ملیں۔ تاہم ہم نے کئی بار انہیں ممکنہ صورتحال کے پیش نظر محافظین رکھنے کا مشورہ دیا لیکن وہ ہمیشہ کہتے کہ محافظوں نے آج تک کسے بچایا ہے۔ راغب نعیمی نے کہا کہ خودکش حملہ آور کون تھا ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ (روزنامہ جناح' 13 جون 2009ء)

ڈرون حملوں کے مخالف ہیں' اگر دہشت گردوں پر ہوں تو کوئی حرج نہیں: علامہ راغب نعیمی

جامعہ نعیمیہ کے پرنسپل اور مفتی سرفراز نعیمی شہید کے صاحبزادے علامہ ڈاکٹر راغب حسین نعیمی نے کہا ہے کہ ہم ڈرون حملوں کے مخالف ہیں لیکن اگر یہ حملے دہشت گردوں پر ہوں تو کوئی حرج نہیں مگر ان حملوں سے معصوم لوگوں کا جانی اور مالی نقصان نہیں ہونا چاہئے اور یہ خیال رہے کہ صرف اصل ہدف ہی نشانہ بنے۔ امریکہ انتہا

پسندوں کی حمایت بھی کر رہا ہے اور ان کے خلاف کارروائی کرنے کیلئے پاکستان پر دباؤ بھی ڈال رہا ہے۔ جب ہر خودکش حملے کی ذمہ داری ایک شخص یا گروہ قبول کر لے تو اس کے خلاف آپریشن کرنا ہرگز ناجائز نہیں۔ سوات آپریشن کی تکمیل میں کئی سال لگ سکتے ہیں۔ مذہبی جماعتیں متحد ہو کر امریکہ کے خلاف تحریک چلائیں تو امریکہ بھاگ جائے گا۔ انتہا پسندوں سے مذاکرات کرنے کا وقت گزر گیا ہے۔ افغانستان کے طالبان کی جدوجہد اسلامی ریاست کے لئے تھی اور سوات کے طالبان دہشت گردی پھیلا رہے ہیں۔ دونوں طالبان میں بہت فرق ہے۔ انہوں نے جناح کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ عسکریت پسند باغی ہیں۔ قرآن نے ایسے باغیوں کی سخت سزا تجویز کی ہے۔ ان باغیوں کے خلاف ہونے والا فوجی آپریشن بالکل درست ہے۔ حکومت نے خلوص نیت سے معاہدہ عدل پر عمل کرنے کی کوشش کی لیکن طالبان نے مسلح جدوجہد کا آغاز کر کے حکومت کو فوجی آپریشن پر مجبور کر دیا۔ اب یہ طالبان ہر خودکش حملے کی ذمہ داری قبول کر رہے ہیں۔ یہ کسی آئین اور قانون کو نہیں مانتے۔ ان کا اسلامی ملک میں جہاد کرنے کا اعلان ناقابل فہم ہے۔ اس انتہا پسند گروہ نے ریاست کے اندر اپنی ریاست قائم کر لی۔ اب بھی ان کے خلاف فوجی آپریشن نہ کیا جائے تو کیا کیا جائے۔ ہم نے پرویز مشرف کے فوجی آپریشن کی اس لئے مخالفت کی کہ وہ غیر ملکیوں کے خلاف تھا اور اب آپریشن کی اس لئے حمایت کر رہے ہیں کہ حکومتی عملداری کو چیلنج کیا جا رہا ہے۔ بے گناہ لوگوں کو خون میں نہلایا جا رہا ہے۔ طالبان متاثرین کیلئے آنے والی امداد غصب کر رہے ہیں۔ لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہے۔ برداشت کی ایک حد ہوتی ہے۔ اگر طالبان حکومت سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں تو پہلے غیر مسلح ہوں۔ حکومت نے تو پہلے بھی ان سے مذاکرات کئے مگر وہ اپنے وعدوں سے پھر گئے۔ سوات میں گوریلا جنگ ہو رہی ہے جو جلدی ختم نہیں ہوتی۔ طالبان کو غیر ملکی امداد بھی مل رہی ہے اس لئے یہ جنگ طویل ہو سکتی ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ امریکی صدر بارک اوبامہ خود تو دوسرے ممالک سے مذاکرات کر رہے ہیں

اورحکومت پاکستان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ وہ انتہا پسندوں سے مذاکرات نہ کریں تو انہوں نے کہا کہ امریکی پالیسیاں ابھی کھل کر سامنے نہیں آئیں۔ بارک اوبامہ کی پالیسیوں کو سمجھنے کیلئے دو سال درکار ہیں۔ پاکستان میں خودکش حملے حرام ہیں۔ دہشت گردی میں جو فوجی جوان مارے جا رہے ہیں وہ شہید ہیں انہیں پورے اعزاز کے ساتھ دفن کیا جائے۔ (روزنامہ جناح لاہور' 30 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

طالبان بھارت اور اسرائیل کے جاسوس ہیں: راغب نعیمی

جامعہ نعیمیہ کے ناظم اعلیٰ راغب حسین نعیمی نے خطبہ جمعہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کہا شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا مشن جاری رہے گا اور جامعہ نعیمیہ کی وہ تمام تر پالیسیاں جو شہید پاکستان کی تھیں وہ جاری رہیں گی۔ انہوں نے کہا پاکستان اہلسنّت وجماعت نے قربانیاں دے کر بنایا تھا اور پاکستان کو قربانیاں دے کر بچائیں گے۔ انہوں نے کہا جو لوگ آپریشن بند کرنے کی باتیں کر رہے ہیں' وہ اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کریں۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کو شہید کرنے والے عقل کے اندھے تھے اور ہیں۔ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی شہادت کے بعد ہزاروں اہلسنّت و جماعت کے لوگ شہید ہونے کیلئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا آپریشن کی حمایت کرنے والوں میں صرف علماء کرام و مشائخ عظام کو قتل کی دھمکیاں نہیں مل رہیں بلکہ اب تو طالبان کی طرف سے صحافیوں کو بھی قتل کی دھمکیاں مل رہی ہیں۔ طالبان' بھارت اور اسرائیل کے جاسوس کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر محمد راغب حسین نعیمی نے کہا بھارت کے افغانستان کے اندر 22 سفارتخانے خطرے کی گھنٹی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ نظریہ پاکستان کی مخالفت کرنے والے ہاتھ توڑ دیں گے۔

(روزنامہ اذکار لاہور' 20 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

والد کو طالبان نے قتل کیا' امریکہ بھی شامل ہے: راغب نعیمی

ڈاکٹر راغب نعیمی نے کہا ہے کہ ان کے والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا قتل طالبان نے کیا ہے اور اس میں امریکہ بھی شامل ہے۔ اس قتل کا مقصد ظلم کیخلاف اٹھنے والی آواز کو ختم کرنا اور پاکستان میں فرقہ وارانہ فسادات کروانے کی کوشش ہے لیکن اہلسنّت دشمنان دین کی کسی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ چشتیہ آباد شریف کامونکی میں سابق ایم پی اے سید خلیل الرحمان چشتی کی زیر سرپرستی ہونیوالے تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کے والد سکیورٹی رکھنے کے قائل نہیں تھے۔ ہمیشہ یہی کہتے ''میرا اللہ مالک ہے''۔ تعزیتی ریفرنس سے سجادہ نشین آستانہ عالیہ چشتیہ آباد شریف پروفیسر جمیل الرحمان چشتی' خطیب مسجد داتا دربار علامہ سلیم اللہ اویسی' مفتی عبدالطیف جلالی' علامہ عین غین کراروی ودیگر نے بھی خطاب کیا۔

(روزنامہ ایکسپریس لاہور (24 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

شہید ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کا مشن جاری رہے گا: راغب نعیمی

شہید پاکستان ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا مشن جاری رہے گا۔ ان خیالات کا اظہار پروفیسر راغب نعیمی نے تحریک منہاج القرآن کے مرکزی سیکرٹریٹ میں اپنے والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے منعقدہ تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مسکین فیض الرحمٰن درانی مرکزی امیر تحریک منہاج القرآن نے کہا کہ شہید پاکستان عاجزی اور انکساری کا پہاڑ تھا ان کی زندگی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہے۔ شیخ زاہد فیاض' حافظ خان محمد قادری' خلیل الرحمٰن چشتی' خواجہ غلام قطب الدین فریدی' مفتی صفدر علی قصوری' مولانا محمد حسین آزاد اور دیگر نے بھی خطاب کیا۔ پریس کلب میں ملی مجلس شرعی کے زیر اہتمام ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی دینی

خدمات کوخراج تحسین پیش کرنے کیلئے تعزیتی ریفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حافظ عاکف سعید' ڈاکٹر فرید احمد پراچہ' مولانا سیف الدین سیف' حافظ عبدالغفار روپڑی' ڈاکٹر محمد امین شیخ یعقوب' مولانا مجیب الرحمٰن انقلابی' مولانا راغب نعیمی نے کہا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا خون رنگ لائے گا ہم ان کے مشن کو جاری رکھیں گے۔

روزنامہ جنگ' لاہور (24 جون 2009ء)

...-----...-----...

ختم قل سے راغب حسین نعیمی کا خطاب

جامعہ نعیمیہ کے مہتمم اور ممتاز عالم دین ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی رسم قل ادا کی گئی۔اس موقع پر راغب نعیمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جامعہ نعیمیہ کی پالیسی وہی رہے گی جو ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی تھی۔انہوں نے اسلام اور ملک کیلئے قربانی دی ہے اس لئے ہمیں حکومت سے کوئی مالی امداد نہیں چاہئے کیونکہ جامعہ نعیمیہ مخیّر حضرات کے تعاون سے چل رہا تھا اور چلتا رہے گا۔انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی طالبان سے کوئی ذاتی جنگ نہیں تھی۔وہ ملک کی بہتری کی بات کرتے تھے اور میں بھی کرتا رہوں گا اور اس کی سزا کیلئے ایک ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نہیں پورے اہلسنّت عوام شہید ہونے کیلئے تیار ہیں۔ انہوں نے کہا کہ سکولوں' ہسپتالوں' مزارات کو تباہ کرنے اور عفت مآب بیٹیوں سے زبردستی نکاح کرنے والے مسلمان نہیں ہو سکتے۔ہم نے فوج کا ساتھ دیا ہے' امریکہ کا ساتھ نہ دیا اور نہ دیں گے۔ بھارت' اسرائیل اور امریکہ کے جاسوس طالبان ہیں' ان سے پوری قوم کی جان بچانا فرض ہو چکا ہے۔انہوں نے علماء مشائخ' صحافیوں' تاجروں اور ہر طبقہ کے لوگوں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملک کو بچانے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں اور ملک کے تحفظ کیلئے اہلسنّت کے مدارس' مزارات اور مساجد میں پاکستان کا قومی پرچم لہرا دیں تا کہ فوج کے حوصلے بلند ہوں۔

...-----...-----...

''شہادت میری زندگی کی آخری خواہش ہے''

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے قریبی ذرائع نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب کو کئی ہفتوں سے دہشت گردوں کی طرف سے دھمکی آمیز کالیں موصول ہو رہی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب ہمیشہ کال کرنیوالے کو سمجھاتے کہ بیٹا تم لوگ غلط رستے پر چل رہے ہو میرے پاس آؤ میں تمہیں قائل کروں یا تم مجھے قائل کر لینا لیکن جب کال کرنیوالا دہشت گرد مزید دھمکیاں دیتا تو وہ کہتے کہ شہادت میری زندگی کی آخری خواہش ہے اور اگر وہ تمہارے ہاتھوں پوری ہو جائے تو مجھے اور کیا چاہئے۔ اسلام اور پاکستان کی خاطر اگر میں شہید کر دیا جاؤں تو میں خود کو خوش نصیب سمجھوں گا۔ (روزنامہ آواز لاہور 13 جون 2009ء)

•••-----•••-----•••

ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ اپنے والد مفتی نعیمیؒ کی کرسی ہمیشہ احتراماً خالی رکھتے' ملاقات پر کوئی پابندی نہ تھی

ڈاکٹر سرفراز نعیمی الازہری جامعہ نعیمیہ کے جس دفتر میں شہید ہوئے اس کے تین دروازے ہیں۔ ایک دروازہ باہر گلی میں کھلتا ہے۔ دوسرا دروازہ جامعہ نعیمیہ کے مین گیٹ سے داخل ہوتے ہی بائیں جانب ہے جبکہ تیسرا دروازہ جامعہ نعیمیہ کے اندر کی جانب ہے۔ اس دفتر کے تینوں دروازے ہر وقت کھلے رہتے تھے اور یہاں سکیورٹی کا کوئی نظام نہ تھا۔ اسی دفتر میں جامعہ نعیمیہ کے بانی اور ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے والد مفتی محمد حسین نعیمی بھی بیٹھا کرتے تھے۔ جس کرسی پر مفتی محمد حسین نعیمی بیٹھا کرتے تھے ڈاکٹر سرفراز نعیمی اس کرسی پر نہ خود بیٹھتے تھے اور نہ ہی کسی کو وہاں بیٹھنے دیتے تھے۔ احترام میں وہ کرسی ہمیشہ خالی رکھتے تھے۔ کسی بھی مسلم یا غیر مسلم کے اندر داخلے پر نہ تو کوئی پابندی تھی اور نہ ہی اس کی کسی قسم کی چیکنگ یا تلاشی لی جاتی تھی۔ (روزنامہ اوصاف لاہور 13 جون 2009ء)

مفتی سرفراز نعیمی کے ہاتھ پر متعدد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا

ڈاکٹر مفتی سرفراز نعیمی شہید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ متعدد غیر مسلم خواتین و مردوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی دائرہ اسلام میں داخل ہونے والوں کو مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ ایک پراثر لیکچر دیا کرتے تھے جس میں وہ پرامن شہری بننے' اسلام' انسانیت اور ملک کی خدمت کرنے کی نصیحت کیا کرتے تھے۔ (روزنامہ اوصاف لاہور 13 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا شمار امریکہ اور مشرف کے شدید مخالفین میں ہوتا تھا

شہید ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا شمار امریکہ اور سابق صدر جنرل (ر) پرویز مشرف کے شدید مخالفین میں ہوتا تھا۔ ناروے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے خلاف ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے شدید احتجاج کیا تھا جس پر اس وقت کے صدر پرویز مشرف نے انہیں گرفتار کرا دیا تھا اور وہ ڈیڑھ برس جیل میں رہے تھے۔ مفتی نعیمی ڈرون حملوں اور پاکستان میں امریکی مداخلت پر امریکہ کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے تھے جبکہ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقوں میں سرگرم عسکریت پسندوں کو بھی امریکی ایجنٹ سمجھتے تھے۔

(روزنامہ آواز 13 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

دھمکیوں کے بعد سرفراز نعیمیؒ شہید نے
دوستوں کو موٹر سائیکل پر بٹھانا چھوڑ دیا تھا

دھمکیاں موصول ہونے کے بعد ڈاکٹر سرفراز نعیمیؒ نے اپنے موٹر سائیکل پر کوئی دوسرا شخص بٹھانا چھوڑ دیا تھا۔ ذرائع کے مطابق وہ اپنے پرانے موٹر سائیکل پر کہیں جاتے تو کسی ساتھی یا دوست کے اصرار پر اسے اپنے ساتھ نہ بٹھاتے اور کسی بہانے سے ٹال

دیتے۔ بعض اوقات موٹر سائیکل ساتھی کو دے دیتے اور خود رکشا پر سفر کرتے اور جواز پیش کرتے ان کا موٹر سائیکل پرانا ہے' اتنا وزن نہیں اٹھا سکتا۔ اصل مقصد شاید یہ تھا کہ اگر انہیں نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش کی جائے تو ان کے ساتھی محفوظ رہیں۔

(روزنامہ خبریں لاہور' 14 جون 2009ء)

•••-------•••-------•••

بجٹ تقریر سے قبل ایوان میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کیلئے فاتحہ خوانی' ایم کیو ایم کے ارکان بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھ کر شریک ہوئے

قومی اسمبلی میں بجٹ تقریر سے قبل ایم کیو ایم سمیت بعض دیگر ارکان ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت کے حوالے سے پوائنٹ آف آرڈرز پر اظہار خیال اور اس واقعہ کی مذمت کرنا چاہتے تھے۔ سپیکر فہمیدہ مرزا کے ساتھ اجلاس شروع ہونے سے قبل طے شدہ پروگرام کے تحت وزیر مذہبی امور صاحبزادہ سیّد حامد سعید کاظمی نے ایوان میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کیلئے فاتحہ پڑھی۔ ایم کیو ایم کے ارکان نے سوگ اور احتجاج کے طور پر بازوؤں پر سیاہ پٹیاں باندھی ہوئی تھیں۔ (روزنامہ جنگ لاہور' 14 جون 2009ء)

شہیدِ پاکستان کے اہلِ خانہ کے احساسات

خودکش بم دھماکہ میں شہید ہونے والے معروف عالم دین علامہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کے صاحبزادے راغب نعیمی نے کہا ہے کہ ان کے والد نے نظام مصطفیٰ‘ ملک اور اسلام کیلئے جام شہادت نوش کیا ہے۔ اب ہمیں ان کا مشن آگے لے کر چلنا ہے۔ ہم دہشت گردوں کا پیچھا کریں گے۔ ہم ان مٹھی بھر دہشت گردوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ راغب نعیمی نے کہا کہ میرے والد شہید پاکستان ہیں۔ مولانا سرفراز نعیمی کی اہلیہ نسرین اختر نے کہا کہ کسی خطرے کے حوالے سے انہوں نے کبھی کوئی بات نہیں کی۔ صبح ناشتہ ساتھ کیا‘ پوتے پوتیوں کو آم کاٹ کر دیئے‘ میں ہمیشہ ان سے کہتی کہ مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ اپنی قبر میری قبر کے ساتھ بنوائیں‘ وہ ہمیشہ یہ سن کر خاموش ہو جاتے تھے۔ جمعہ کی نماز ادا کر کے اوپر گھر آئے اور پھر واپس چلے گئے۔ چند منٹ کے بعد دھماکہ ہوا جو بہت زوردار تو نہیں تھا لیکن میں بچوں کو لے کر دوسرے کمرے میں چلی گئی کہ کہیں دوسرا دھماکہ نہ ہو جائے۔ مجھے تو آدھے گھنٹے تک کسی نے کچھ بتایا ہی نہیں۔ شہید کی والدہ نے کہا کہ میرا بیٹا شہید ہوا ہے۔ خدا نے دنیا میں بھی اسے بہت عزت دی اور اب شہادت کا درجہ دے کر اس کا مقام اور بلند کر دیا۔ ان کی بہو بریرہ نے کہا کہ بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے جب انہوں نے طالبان کے خلاف جلسہ کیا تو میں نے ان سے کہا کہ اب طالبان کا رخ آپ کی طرف ہو جائے گا تو انہوں نے کہا کہ تو کیا ہوا‘ شہید ہو جاؤں گا۔ بیٹیوں فائزہ اور باعزہ نے کہا کہ بہت شفیق باپ تھے‘ کوئی مسئلہ ہوتا تو ہمیشہ مثبت رائے دیتے اور کہتے کہ سوچ ہمیشہ مثبت رکھو۔ ان کی بہن نے کہا آج بارہ تاریخ ہے۔ انہوں نے میرے گھر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ علامہ سرفراز نعیمی کی چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے تمام بچوں کی شادیاں کر چکے ہیں۔ (13 جون 2009ء جنگ)

سانحۂ جامعہ نعیمیہ کی ایف آئی آر

جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور میں ہونیوالے خودکش بم دھماکے میں جامعہ کے سرپرست اعلیٰ و پرنسپل ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی اوران کے ساتھیوں کی شہادت وزخمی ہونے کے واقعہ کی ایف آئی آر پولیس تھانہ قلعہ گجر سنگھ میں مقدمہ نمبر 688/09 کے تحت زیر دفعہ 109/427, 120/B, 302/304 ت-پ' 3/4 ایکسپلوسو ایکٹ اور 7 انسداد دہشت گردی ایکٹ درج کر لی گئی ہے جس کے تحت ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید کے 35 سالہ صاحبزادے ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کی مدعیت میں موقف اختیار کیا گیا ہے کہ تحفظ ناموسِ رسالت محاذ کے سربراہ اور تنظیم المدارس اہلسنّت پاکستان کے ناظم اعلیٰ و جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو رلاہور کے سرپرست و پرنسپل 55 سالہ ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی اوران کے ساتھیوں کوتحریک طالبان پاکستان کے بیت اللہ محسود اوران کے ساتھیوں کی ترغیب' منصوبہ بندی وایماء پرشہید وزخمی کیا گیا ہے جبکہ ان کے والدمحترم کی شہادت ٹارگٹ کلنگ ہے۔انہوں نے موقف اختیار کیا ہے کہ ان کے والدمحترم ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہید پاکستان بچاؤ تحریک کے ذریعے افواج پاکستان سمیت سوات آپریشن کی حمایت میں رائے عامہ کو منظم کرر ہے تھے۔اس دوران انہیں متعدد بارسنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دی گئیں اور 12 جون (2009ء) بروز جمعہ کو بعد نماز جمعہ اڑھائی بجے کے قریب جب ان کے والد محترم جامعہ میں واقع اپنے دفتر میں موجود تھے تو ایک 16/17 سالہ خودکش حملہ آور جس کا رنگ گندمی' جسم درمیانہ' دبلا پتلا و پھرتیلا' شلوار قمیض میں ملبوس مدرسہ کے مین گیٹ سے داخل ہوکران کے والد کے دفتر کی جانب بڑھا اوردفتر کے دروازے پر پہنچ کر خودکو

دھماکے سے اڑا لیا جس کے نتیجے میں ان کے والد ڈاکٹر سرفراز نعیمی سمیت ان کے چار دیگر ساتھی شہید اور آٹھ ساتھی زخمی ہو گئے۔ ایف آئی آر میں مزید بتایا گیا ہے کہ چونکہ ان کے والد محترم نے خودکش حملوں کو ناجائز اور دہشت گردی کو جرم قرار دیا تھا۔ اسی طرح انہوں نے کالعدم تحریک طالبان پاکستان کے رہنماؤں پر بھی تنقید کی تھی اس لئے وہ ان کے والد سے سخت نالاں تھے جس کے باعث مذکورہ واقعہ رونما کروایا گیا۔

(روزنامہ اوصاف لاہور 14 جون 2009ء)

•••--------•••------•••

ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت قومی سانحہ ہے

قومی اسمبلی کی متفقہ قرارداد

قومی اسمبلی میں ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت پر قراردادِ مذمت متفقہ طور پر منظور کر لی گئی۔ قومی اسمبلی میں صاحبزادہ حاجی محمد فضل کریم کی تحریک پر وفاقی وزیر پارلیمانی امور ڈاکٹر بابر اعوان نے قرارداد ایوان میں پیش کی۔ جس میں کہا گیا کہ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی شہادت قومی سانحہ ہے۔ یہ پاکستان کے خلاف گہری سازش اور فرقہ وارانہ فسادات کو ہوا دینے کی کوشش تھی۔ تاہم اس پر پرامن شٹر ڈاؤن ہڑتال کر کے قوم نے یہ سازش ناکام بنا دی ہے۔ یہ ایوان ملوث افراد کو سزا دینے اور دہشت گردی کے خاتمے کے عزم کا ایک بار پھر اعادہ کرتا ہے۔ اس کے بعد سپیکر نے قرارداد ایوان میں پیش کی جس کو متفقہ طور پر منظور کر لیا گیا اور وزیر اعظم سید یوسف رضا گیلانی نے ڈاکٹر سرفراز نعیمی کی اسلام اور پاکستان کیلئے خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کیلئے اعلیٰ سول ایوارڈ دینے کا اعلان کیا۔ منگل کو قومی اسمبلی میں حاجی فضل کریم نے نکتہ اعتراض پر کہا تھا کہ حکومت سرفراز نعیمی کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ان کیلئے اعلیٰ ترین سول ایوارڈ کا اعلان کرے۔ (روزنامہ جنگ لاہور 17 جون 2009ء)

یادگارِ اسلاف

حافظ مصطفیٰ کمال قادری

(کنجاہ ضلع گجرات)

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کیلئے

ایک چمکتا، دمکتا مہتاب، یادگار اسلاف، محسن اہلسنّت شہید اسلام و پاکستان، شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر مفتی سرفراز احمد نعیمی کا اٹھ جانا ایک جہان کا اٹھ جانا ہے۔ (موت العالم موت العالم)

وہ ایک چراغ تھے جس سے ہزاروں چراغ روشن ہوئے۔ وہ اپنے فن کے ماہر، بے نظیر و بے مثال، وہ سادہ مزاج، سادہ لباس، سادہ گفتار اور سادگی کا عملی نمونہ تھے۔ وہ اپنے اسلاف کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔

ان کا علمی فیض جاری رہے گا۔ (انشاء اللہ) آپ کا وجود مسعود عالم اسلام کیلئے آیت رحمت تھا۔ جن حضرات نے آپ سے اکتساب علم کیا وہ تو آپ کی عظمت علم کے معترف ہیں ہی، لطف کی بات یہ ہے کہ معاصر علماء اور دیگر مسالک کے لوگ بھی آپ کی شان علم کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔

حسن وہی ہوتا ہے جس کا سوکن بھی اعتراف کرے
جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

خاندان نعیمیہ کی بے شمار دینی خدمات ہیں۔ یہ نعیمی نسبت صدر الافاضل مفسر قرآن حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کی طرف منسوب ہے۔ آپ نے تحریک ختم

نبوت تحریک نظام مصطفیؐ 1977ء تحریک یارسول اللہؐ 1984ء تحریک کنز الایمان فی الحجاز، تحریک بازیابی نعلین مبارک (عالمگیری مسجد لاہور) 2002ء تحریک تحفظ آثار رسول (مقامات مقدسہ)، تحریک حقوق اہلسنّت، تحریک تحفظ ناموس رسالت 2000ء 2006ء میں توتوہین آمیز خاکوں کیخلاف تو آپ کو اسیر ناموس رسالت بننے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ ان کے علاوہ تحریک تحفظ دینی مدارس و دیگر تحریکیں شامل ہیں۔

آپؒ اپنے عظیم والد گرامی کی چلتی پھرتی تصویر تھے۔ ڈاکٹر صاحب جہاں سادگی و درویشی کے پیکر تھے وہاں ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے مولانا فضل حق خیرآبادی کی سی للکار سے متصف تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہہ مزار چلا گیا

شہیدِ پاکستان حضرت ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمیؒ

ناظمِ اعلیٰ...... جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

سرفرازی کا رقم اپنے لہو سے کر کے راز — ہو گئے جامِ شہادت سے نعیمی سرفراز

پستہ قامت میں نہاں سرِ بلند علم تھا — تا قیامت اہلِ سنت کو رہے گا اُن پہ ناز

ہاتھ خالی بارگاہِ ناز میں جاتے نہیں — سر کا نذرانہ لیے جاؤ شہادت گاہِ ناز

قید کرنے سے اُنہیں اہلِ حکم کو کیا ملا — اُن کی ہمت کا نشیمن آسمانوں کا فراز

ستی آمر تھی خریدے وہ نعیمی کا ضمیر — ہاتھ ناہنجار کے آیا نہیں یہ شاہباز

سر دیا ہے کس قرینے سے نبی کے دین پر — ہے نہاں خاکِ لحد میں آج بھی شوق حجاز

ہے ضرورت نسلِ نوجوان کے جذب و شوق کی — ہو نعیمی کا عطا اوروں کو بھی سوز و گداز

اُس کے راغب کیلئے یارب دُعاءِ قطب ہے — عمر اس نوخیز کی اپنے کرم سے کر دراز

......اثرِ خامہ......

خواجہ غلام قطب الدین فریدی

سجادہ نشین آستانہ عالیہ حضرت خواجہ محمد یار فریدیؒ (گڑھی شریف)

عزم وہمت کی چٹانوں کا ہمالہ سرفراز

ازقلم......ڈاکٹرمحمداشرف آصف جلالی

عزم و ہمت کی چٹانوں کا ہمالہ سرفراز پاک دھرتی کی فضاؤں کا اجالا سرفراز

تاابد لکھا رہے گا سینۂ تاریخ پر کربلائی ولولوں کا اک حوالہ سرفراز

کس قدر تھی اس کے باطن میں تجلّی نور کی خلق سمجھی تھی بظاہر بھولا بھولا سرفراز

وہ مراد آباد کے فیضانِ علمی کی نمود ماہ چرخِ اہلسنّت کا تھا ہالہ سرفراز

وہ فراست وہ شجاعت وقیادت وہ خلوص سربلند و سربکف تھا وہ سراپا سرفراز

جس کی ساری زندگی تھی جہد پیہم کی دلیل وقتِ آخر بھی تھا جس کا بول بالا سرفراز

دے کے ملّت کو لہو سویا ہے گرچہ زیرِ خاک خارجیت کے بدن میں اب بھی بھالا سرفراز

ہم نے آصف اس کو پایا سب محاذوں کا امین

اک نرالے بانکپن کا اک نرالا سرفراز

•••-----•••-----•••

شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی کی یاد میں

منظوم نذرانۂ عقیدت

(ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری)

شہید آبروئے وطن سرفراز
وفاؤں کا ہے ایک چمن سرفراز
وہ اسیر ناموس رسالت بھی ہے
غیرت دین کا نقش کہن سرفراز
ابن زہراء کے جذبوں کا امین بھی
بوبکر و عمر کی کرن سرفراز
سفر آخر ترا عظمتوں کا نشاں
مرحبا! عاشق ذوالمنن سرفراز
سادگی اس کی اسلاف کا عکس تھا
عجز میں اولیاء کی چلن سرفراز
تو مفتی، مدرس، قلمکار بھی
تجھ پہ نازاں تھا ہر فکرو فن سرفراز
اہلسنّت کا حامی تھا، ہمدرد تھا
اہلِ روحانیت کی پھبن سرفراز
تھا اہلِ محبت میں شیر و شکر

اہلِ ''ظلمت'' میں لیکن چھبن سرفراز
ہم سے بچھڑا مگر وہ امر ہو گیا
بن کے خوشبو کرن تا کرن سرفراز
میرے ''طاہر'' کی سی تیری نغمہ گری
جیش عشاق کا ایک رکن سرفراز
زندگی بھر ترا مشن جاری رہا
محبت' مروت' امن سرفراز
ہو مبارک عروس شہادت تجھے
ہو جنت زمیں کا بطن سرفراز
تیری نسلوں میں جاری یہ خوشبو رہے
علم کے لہلہائیں چمن سرفراز
مرے مولا! تو آسانیاں کر عطا
ہے ''راغب'' کی منزل کٹھن سرفراز
ترے خوں سے نکھرا یہ دانش کدہ
''نعیمیہ'' کا بنا' بانکپن سرفراز
خوں کے قطرے ترے پھول بن کر کھلے
ملک و ملت کا بن کر حسن سرفراز
میں شاعر نہیں' ہے یہ فیض نظر
ڈھل گیا شعر میں یہ سخن سرفراز
ہوں مبارک تجھے منزلیں قرب کی
اب تو محشر میں ہوگا ملن سرفراز

ڈاکٹر سرفراز احمد نعیمی شہید کی یاد میں چند آنسو

غلام مصطفیٰ مجددی ایم اے (شکر گڑھ)

جہان عشق سے اِک آشنائے راز گیا
وہ کیا اٹھا کہ زمانے سے سوز و ساز گیا
وہ سرفراز رہا اور سرفراز گیا
روش روش کے گلوں نے کیا گلہ ہم سے
سجا کے جسم پر اپنے قبا شہادت کی
کہاں تھے تم جب سنور کر وہ جاں باز گیا
چمن کو چھوڑ کر کیسے چمن طراز گیا
متاع شوق محبت کی سرفرازی ہے
وہ جس کے خون کی سرخی وفا کی زینت ہے
وہ اک نگاہ میں بتلا کے سارے راز گیا
کچھ اس ادا سے بچھڑ کر وہ دلنواز گیا
جھکا نہ جبر مسلسل کے آگے جس کا جنوں
نگہ بلند تھی جس کی، سخن تھا شیرے مقال
فقیر عشق، غلام شہ حجاز گیا

اے شہیدِ وطن

(حافظ عبید الرحمٰن، جامعہ نعیمیہ لاہور)

ایک درویش حق خوش ادا سرفراز
عالم باعمل بے ریا سرفراز
پیکر صدق و صبر و رضا سرفراز
حسن کردار کا آئینہ سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز

پرچم اسلام کو یوں کیا سر بلند
تو نے کی دیں کی خاطر شہادت پسند
علم کے مہرو مہ پر تھی تیری کمند
تیرے خوں سے ہوئی راہ حق ارجمند
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز

خون اپنے سے تاریخ کی ہے رقم
تیری حق گوئی کا حق نے رکھا بھرم
تیرے مولا کا ہے خاص تجھ پر کرم

آج ہے خلد والوں کا تو ہمقدم
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
راہ سچائی سے تو ہٹا نہ کبھی
نیک کاموں میں پیچھے رہا نہ کبھی
آمریت کے آگے جھکا نہ کبھی
تو جھکا نہ کبھی اور بکا نہ کبھی
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
مرگ ہے آمروں کی ترا انتباہ
تیرے فتوؤں پہ ہے مفتیوں کی نگاہ
تو تھا اقلیم تدریس کا بادشاہ
وقت بھی تیرے ہر قول کا ہے گواہ
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
تیرے بیٹے ہیں' ہم تیرے پیغام کو
جاری رکھیں گے' ہم تیرے ہر کام کو
پیروی میں تیری دین اسلام کو
اور اونچا کریں گے تیرے نام کو
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز
اے شہید وطن ڈاکٹر سرفراز

قطعہ تاریخ شہادت

’’وائے زینت چمن شہید پاکستان‘‘ ’’ہمائے سعادت جرنیل اہلسنّت‘‘

۱۴۳۰ھ ۱۴۳۰ھ

’’آہ آہ وحید جہاں علامہ ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید‘‘

۲۰۰۹ء

نتیجۂ افکار......سید عارف محمود مہجور رضوی (گجرات)

گھٹائیں ظلم کی چھائی ہوئی ہیں مدت سے
بچاؤ جن سے مرے دوستو ہوا ہے محال
لگائے چرکے وہ دل پر ہیں بربریت نے
غم و الم کی ہے اوڑھی ہوئی بدن نے شال
بنی ہے صبح قیامت ہر ایک صبح یہاں
ہر ایک روز لئے ساتھ آئے حزن و ملال
خدا کرے کہ ہوں غارت یہ خودکشی کے نقیب
دلوں میں جن کے ترحم ہوا ہے خستہ حال
بنام دین بپا کر رہے ہیں ظلم و ستم
الٹ معانی میں جائز ہوا جہاد و قتال
ہیں طالبان ستم طالبان نامی لوگ
خدا کرے کہ کھلیں ان پہ دین کے اقوال

حلال جانتے ہیں خون اہلِ دین و حرم
حرام کہتے ہیں جو کوئی بھی ہے چیز حلال
نجانے کون سے مذہب کے ہیں یہ پیروکار
پئیں ہیں خون مسلماں سمجھ کے آب زلال
کوئی بھی شہر نہیں ان کے ظلم سے محفوظ
کوئی بھی فرد نہیں ان کے خوف سے خوشحال
یہ وارثانِ خوارج، یہ دشمنانِ وطن
نہیں ہیں جانتے کچھ سوائے جنگ و جدال
دراز ہوتا ہی جاتا ہے سلسلہ ان کا
خدا کرے کہ یہ ظالم ہوں جلد بے پرو بال
نشانہ ان کا ستم کا بنا وہ مردِ حق
چمک رہا تھا جو جرأت کا بن کے مہرِ جلال
چلا ہے سوئے عدم آج ایک فردِ فرید
پہن کے تاج شہادت کا مردِ خوش افعال
چراغ عزم و عمل کو وہ دے کے اپنا لہو
جہاد زیست کے رستوں کو کیا گیا ہے اجال
وہ ابن مفتی محمد حسینؒ خلد نشیں
ملا ہے جس کی شہادت سے درد کا بھونچال
وہ سادگی کا مرقع، وہ عجز کا پیکر
کہاں سے ڈھونڈ کے لائیں گے آہ اس کی مثال
وہ عزو نازِ قناعت، وہ فخر فقر و غنا
رہا ہمیشہ اسے دل پسند اکلِ حلال

متاعِ صبر و رضا سے وہ مالا مال رہا
غرورِ علم و عمل سے کیا نہ خود کو نہال
بجا تھا سیرت و کردار کا وہ اک غازی
خدا کے ایک ولی سے تھے اس کے سب اعمال
جیا وہ موت کی آنکھوں میں ڈال کر آنکھیں
چلی نہ اس پہ کبھی خوف کی کوئی بھی چال
رہا مقامِ نبیؐ کے لئے وہ سینہ سپر
نبیؐ کی آن کی خاطر جیا وہ بن کر ڈھال
وہ ہر محاذ پہ اہلِ سنن کے کام آیا
ہر ایک موڑ پہ رکھتا تھا اہلِ حق کا خیال
ہر ایک وصف کا مظہر تھی اس کی شخصیت
خدا نے بخشا اسے قائدانہ حسن و جمال
ہر ایک لب پہ ہیں اس کے خلوص کے چرچے
ہر اک زبان ہے اس کی فضیلتوں پہ دال
خدا کرے کہ لہو اس کا رنگ یوں لائے
مرے وطن کے ہوں دشمن تمام تر پامال
شہیدِ ارضِ وطن کا بجا کہو مہجورؔ
"فضیلت علماء سرفراز" سالِ وصال

۲۰۰۹ء

اگر ہے بارِ دگر سالِ وصل کی چاہت
کہو ہے "فخرِ وطن، فخرِ دین، ماہِ جمال"

۲۰۰۹ء

رفتید و لے نہ از دل ما

شہید اسلام، شہید پاکستان

حضرت علامہ مفتی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی نور اللہ مرقدہٗ

تاریخ شہادت......۱۲ جون ۲۰۰۹ء......۱۸ جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ بعد از امامت نماز جمعۃ المبارک

مقام شہادت......مسجد جامعہ نعیمیہ لاہور......قطعات تاریخ (سال شہادت)

"ابدی مجد ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات"

۶۴ ۱۹۴۵=۲۰۰۹ء

کلام و استخراج شدہ......محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری

(۱)

یہ کس کے نام کی ہے گونج ہر سو

سنی کس کی یہ آوازِ شہادت

نعیمیؒ کے مقدر میں لکھا تھا

کمال و مفخر و نازِ شہادت

خدا کے گھر کی پاکیزہ فضا میں

ہوا ہے وہ سرفراز شہادت

ملا رتبہ نمازِ جمعہ کے بعد

یہ اس کا طرفہ اندازِ شہادت

کیا اونچا جو اس نے کلمۂ حق

وہی تھا اس کا آغازِ شہادت

دفاعِ دین و تحفیظ وطن میں
یگانۂ ہے وہ ممتاز شہادت
صلہ اس کا حیات جاوداں ہے
وہ ظاہر کر گیا رازِ شہادت
کہی تاریخ، ہو کر ''آبدیدہ''
''مقدس تاجِ اعزاز شہادت''

۲۶ ۲۶+۱۴۰۴=۱۴۳۰ھ

(۲)

دریغا کہ اشرار کی ضرب سے
شکستہ ہوا آبگینۂ خیر
قسیم ازل نے بروزِ ازل
دیا تھا اسے ہر قرینۂ خیر
اگرچہ تھا زوروں پہ طوفان شہر
سنبھالے رکھا وہ سفینۂ خیر
محافظ وہ ناموس اسلام کا
وہ تھا پاسبان خزینۂ خیر
در انگشتریٔ خلوص و وفا
وجودِ نعیمیؒ نگینۂ خیر
وصال نعیمیؒ کا طارق نے سال
کہا ہے ''متاع مدینۂ خیر''

۱۴۳۰ھ

(۳)

وطن کے دشمنوں، اعدائے دیں سے
دلیرانہ رہا وہ محو پیکار
جیا، جیتے ہیں جس طرح مجاہد
کیا حق کا بڑی جرأت سے اظہار
حق و باطل کی آویزش میں اس کا
رہا اک بندۂ مومن کا کردار
کبھی نیچا علم اس کا نہ ہوگا
وہ تھا حق و صداقت کا علم دار
جنود خیر کا نقصان ہے یہ
وفات اس کی زبانِ حزب احرار
کہا سال شہادت اس کا طارق
مکرر ''آہ'' سے ''تصویر ایثار''
۱۴۳۰ = ۱۴۱۸ + ۱۲

(محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری)

ڈاکٹر سرفراز نعیمی شہیدؒ کے نام

(ظہیر باقر بلوچ)

ظالموں نے وطن میں ظلم کیے
بے گناہوں کا قتل عام ہوا
شہ یہود و ہنود سے پا کر
دشمنان وطن کے ہاتھوں سے
خارجیت کا خچر بد مست
ایک بار اور بے لگام ہوا
ہر طرف خوں کی ہولی کھیلی گئی
بربریت کا برملا اظہار
دیں پہ متنازعہ کلام ہوا
اس سراسیمگی کی حالت میں
ظالموں کی ظہیرؔ سرکوبی
سب ضروری سمجھ رہے تھے مگر
سارے شیطاں کے شر سے خائف تھے
متذبذب سے اہلِ فکر و نظر
متزلزل حکومتوں کے خیال

مخمصے میں پڑے ہوئے تھے سبھی
ایسے گھمبیرتا کے عالم میں
کلمۂ حق بلند تو نے کیا
اپنے بس ایک قول فیصل سے
تو نے توضیح دین حق کر دی
شرح من شرّ ما خلق کر دی
حق و باطل میں حد کھڑی کر دی
ظلم کے آگے سد کھڑی کر دی
تیری آواز کے ابھرتے ہی
ایک یک سوئی قوم میں آئی
تن مردہ میں جان دوڑ گئی
سحر ٹوٹا یہاں تذبذب کا
بول اٹھے ظلم کے خلاف اخبار
دفعتاً ڈٹ گئی حکومت بھی
اہلِ فکر و نظر بھی جاگ اٹھے
ظلم کو ظلم برملا کہنا
یاد یک لخت آگیا سب کو
ایک نکتے پہ سب ہوئے یکجا
دین کے نام پر یہاں جو فساد
ایک مخصوص ٹولہ کرتا ہے
اس کا اب خاتمہ ضروری ہے
ہو گئی ساری قوم ہم آواز

ظلم پر سارے مل کے ٹوٹ پڑے
تیرے بس ایک بات کہنے پر
ایسی یکسوئی دیکھنے کو ملی
تو ہے اسلام کا علمبردار
کلمۂ حق زباں سے کہتے ہوئے
داعیِ حق کو کہہ گیا لبیک
تو شہادت سے سرفراز ہوا
اہلسنّت کو تجھ پہ ناز ہوا
تو وطن پر مرا ہے یادیں پر
یہ معمہ بھی آئیں حل کر لیں
ختم یہ بحث بے محل کر لیں
کوئی بولے تجھے شہید وطن
کوئی اسلام کا قتیل کہے
ایک نکتہ مجھے بھی سوجھا ہے
تجھے معلوم تھا کہ دین و "وطن"
اک حقیقت کے نام ہیں دونوں
اسی نکتے پہ جان دی تو نے
اور اک زاویے سے دیکھیں تو
تو نے انسانیت پہ جاں دی ہے
تو نے جمہوریت پہ جاں دی ہے

حیاتِ جاودانی

یہ لب سے بول دینا تو بہت آسان ہوتا ہے
کہ اپنی جان دے دوں گا
مگر اس پر عمل کرنا؟
بہت کم لوگ ہوتے ہیں
جو یہ کہہ کر ہمیشہ جاں ہتھیلی پر لئے گھومیں
بہت کم لوگ ہوتے ہیں
لہو جن کا رگوں میں دوڑتا ہے تو
اسی پل کو خیالوں میں بساتا ہے
کہ کب ان کے لہو کی ظاہری بندش لہو آزاد کر دے گی
انہیں معلوم ہوتا ہے
کسی مقصد کی خاطر جب لہو دھرتی کے ذروں کو کبھی سیراب کرتا ہے
تو ایسے میں لہو کی پاکبازی کا مزا کچھ اور ہوتا ہے
انہیں معلوم ہوتا ہے
یہ سب کچھ عارضی ہے اور
حیات جاودانی میں
مقام سرفرازی کا مزا کچھ اور ہوتا ہے

کامران ناشط